بانگِ درا
حصہ دوم
www.pdfbooksfree.pk
اقبالؒ

بانگِ درا

حصہ دوم

۱۹۰۸ سے ۔۔۔۔۔۔۔

Composed by Saeed Khan

فہرست

غزلیات

ظریفانہ

بلادِ اسلامیہ

سرزمیں دِلّی کی مسجودِ دلِ غم دیدہ ہے
ذرّے ذرّے میں لہو اَسلاف کا خوابیدہ ہے

پاک اس اُجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں

سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

ہے زیارت گاہِ مسلم گو جہان آباد بھی
اس کرامت کا مگر حق دار ہے بغداد بھی

یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامانِ ناز
لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیبِ حجاز

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ اِرم
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم

جس کے غنچے تھے چمن ساماں، وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما، اُن کا مدفن ہے یہی

ہے زمینِ قُرطُبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور

بجھ کے بزمِ ملّتِ بیضا پریشاں کر گئی
اور دِیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

قبر اُس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نم ناک ہے

خطّۂ قُسطنطنیّہ یعنی قیصر کا دیار
مہدیِ اُمّت کی سطوَت کا نشانِ پائدار

صورتِ خاکِ حرم یہ سر زمیں بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاکؐ ہے

نکہتِ گُل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تُربتِ ایّوب انصاریؓ سے آتی ہے صدا

اے مسلماں! ملّتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر
سیکڑوں صدیوں کی کُشت وخوں کا حاصل ہے یہ شہر

وہ زمیں ہے تُو مگر اے خواب گاہِ مُصطفیٰؐ
دید ہے کعبے کو تیری حجِّ اکبر سے سوا

خاتمِ ہستی میں تُو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظّم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے

ہے اگر قومیّتِ اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی، نہ فارس ہے نہ شام

آہ یثرِب! دیس ہے مسلم کا تُو، ماوا ہے تُو
نُقطۂ جاذب تاثّر کی شعاعوں کا ہے تُو

جب تلک باقی ہے تُو دنیا میں، باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اِس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

بلادِ اسلامیہ: اسلامی ممالک/شہر۔مسجود: جسے سجدہ کیا جائے، مراد لائق احترام۔دلِ غم دیدہ: دُکھ بھرا دل۔ اَسلاف: جمع سلف، پرانے بزرگ۔خوابیدہ: سویا ہوا، مراد بکھرا ہوا۔اُجڑا گلستاں: تباہ شدہ باغ یعنی دِلّی جو ۱۸۵۷ء میں تباہ ہوئی۔خانقاہ: درویشوں کے رہنے کی جگہ۔عظمتِ اسلام: اسلام کی بڑائی۔خیر الامم: اُمتوں میں سب سے اچھی اُمت (قرآن کریم میں اُمت مُسلمہ کے لیے کہا گیا "خیرَ اُمّۃٍ") تاجدار: بادشاہ، مراد حضرت نظام الدین اولیاؒ۔نظمِ عالَم: دنیا کا انتظام۔مدار: انحصار۔گرمیِ محفل: محفل کی رونق۔حاصل: کھیت یا باغ کی فصل/پیداوار۔زیارت گاہ: مقدس مقام جہاں لوگ بطورِ عقیدت جاتے ہیں۔بغداد: عراق کا مشہور اور بہت پرانا شہر۔عباسی خلفا کا دارالخلافہ تھا۔اس دور میں وہاں علم کو خوب ترقی ہوئی۔ ۱۲۵۸ء میں منگول سردار

ہلاکوخان (چنگیز کا پوتا) نے وہاں بہت تباہی مچائی۔ قتلِ عام کے علاوہ کتاب خانے تک جلا دیے۔ سامانِ ناز: فخر کا باعث۔ لالۂ صحرا: مراد تہذیبِ حجاز یعنی اسلامی تمدن۔ ہمدوشِ ارم: جنت کی برابری کرنے والی۔ جانشینان: جمع جانشین، اپنے بزرگوں کی جگہ بیٹھنے والے مراد عباسی خلفا۔ چمن ساماں: باغ کی طرح تروتازہ گلشن: باغ یعنی بغداد۔ مدفن: دفن ہونے کی جگہ۔ قرطبہ: ہسپانیہ یعنی سپین کا مشہور شہر جہاں دنیا کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد ہے۔ دیدۂ مسلم: مسلمانوں کی آنکھ۔ ظلمتِ مغرب: یورپ کی تاریکی، مراد یورپ کا دورِ جہالت۔ روشن تھی: مراد وہاں علوم و فنون کا دور دورہ تھا۔ مثلِ شمعِ طور: کوہِ طور کی شمع کی طرح۔ بجھ کے: یعنی مٹ کر، تباہ ہو کر۔ بزمِ ملتِ بیضا: مراد امتِ مسلمہ کی محفل (بیضا: روشن)۔ پریشان: منتشر، بکھری ہوئی۔ فروزاں: روشن۔ اس تہذیب: اسلامی تہذیب۔ سرزمینِ پاک: مقدس/لائقِ احترام شہر۔ تاک: انگور کی بیل۔ تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے: مراد قرطبہ والے علوم و فنون اب یورپی ملکوں کے علوم و فنون کی زندگی کا باعث بن رہے ہیں۔ قسطنطنیہ: جو اب ترکی کا شہر اور استنبول کے نام سے مشہور ہے ۱۴۵۳ء میں ترک سلطان محمد فاتح نے فتح کیا تھا۔ ۱۹۲۳ء تک ترکی کا پایۂ تخت رہا۔ قیصر: روم کے بادشاہوں کا لقب۔ دیار: شہر۔ مہدیِ اُمت: مراد سلطان محمد فاتح۔ سطوت: شان و شوکت، دبدبہ۔ صورتِ خاکِ حرم: کعبہ کی سرزمین کی طرح۔ آستان: دہلیز، درگاہ۔ مسند آرا: تخت کو زینت دینے والا۔ شہِ لولاکؐ: مراد حضور اکرمؐ۔ نکہتِ گل: پھول کی خوشبو۔ تربت: قبر، مزار۔ ایوب انصاری: حضرت ایوب انصاریؓ، نام خالد کنیت ابو ایوب۔ انھوں نے عقبہ کی گھاٹی میں حضور اکرمؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مدینہ میں حضورؐ کی میزبانی کا شرف انھی کو نصیب ہوا تھا۔ ایک جہاد پر جا رہے تھے کہ عام وبا پھیلنے کے سبب ۶۷۲ء میں فوت ہو گئے۔ کشت و خوں: قتل و غارت۔ حاصل: پیداوار، ثمرہ۔ خوابگاہ: آرام کی جگہ، مزار، روضہ۔ دید: دیکھنا۔ حجِ اکبر: بڑا حج۔ سوا: بڑھ کر۔ خاتمِ ہستی: وجود/کائنات کی انگوٹھی۔ تاباں: روشن، چمکدار۔ مانندِ نگیں: نگینے کی طرح۔ اپنی: یعنی مسلمانوں کی۔ ولادت گاہ: پیدا ہونے کی جگہ۔ شہنشاہِ معظم: بہت بڑا بادشاہ، مراد حضور اکرمؐ۔ دامن: سرپرستی۔ اماں: پناہ۔ اقوامِ عالم: دنیا کی بڑی بڑی قومیں۔ شاہنشاہِ عالم کے: دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ/حکمران۔ نام لیوا: مراد حضورؐ کا نام مبارک لینے میں فخر کرنے والے۔ وارث: مالک۔ مسندِ جم: ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کا تخت، مراد بڑے بادشاہوں کے تخت۔ قومیت: ایک وطن/ملک کے حوالے سے ایک قوم ہونا۔ پابندِ مقام: مراد جغرافیائی حدوں کی پابند۔ ہند: برصغیر/ہندوستان۔ فارس ...... شام: مراد کوئی بھی اسلامی ملک۔ یثرب: مدینہ منورہ کا پرانا نام مسلم کا: مراد تمام مسلمانوں کا۔ ماوا: پناہ کی جگہ۔ نقطۂ جاذب: اپنی طرف کھینچنے والا مرکز۔ تاثر: مراد جذبۂ عشق۔ شعاعوں: جمع شعاع، کرنیں۔ گوہرِ شبنم: مراد اوس کے قطرے۔

ستارہ

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجھ کو
مآلِ حُسن کی کیا مِل گئی خبر تجھ کو؟

متاعِ نور کے لُٹ جانے کا ہے ڈر تجھ کو
ہے کیا ہراسِ فنا صورتِ شرر تجھ کو؟

زمیں سے دُور دیا آسماں نے گھر تجھ کو
مثالِ ماہ اُڑھائی قبائے زر تجھ کو

غضب ہے پھر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے!
تمام رات تری کانپتے گزرتی ہے

چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے
جو اوج ایک کا ہے، دوسرے کی پستی ہے

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادتِ مہر
فنا کی نیند مئے زندگی کی مستی ہے

وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینشِ گُل
عدم، عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے!

سکُوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

قمر: چاند۔ خطرۂ سحر: صبح کا اندیشہ/ ڈر۔ مآل: انجام۔ متاع: پونجی، دولت۔ لُٹ جانا: لوٹا جانا۔ شرر: چنگاری۔ مثالِ ماہ: چاند کی طرح۔ اُڑھائی: پہنائی۔ قبائے زر: سونے کی قبا (ایک خاص قسم کا کھلا لمبا لباس)۔ غضب ہے: کتنی بُری بات ہے۔ مسافر: ستارے کو چلتے رہنے کی وجہ سے مسافر کہا۔ اوج: بلندی۔ اَجل: موت۔ ولادتِ مہر: مراد سورج کا طلوع ہونا۔ مئے زندگی: زندگی کی شراب۔ وداعِ غنچہ: مراد کلی کے کھلنے کا عمل۔ آفرینشِ گُل: مراد پھول بننا۔ عدم: فنا، نیستی۔ آئینہ دارِ ہستی: زندگی کا مظہر/ دکھانے والا۔ قدرت کا کارخانہ: مراد قدرت کا نظام۔ ثبات: قرار، ٹکے رہنا۔ تغیّر: تبدیلی، بدلتے رہنے کی حالت۔

دو ستارے

آئے جو قِراں میں دو ستارے
کہنے لگا ایک، دوسرے سے

یہ وصل مدام ہو تو کیا خوب
انجامِ خِرام ہو تو کیا خوب

تھوڑا سا جو مہرباں فلک ہو
ہم دونوں کی ایک ہی چمک ہو

لیکن یہ وصال کی تمنّا
پیغامِ فراق تھی سراپا

گردش تاروں کا ہے مقدّر
ہر ایک کی راہ ہے مقرّر

ہے خواب ثباتِ آشنائی
آئین جہاں کا ہے جُدائی

قِران: دو ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا۔ وصل: آپس میں ملنا۔ کیا خوب: بہت اچھا ہے۔ انجامِ خرام: چلنے کا خاتمہ۔ فلک: آسمان۔ سراپا: مکمل/ پورے طور پر۔ ہے خواب: مراد جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ثباتِ آشنائی: دوستی کا مستقل ہونا۔

گورستانِ شاہی

آسماں، بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے
کچھ مکدّر سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے
چاندنی پھیکی ہے اس نظّارۂ خاموش میں
صبحِ صادق سو رہی ہے رات کی آغوش میں
کس قدر اشجار کی حیرت فزا ہے خامشی
بربطِ قُدرت کی دھیمی سی نوا ہے خامشی
باطنِ ہر ذرّۂ عالم سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے
آہ! جولاں گاہِ عالم گیر یعنی وہ حصار
دوش پر اپنے اُٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور، اب سنسان ہے
یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے سکانِ کُہن کی خاک کا دِلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثالِ پاسباں اِستادہ ہے

ابر کے روزن سے وہ بالائے بامِ آسماں
ناظرِ عالم ہے نجمِ سبز فامِ آسماں

خاک بازی وسعتِ دنیا کا ہے منظر اسے
داستاں ناکامیِ انساں کی ہے ازبر اسے

ہے ازل سے یہ مسافر سُوئے منزل جا رہا
آسماں سے انقلابوں کا تماشا دیکھتا

گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کے لیے
فاتحہ خوانی کو یہ ٹھیرا ہے دم بھر کے لیے

رنگ و آبِ زندگی سے گل بدامن ہے زمیں
سیکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں

خواب گہ شاہوں کی ہے یہ منزلِ حسرت فزا
دیدۂ عبرت! خراجِ اشکِ گلگوں کر ادا

ہے تو گورستاں مگر یہ خاک گردُوں پایہ ہے
آہ! اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے

مقبروں کی شان حیرت آفریں ہے اس قدر
جنبشِ مژگاں سے ہے چشمِ تماشا کو حذر

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اُتر سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں

سوتے ہیں خاموش، آبادی کے ہنگاموں سے دُور
مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور

قبر کی ظلمت میں ہے اُن آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پہ رہتا تھا جبیں گُستر فلک

کیا یہی ہے اُن شہنشاہوں کی عظمت کا مآل
جن کی تدبیرِ جہاں بانی سے ڈرتا تھا زوال

رعبِ فُغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری
ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کی بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

شورشِ بزمِ طرَب کیا، عُود کی تقریر کیا
دردمندانِ جہاں کا نالۂ شب گیر کیا

عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

روح، مُشتِ خاک میں زحمت کشِ بیداد ہے
کوچہ گردِ نَے ہُوا جس دم نفَس، فریاد ہے

زندگی انساں کی ہے مانندِ مُرغِ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا، کوئی دم چہچہایا، اُڑ گیا

آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم، کیا گئے!
زندگی کی شاخ سے پھُوٹے، کِھلے، مُرجھا گئے

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرِ ناپیدا کنار
اور اس دریائے بے پایاں کی موجیں ہیں مزار

اے ہوس! خوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار
یہ شرارے کا تبسم، یہ خسِ آتش سوار

چاند، جو صورت گرِ ہستی کا اک اعجاز ہے
پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے

چرخِ بے انجم کی دہشت ناک وسعت میں مگر
بیکسی اس کی کوئی دیکھے ذرا وقتِ سحَر

اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے، جو مہتاب تھا
آخری آنسو ٹپک جانے میں ہو جس کی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار
رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار

اس زیاں خانے میں کوئی ملّتِ گردُوں وقار
رہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوشِ روزگار

اس قدر قوموں کی بربادی سے ہے خوگر جہاں
دیکھتا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدّت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

ہے نگینِ دہر کی زینت ہمیشہ نامِ نَو
مادرِ گیتی رہی آبستنِ اقوامِ نَو

ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہ گزر
چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجوَر

مصر و بابل مٹ گئے، باقی نشاں تک بھی نہیں
دفترِ ہستی میں ان کی داستاں تک بھی نہیں

آ دبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے
عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے

آہ! مسلم بھی زمانے سے یونہی رخصت ہوا
آسماں سے ابرِ آذاری اُٹھا، برسا، گیا

ہے رگِ گُل صبح کے اشکوں سے موتی کی لڑی
کوئی سورج کی کرن شبنم میں ہے اُلجھی ہوئی

سینۂ دریا شعاعوں کے لیے گہوارہ ہے
کس قدر پیارا لبِ جُو مہر کا نظّارہ ہے

محوِ زینت ہے صنوبر، جوُیبار آئینہ ہے
غنچۂ گُل کے لیے بادِ بہار آئینہ ہے

نعرہ زن رہتی ہے کوئل باغ کے کاشانے میں
چشمِ انساں سے نہاں، پتّوں کے عُزلت خانے میں

اور بُلبل، مُطربِ رنگیں نوائے گلِستاں
جس کے دم سے زندہ ہے گویا ہوائے گلِستاں

عشق کے ہنگاموں کی اُڑتی ہوئی تصویر ہے
خامۂ قُدرت کی کیسی شوخ یہ تحریر ہے

باغ میں خاموش جلسے گُلِستاں زادوں کے ہیں
وادیِ کُہسار میں نعرے شباں زادوں کے ہیں

زندگی سے یہ پُرانا خاک داں معمور ہے
موت میں بھی زندگانی کی تڑپ مستور ہے

پتیاں پھولوں کی گرتی ہیں خزاں میں اس طرح
دستِ طفلِ خُفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے
ایک غم، یعنی غمِ مِلّت ہمیشہ تازہ ہے

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ اُمّت بھولنے والی نہیں

اشک باری کے بہانے ہیں یہ اُجڑے بام و در
گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشمِ تر

دہر کو دیتے ہیں موتی دیدۂ گریاں کے ہم
آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفاں کے ہم

ہیں ابھی صدہا گہر اس ابر کی آغوش میں
برق ابھی باقی ہے اس کے سینۂ خاموش میں

وادیِ گُل، خاکِ صحرا کو بنا سکتا ہے یہ
خواب سے اُمیدِ دہقاں کو جگا سکتا ہے یہ

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظُہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظُہور

گورستانِ شاہی: دکن میں قطب شاہی بادشاہوں کا قبرستان/مقبرہ۔ علامہ نے وہاں کی زیارت کی تھی جس کا نتیجہ یہ نظم ہے۔ خرقۂ دیرینہ: پرانی گدڑی۔ مکدر: دھندلا، میلا۔ جبینِ ماہ: چاند کی پیشانی۔ چھٹکی: ہلکی روشنی۔ صبحِ صادق: نور کا تڑکا، سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے کی روشنی۔ سو رہی ہے: مراد ابھی طلوع نہیں ہوئی۔ اشجار: جمع شجر، درخت۔ حیرت فزا: حیرانی بڑھانے والی۔ بے ربط: بے جا۔ نوا: لے، سُر۔ ہر ذرۂ عالم: دنیا کی چھوٹی سے

چھوٹی چیز۔سراپا درد: پورے طور پر تکلیف۔لبِ ہستی: وجود کے ہونٹ۔جولاں گاہِ عالمگیر: مراد بادشاہ اورنگ
زیب عالمگیر نے جہاں (گولکنڈہ کا مقام) ۱۶۸۷ء میں مشہور قلعہ فتح کرنے کے لیے حملہ کیا تھا۔حصار: قلعہ۔
دوش: کندھا۔معمور: آباد۔سکانِ کہن: پرانے رہنے والے (سکان جمع ساکن)۔دلدادہ: عاشق۔مثالِ
پاسباں: چوکیدار/محافظ کی طرح۔استادہ: ایستادہ، کھڑا۔روزن: سوراخ، روشندان۔بالائے بامِ آسماں:
آسمان کی چھت کے اُوپر۔ناظرِ عالم: دنیا کو دیکھنے والا۔سبز فام: ہرے رنگ کا۔خاکبازی: مراد حقیر/معمولی
سی بات۔ازبر: منہ زبانی یاد۔سوئے منزل: منزل کی طرف۔انقلابوں: جمع انقلاب، تبدیلیاں۔اختر: ستارہ
فاتحہ خوانی: مُردے کو ثواب پہنچانے کے لیے سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنا۔رنگ و آب: سجاوٹ/رونق کا سامان۔
گُل بدامن: جھولی میں پھول لیے ہوئے۔خوں گشتہ: مراد مٹی ہوئی۔تہذیبوں: جمع تہذیب، مل کر زندگی
گزارنے کے طور طریقے۔خواب گہ: خواب گاہ، آرام کی جگہ، مدفن۔حسرت فزا: افسوس بڑھانے والی۔دیدۂ
عبرت: تبدیلیوں/انقلابوں سے نصیحت حاصل کرنے والی آنکھ۔خراج: محصول، ٹیکس۔اشکِ گلگوں: سُرخ/
خون کے آنسو۔خاکِ گردوں پایہ: آسمان کے سے مرتبے والی یعنی بلند زمین۔برگشتہ قسمت: جس کے
نصیب پھوٹ گئے ہوں۔حیرت آفریں: حیرانی پیدا کرنے والی۔جنبشِ مژگاں: پلکوں کا ہلنا۔چشمِ تماشا:
دیکھنے والی آنکھ۔حذر: بچنے کی حالت۔آئینۂ تحریر میں نہ اُترنا: جس کا لکھا جانا بہت مشکل ہو۔آرزوئے
ناصبور: بےچین تمنا، پوری نہ ہونے والی خواہش۔جبیں گستر: ماتھا رکھنے والا۔تدبیرِ جہانبانی: حکومت کرنے
کے انداز پر غور و فکر۔رعبِ فغفوری: چین کے بادشاہوں کا دبدبہ۔ٹلنا: رُکنا، دُور ہونا۔غنیم: دشمن۔یورش: حملہ۔
کشتِ عمر: زندگی کی کھیتی۔جادہ: راستہ۔شورشِ بزمِ طرب: عیش و نشاط کی محفل کا شور و ہنگامہ۔نمود کی تقریر:
مراد بچے کی تان/سُر۔نالۂ شب گیر: راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر رونا۔کیا: چاہیے (کوئی بات ہو)۔عرصۂ پیکار:
میدانِ جنگ۔ہنگامۂ شمشیر: مراد تلوار کا مسلسل چلنا۔سینۂ ویراں: مراد مُردہ جسم۔جانِ رفتہ: گئی (نکلی) ہوئی
روح۔مُشتِ خاک: جسمِ انسانی۔زحمت کشِ بیداد: سختی/ظلم کی تکلیف اُٹھانے والی۔کوچہ گردِ نَے: بانسری
میں گھومنے والا۔خوش نوا: دلکش آواز میں چہچہانے والا۔ریاضِ دہر: زمانے کا باغ۔کیا آئے، کیا گئے: مراد
بہت تھوڑی مدت کے لیے آئے۔پھوٹے: اُگے۔بحرِ ناپیدا کنار: بہت وسیع سمندر۔بےپایاں: جو کہیں ختم نہ
ہوتا ہو، بہت وسیع۔خون رونا: بہت دکھ کے ساتھ رونا۔خسِ آتش سوار: آگ پر پڑا ہوا تنکا۔صورت گرِ ہستی:
کائنات کی تصویر بنانے والا، خالقِ کائنات۔سیمابی قبا: چاندی کا لباس، مراد چاند کی روشنی۔خرامِ ناز: ادا سے
ٹہلنا۔چرخِ بےانجم: ستاروں کے بغیر آسمان۔بیکسی: تنہائی۔مہتاب: چاند۔رنگہائے رفتہ: اُڑے ہوئے
رنگ، مراد وہ حالتیں جو فنا ہو چکیں۔زیاں خانہ: وہ جگہ جہاں نقصان ہی نقصان ہو۔گردوں وقار: آسمان کے

سے مرجنے والی۔ بارِ دوشِ روزگار: زمانے کے کندھے کا بوجھ۔ خوگر: عادی۔ بے اعتنائی: بے پروائی۔ قرار: ٹھہراؤ۔ ذوقِ جدّت: ہر گھڑی نئی چیز کا شوق۔ ترکیبِ مزاج: مزاج کا کئی چیزوں سے بننا۔ نگینِ دہر: زمانے کا نگینہ۔ نامِ نو: نیا نام، نئی بات۔ مادرِ گیتی: زمانے کی ماں یعنی زمانہ۔ آبستن: جس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ کوہِ نور: ایک مشہور ہیرے کا نام جو کئی بادشاہوں کے تاجوں میں لگا، آخر میں ملکہ برطانیہ کے تاج کی زینت بنا۔ تاجور: بادشاہ۔ بابل: عیسیٰؑ سے چار ہزار سال پہلے عراق کا پایۂ تخت تھا۔ مصر: مشہور اور قدیم ملک جہاں فرعونوں نے حکومت کی۔ دفترِ ہستی: وجود/کائنات کی کتاب۔ آ دبایا: قابو کیا، پکڑ لیا۔ مہرِ ایراں: آریا مہر، مراد ایران جو قدیم میں سورج کی پرستش کرنے والا تھا اور ایرانی قوم کو عروج حاصل تھا۔ یونان و روما: دو ملک جو قدیم تہذیبوں کے سبب مشہور ہیں۔ ابرِ آذاری: موسمِ بہار کا بادل، مراد مسلمانوں کے شاندار کارنامے، فتوحات وغیرہ۔ سینۂ دریا: مراد دریا کے پانی کی سطح۔ گہوارہ: پنگوڑا، جھولا۔ لبِ جو: ندی کا کنارہ۔ محوِ زینت: خود کو سجانے میں مصروف۔ صنوبر: سرو کی قسم کا درخت جو ہمیشہ سبز رہتا ہے۔ جوئبار: ندی۔ بادِ نو: نعرہ زن: چہچہاری۔ کاشانہ: محل، گھونسلا۔ عزلت خانہ: تنہائی کی جگہ۔ مُطرِب: گانے والا/ والی۔ رنگیں نوا: دل کش چہچہاہٹ والی۔ ہوائے گلستاں: باغ کی فضا۔ خامہ: قلم۔ شوخ تحریر: دل کو لبھانے والی عبارت۔ گلستاں زادہ: مراد پھول، پودے وغیرہ۔ شباں زادہ: چرواہے کا بیٹا۔ پرانا خاکداں: دنیا۔ طفلِ خفتہ: سویا ہوا بچہ۔ نشاط آباد: خوشیوں کا شہر، دنیا۔ عہدِ رفتہ: مراد گذرا ہوا شاندار دور۔ اشکباری: آنسو بہانے کی حالت۔ بام و در: چھتیں اور دروازے، مراد قبرستان/ مقبرہ۔ گریۂ پیہم: مسلسل/ لگاتار رونا۔ بینا: دیکھنے والی۔ چشمِ تر: گیلی یعنی روتی آنکھ۔ دہر: زمانہ۔ موتی: مراد آنسو۔ دیدۂ گریاں: روتی ہوئی آنکھیں۔ صدہا: سیکڑوں۔ گہر: گوہر، موتی۔ آغوش: گود۔ برق: بجلی۔ وادیِ گُل: پھولوں کا باغ یعنی سرسبز اور آباد جگہ/ مقام۔ خاکِ صحرا: تباہ شدہ/ اجڑی ہوئی سرزمین۔ خواب: نیند۔ دہقان: کسان، مراد جدوجہد کرنے والا آدمی۔ ہو چکا: ختم ہو گیا ہے۔ شانِ جلالی: مراد مسلمانوں کا اپنی طاقت اور رعب و دبدبہ دکھانے کا زبردست انداز (فتوحات وغیرہ)۔ شانِ جمالی: مراد اچھے اخلاق اور پُر تاثیر تدبّر۔ ظہور: ظاہر ہونا۔

نمودِ صبح

ہو رہی ہے زیرِ دامانِ اُفق سے آشکار
صبح یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار

پا چکا فرصت درُودِ فصلِ انجم سے سپہر
کشتِ خاور میں ہُوا ہے آفتاب آئینہ کار

آسماں نے آمدِ خورشید کی پا کر خبر
محملِ پروازِ شب باندھا سرِ دوشِ غبار

شعلۂ خورشید گویا حاصل اس کھیتی کا ہے
بوئے تھے دہقانِ گردُوں نے جو تاروں کے شرار

ہے رواں نجمِ سحر، جیسے عبادت خانے سے
سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار

کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی
کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغِ آب دار

مطلعِ خورشید میں مُضمَر ہے یوں مضمونِ صبح
جیسے خلوت گاہِ مِینا میں شرابِ خوش گوار

ہے تہِ دامانِ بادِ اختلاط انگیزِ صبح
شورشِ ناقوس، آوازِ اذاں سے ہمکنار

جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج
ہے ترنّم ریز قانونِ سحر کا تار تار

نمود: طلوع، ظاہر ہونا۔ زیر: نیچے۔ دامانِ اُفق: مراد آسمان کا دور کا کنارہ۔ آشکار: ظاہر۔ دختر: بیٹی۔ دوشیزہ: کنواری۔ لیل: رات۔ نہار: دن۔ درود: کٹائی مراد غروب۔ فصلِ انجم: ستاروں کی پیداوار۔ سپہر: آسمان۔ کشتِ خاور: مشرق کی کھیتی۔ آئینہ کار: مراد شیشے / آئینے کی طرح روشن۔ آمدِ خورشید: سورج کا آنا / چڑھنا۔ محمل: کجاوہ، اونٹ کا ہودہ۔ پروازِ شب: رات کا اُڑنا / ختم ہونا۔ سر دوشِ غبار: گرد کے کندھے پر۔ دہقانِ گردُوں: آسمان کا کسان۔ شرار: چنگاریاں۔ رواں: چل رہا۔ انجم سحر: صبح کا ستارہ۔ عابدِ شب زندہ دار: راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والا۔ کیا: کتنا اچھا۔ سماں: منظر، نظارہ۔ میان: تلوار کا غلاف۔ ظلمت: تاریکی۔ تیغ آب دار: تیز چمکتی تلوار۔ مطلع: طلوع ہونے کی جگہ۔ مُضمر: چھپا ہوا۔ خلوت گاہ: تنہائی کی جگہ۔ مینا: شراب کی صراحی۔ خوشگوار: مزے دار۔ تہِ دامانِ بادِ اختلاط انگیز: آپس میں میل ملاپ اور محبت پیدا کرنے والی ہوا کے دامن کے نیچے۔ شورشِ ناقوس: سنکھ / بگل کا (جو بتخانوں میں بجایا جاتا ہے) شور۔ ہمکنار: ساتھ ملا ہوا۔ کوئل کی اذاں: مراد کوئل کی چہکار۔ طائرانِ نغمہ سنج: مراد چہچہانے والے پرندے۔ ترنّم ریز: سُر بکھیرنے والا۔ قانونِ سحر: صبح کا باجا۔ تار تار: ہر ہر تار۔

تضمین بر شعرِ انیسی شاملو

ہمیشہ صورتِ بادِ سحر آوارہ رہتا ہوں
محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی

دلِ بیتاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجر میں
میسّر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

ابھی ناآشنائے لب تھا حرفِ آرزو میرا
زباں ہونے کو تھی منّت پذیرِ تابِ گویائی

یہ مرقد سے صدا آئی، حرم کے رہنے والوں کو
شکایت تجھ سے ہے اے تارکِ آئینِ آبائی!

ترا اے قیس کیونکر ہوگیا سوزِ دروں ٹھنڈا
کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلائی

نہ تخمِ 'لاالٰہ' تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

تجھے معلوم ہے غافل کہ تیری زندگی کیا ہے
کُنِشتی ساز، معمورِ نوا ہائے کلیسائی

ہُوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری
دلِ شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی

''وفا آموختی از ما، بکارِ دیگراں کردی
ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی'' ☆

تضمین بر شعر: شعر پر گرہ لگانا، کسی دوسرے شاعر کے شعر کو مضمون کی نسبت سے اپنے شعروں میں کھپانا۔ انیسی شاملو: مشہور شاعر، ایران سے برصغیر آیا اور ایک عرصہ تک عبدالرحیم خانِ خاناں کے دربار سے وابستہ رہا۔ ۱۰۱۳ھ بمقام برہانپور فوت ہوا۔ صورتِ بادِ سحر: صبح کی ہوا کی طرح۔ خوشتر: زیادہ اچھی۔ جادہ پیمائی: مراد سفر میں رہنا۔ دیار: شہر۔ پیر سنجرؒ: مراد مشہور ولی اللہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری (وفات ۶۳۲ھ) مزار اجمیر میں ہے۔ درمان: علاج، دوا۔ دردِ ناشکیبائی: بے صبری کا دُکھ۔ نا آشنائے لب: یعنی ہونٹوں پر نہیں آیا تھا۔ حرفِ آرزو: خواہش/تمنا کی بات۔ منّت پذیر: احسان اُٹھانے والی۔ تابِ گویائی: بولنے کی طاقت۔ حرم کے رہنے والے: مراد مسلمان۔ تارک: چھوڑنے والا۔ آئینِ آبائی: اپنے بزرگوں کا دستور۔ قیس: مجنوں کا نام، مراد عاشق۔ سوزِ دروں: دل کی تپش، جذبۂ عشق۔ لیلیٰ: مجنوں کی محبوب، مراد محبوب۔ لیلائی: محبوب ہونے کی کیفیت۔ تخم: بیج۔ ''لا الٰہ'': مراد اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زمینِ شور: بنجر زمین جس میں کچھ نہ اُگتا ہو۔ پھوٹنا: اُگنا۔ رُسوا: ذلیل۔ فطرت: مزاج، طبیعت۔ نازائی: بانجھ پن۔ غافل: بے خبر، سستی کا مارا۔ کُنِشتی ساز: مراد غیر مسلموں کے سے عمل۔ معمور: آباد، مراد جس میں ہیں۔ نوا ہائے کلیسائی: عیسائیت کے نغمے، مراد عیسائیوں کے سے طور طریقے۔ آغوش: گود۔ بیت اللہ: خدا کا گھر، مراد اسلامی ماحول۔ دلِ شوریدہ: سودائی/دیوانہ دل۔ صنم خانہ: بتوں کا گھر، مراد غیر مسلموں کے سے رویے/طور طریقے۔ سودائی: دیوانہ، عاشق۔

☆ وفا کرنے کا انداز تو نے ہم سے سیکھا لیکن اسے تو دوسروں کے کام لایا، گویا تو نے ہمارا ایک موتی اُڑا لیا اور دوسروں پر واری کر دیا۔

فلسفۂ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاءلاہور کے نام)

گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی
موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے 'الم' کا سُورہ بھی جُزوِ کتابِ زندگی
ایک بھی پتّی اگر کم ہو تو وہ گُل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بُلبل، وہ بُلبل ہی نہیں
آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں
نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فُغاں
دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے
روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے
حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینۂ دل کے لیے گردِ ملال

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مِضراب سے
طائرِ دل کے لیے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے انساں کا دل، غم انکشافِ راز ہے
غم نہیں غم، رُوح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے
شام جس کی آشنائے نالۂ 'یا رب' نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں
جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا
جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا
ہاتھ جس گل چیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے
کلفتِ غم گرچہ اُس کے روز و شب سے دُور ہے
زندگی کا راز اُس کی آنکھ سے مستور ہے
اے کہ نظمِ دہر کا اِدراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم و اَندوہ کی منزل تجھے
ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق
عقلِ انسانی ہے فانی، زندۂ جاوید عشق

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
عشق سوزِ زندگی ہے، تا ابد پائندہ ہے
رخصتِ محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر
جوشِ اُلفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر
عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
رُوح میں غم بن کے رہتا ہے، مگر جاتا نہیں

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

آتی ہے ندی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی
آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی
آئنہ روشن ہے اُس کا صورتِ رُخسارِ حور
گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چُور
نہر جو تھی، اُس کے گوہر پیارے پیارے بن گئے
یعنی اس اُفتاد سے پانی کے تارے بن گئے
جوئے سیمابِ رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی
مضطرب بوندوں کی اک دُنیا نمایاں ہو گئی
ہجر، ان قطروں کو لیکن وصل کی تعلیم ہے
دو قدم پر پھر وہی جُو مثلِ تارِ سیم ہے

ایک اصلیت میں ہے نہرِ روانِ زندگی
گِر کے رفعت سے ہجومِ نوعِ انساں بن گئی

پستیِ عالم میں مِلنے کو جُدا ہوتے ہیں ہم
عارضی فُرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں

عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو

دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر
راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سُوئے منزل سفر

خضرِ ہمّت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر
فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر

وادیِ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو
جادہ دِکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظُلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

میاں فضل حسین: علامہ اقبال کے ہم جماعت جن کے والد کی وفات پر یہ نظم لکھی (ولادت پشاور ۱۸۷۷ء۔ وفات لاہور ۱۹۳۶ء) پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ گو: اگرچہ۔ کیفِ عشرت: مزے اُڑانے کا

نشہ۔ سحاب: بادل۔ حباب: بلبلا۔ ''الم'': قرآن کریم کی سورۃ، نیز بمعنی رنج، دکھ۔ خزاں نادیدہ: جس نے خزاں نہ دیکھی ہو۔ نغمۂ انسانیت: انسانیت کا ترانہ/ گیت، مراد خود انسان۔ غیر از فغاں: فریاد/ رونے کے سوا۔ دیدۂ بینا: مراد بصیرت والی نگاہ۔ داغِ غم: دکھ کا زخم۔ چراغِ سینہ: مراد دل کو روشن کرنے والا۔ سامانِ زینت: سجاوٹ کا باعث۔ غازہ: سرخی پاؤڈر۔ گردِ ملال: دکھ کی خاک/ مٹی۔ لطفِ خواب: نیند کا مزہ۔ مضراب: ستار بجانے کا چھلا۔ شہپر پرواز: اڑنے کے بڑے پر۔ انکشافِ راز: بھید کھل جانا/ ظاہر ہو جانا۔ سرود: گیت، نغمہ۔ بربطِ ہستی: زندگی کا باجا، زندگی۔ ہم آغوش: مراد ساتھ ملا ہوا۔ نالۂ ''یا رب'': اللہ کے حضور فریاد (اے خدا)۔ جلوہ پیرا: مراد موجود۔ کوکب: ستارہ/ ستارے۔ شکست: ٹوٹ پھوٹ۔ سدا: ہمیشہ۔ شرابِ عیش و عشرت: مراد خوشیوں، مسرتوں اور مزے کی زندگی۔ گل چیں: پھول توڑنے والا۔ خار: کانٹا۔ آزار: تکلیف۔ کلفت: تکلیف۔ نظمِ دہر: زمانے کا انتظام/ بندوبست۔ ادراک: سمجھ، شعور۔ اندوہ: غم، رنج۔ نسخۂ دیرینہ: بہت پرانی کتاب۔ تمہید: دیباچہ، کتاب کا آغاز۔ زندۂ جاوید: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ۔ خورشید: سورج۔ شامِ اجل: موت کی شام/ رات۔ سوزِ زندگی: زندگی کی تپش/ حرارت۔ رخصت: چلے جانا، مرنا۔ جوشِ الفت: محبت کی شدت۔ بقا: باقی رہنا۔ عدم نا آشنا: ہستی/ فنا سے ناواقف۔ جبینِ کوہ: پہاڑ کا ماتھا، مراد پہاڑ کے اوپر سے۔ صورتِ رخسارِ حور: حور کے چہرے کی طرح۔ افتاد: گرنے کی حالت۔ جوئے سیماب رواں: بہتے ہوئے پارے کی ندی۔ پریشاں ہونا: بکھر جانا، منتشر ہونا۔ مثلِ تارِ سیم: چاندی کے تار کی طرح، مراد شفاف پانی والی۔ اصلیت میں: حقیقت میں، دراصل۔ نہرِ روانِ زندگی: زندگی کی بہتی ہوئی نہر۔ نوعِ انساں: مراد سب انسان۔ پستیِ عالم: دنیا کی نچائی۔ دائم: ہمیشہ کے لیے۔ محصور: گھری/ پھنسی ہوئی۔ دامن: جھولی، پلو۔ رزم گاہ: جنگ کا میدان۔ سوئے منزل: پڑاؤ کی طرف۔ خضر: ایک روایتی ولی جو بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ گوشہ گیر: کونے/ تنہائی میں رہنے والا۔ ضمیر: باطن، دل۔ جادہ: راستہ۔ شرر: چنگاری، مراد مختصر سی چمک۔ ظلمات: جمع ظلمت، اندھیرے۔

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر

وہ مستِ ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے
کلی کلی کی زباں سے دُعا نکلتی ہے

"الٰہی! پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے
کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے"

تجھے وہ شاخ سے توڑیں! زہے نصیب ترے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے

اُٹھا کے صدمۂ فُرقت وِصال تک پہنچا
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا

مرا کنول کہ تصدّق ہیں جس پہ اہلِ نظر
مرے شباب کے گلشن کو ناز ہے جس پر

کبھی یہ پھول ہم آغوشِ مدعا نہ ہُوا
کسی کے دامنِ رنگیں سے آشنا نہ ہُوا

شگفتہ کر نہ سکے گی کبھی بہار اسے
فسردہ رکھتا ہے گلچیں کا انتظار اسے

مستِ ناز: اپنی اداؤں/نازنخرے میں ڈوبی ہوئی. انتخاب کرنا: چننا. رشکِ گلِ آفتاب: آفتاب کے پھول یعنی سورج کے لیے رشک کا باعث/سورج سے بہتر. زہے نصیب: کیا خوش بختی کی بات ہے. رقیب: مراد دوسرے پھول. گلزار: باغ. صدمہ اُٹھانا: دُکھ جھیلنا. وصال: محبوب سے ملاقات. جوہر: خوبی. کمال: انتہا. کنول: پانی میں کھلنے والا سفید پھول. تصدّق: واری، قربان. اہلِ نظر: بصیرت والے. شباب: جوانی. ہم آغوشِ مدعا: مراد/مقصد/آرزو پا لینے والا. دامنِ رنگیں: خوبصورت پلّو. شگفتہ کرنا: (پھول) کھلانا.

ترانۂ ملّی

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سَو بار کرچکا ہے تُو امتحاں ہمارا

اے گلِستانِ اُندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا

اے موجِ دجلہ! تُو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

اے ارضِ پاک! تیری حُرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خُوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبالؔ کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

ترانۂ ملّی: قومی گیت۔ سارا جہاں وطن ہونا: مراد مسلمان جغرافیائی حدوں کا قائل نہیں۔ توحید: خدا کی وحدت، صرف ایک معبود ماننا۔ سینوں میں: دلوں میں۔ نام ونشاں: مراد ہستی/وجود۔ پہلا وہ گھر خدا کا: کعبہ شریف جس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔ پاسباں: حفاظت کرنے والا۔ تیغوں کا سایہ: یعنی بزرگوں نے جو جہاد کیے۔ پَل کر جواں ہوئے ہیں: مراد ہمارے خمیر/فطرت میں اپنے بزرگوں والا جذبۂ جہاد ہے۔ ہلال: پہلی کے چاند کو خنجر کہا۔ قومی نشاں: مراد ہندوستان کے مسلمانوں کا اسلامی نشان۔ مغرب کی وادیاں: مراد یورپ کے ملک/شہر یعنی سپین وغیرہ گونجی اذاں ہماری: ہماری اذانوں کی آواز بلند ہوئی (مذکورہ ملک فتح کرکے) سیلِ رواں: مراد بڑھتے ہوئے عظیم لشکر۔ رہنا: ڈرنا۔ گلستانِ اندلس: مراد اندلس یعنی ہسپانیہ/سپین جسے مسلمان مجاہدین نے پہلی صدی ہجری میں فتح کیا اور ایک مدت تک وہاں ٹھاٹھ سے حکومت کی۔ تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا: مذکورہ حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ دجلہ: دریائے دجلہ جس کے کنارے شہر بغداد آباد ہے جو عباسی خلیفوں کے زمانے میں دارالخلافہ اور علوم وفنون وغیرہ کے لحاظ سے بہت ترقی پر تھا۔ ارضِ پاک: مراد سرزمینِ حجاز جس کی حدود میں مکہ اور مدینہ واقع ہیں۔ کٹ مرنا: جہاد میں شہید ہونا۔ ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا: مراد حجاز کی عزت وتوقیر بڑھانے کے لیے پرانے مسلمانوں نے کس قدر قربانیاں دیں۔ سالارِ کارواں: قافلے کا سربراہ، مراد ملتِ اسلامیہ کے سالار۔ آرامِ جاں: روح کا سکون۔ بانگِ درا: قافلے کی روانگی کے وقت گھنٹی کی آواز۔ جادہ پیما: مراد جدوجہد اور عمل کے لیے سرگرم۔ کارواں: مراد ملت۔

وطنیّت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کِیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبَوی ہے
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تُو مُصطفَوی ہے

نظّارۂ دیرینہ زمانے کو دِکھا دے
اے مُصطفَوی خاک میں اس بُت کو مِلا دے!

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سُنّتِ محبوبِؐ الٰہی
دے تُو بھی نبوّت کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوّت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیّتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

جم: مراد قدیم ایرانی بادشاہ جمشید، جس نے پہلی مرتبہ انگور سے شراب تیار کروائی۔ ساقی: شراب پلانے والا، مراد انگریز حکمران۔ بِنا کی: بنیاد رکھی، اختیار کی۔ روش: طریقہ۔ مسلم: مراد ملّتِ اسلامیہ۔ حرم: مراد مسلک، دستور۔ تہذیب کا آزر: مراد موجودہ تہذیب جو انسان کو خدا سے دور رکھتی ہے (آزر: مراد بت تراش)۔ ترشوانا: بنوانا، پھلوانا۔ اور: دوسرے۔ تازہ خدا: نئے نئے آقا۔ مذہب کا کفن: مراد مذہب کی موت / خاتمہ۔ غارت گر: تباہ کرنے والی۔ کاشانہ: گھر۔ دینِ نبویؐ: دینِ اسلام۔ دیس: ملک، مراد مذہب۔ مُصطفوی: مراد حضور اکرم محمد مصطفیٰؐ کا پیرو، مسلمان۔ نظارۂ دیرینہ: پرانا منظر، مراد مذہب سے اسلاف والی محبت۔ قیدِ مقامی: خاص سرزمین کو وطن قرار دینا۔ آزادِ وطن: جغرافیائی حدوں سے آزاد۔ صورتِ ماہی: مچھلی کی طرح۔ ترکِ وطن:

خاص سرزمین سے ہجرت کر جانا۔ سنت: طریقہ۔ **محبوب** الٰہی: مراد حضور اکرمؐ۔ **صداقت**: سچائی۔ **گفتار سیاست**: سیاسی بات چیت۔ **ارشاد نبوت**: مراد حضور اکرمؐ نے جو کچھ فرمایا۔ **رقابت**: دشمنی۔ **تسخیر**: قابو میں لانا، فتح کرنا۔ **مقصود تجارت**: تجارت کا مقصد، تجارت کے حوالے سے اصلی غرض۔ **قومیت اسلام**: مراد ملت سے متعلق اسلام کا نظریہ۔ **جڑ کٹنا**: تباہ ہونا، مٹنا۔
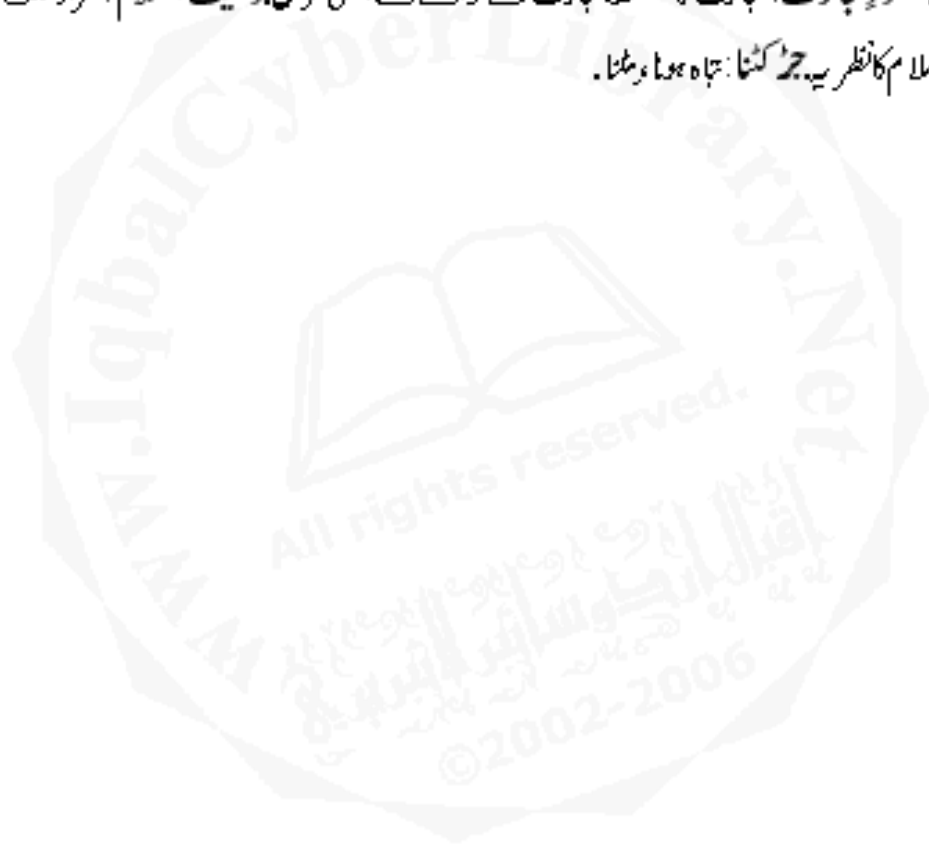
ایک حاجی مدینے کے راستے میں

قافلہ لُوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دُور
اس بیاباں یعنی بحرِ خشک کا ساحل ہے دُور

ہم سفر میرے شکارِ دشنۂ رہزن ہوئے
بچ گئے، جو ہوکے بے دِل سُوئے بیت اللہ پھرے

اُس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی!
موت کے زہراب میں پائی ہے اُس نے زندگی

خنجرِ رہزن اُسے گویا ہلالِ عید تھا
'ہائے یثرب' دل میں، لب پر نعرۂ توحید تھا

خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل
شوق کہتا ہے کہ تُو مسلم ہے، بے باکانہ چل

بے زیارت سُوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا
عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دِکھلاؤں گا کیا

خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرتِ مدفونِ یثرِبؔ میں یہی مخفی ہے راز

گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذّت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے

آہ! یہ عقلِ زیاں اندیش کیا چالاک ہے
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے

بحرِ خشک: بیابان کو خشک سمندر کہا۔ ساحل: کنارہ یعنی آخری حد۔ دشنۂ رہزن: لٹیرے کا خنجر۔ بیدل ہونا: غم زدہ ہونا۔ سُوئے بیت اللہ: خدا کے گھر (کعبہ) کی طرف۔ پھرے: واپس ہوئے، لوٹ گئے۔ بخاری: بخارا کا رہنے والا۔ زہراب: زہر ملا پانی، شدید تلخی۔ ہلالِ عید: عید کا چاند جسے دیکھ کر بہت خوشی منائی جاتی ہے "ہائے یثرب": مراد مدینے کی آرزو جو پوری نہ ہوئی۔ نعرۂ توحید: اللہ اکبر۔ شوق: عشق، محبت۔ بیباکانہ: کسی خوف کے بغیر۔ بے زیارت: زیارت کے بغیر۔ دشت پیمائے حجاز: حجاز کا راستہ طے کرنے والا۔ ہجرت: اپنا شہر چھوڑ کر (دینی مصلحت کی خاطر) کسی دوسرے شہر میں آباد ہونا۔ مدفونِ یثرب: مدینے میں دفن، مراد حضور اکرمؐ کی میّتِ مبارک۔ مخفی: چھپا ہوا۔ سلامت: حفاظت۔ محملِ شامی: وہ کجاوہ جو حج کے موقع پر، ملک شام سے، غلافِ کعبہ کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ ہمراہی میں: ساتھ چلنے میں۔ جاں کاہی: جان گھلنا (خوف/ مشقت کے سبب)۔ زیاں اندیش: نقصان/ گھاٹے کا سوچنے والی۔ تاثر: مراد عشق کا جذبہ۔

قطعہ

کل ایک شوریدہ خوابگاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بِنائے مِلّت مٹا رہے ہیں

یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

غضب ہیں یہ 'مرشدانِ خود بیں' خدا تری قوم کو بچائے!
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزّت بنا رہے ہیں

سُنے گا اقبالؔ کون ان کو، یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پُرانی باتیں سُنا رہے ہیں!

قطعہ: ٹکڑا، مراد چند شعروں پر مشتمل نظم۔ شوریدہ: دیوانہ۔ خوابگاہ: مراد روضۂ مبارک۔ بِنائے مِلّت: مِلّت کی بنیاد/عمارت۔ زائران: جمع زائر، زیارت کرنے والے، مراد تعلیم پانے والے، سیاحت کرنے والے۔ حریمِ مغرب: مراد یورپ کی درس گاہیں اور شہر وغیرہ۔ ہزار رہبر: یعنی خواہ کتنے ہی لیڈر بن جائیں۔ غضب ہیں: مراد بڑے چالاک اور مکار ہیں۔ مُرشدانِ خود بیں: مغرور راہ نما۔ بگاڑ کر: سوچیں بدل کر، گمراہ کر کے۔ عزّت بنانا: بڑے آدمی بننا، شہرت پانا۔ پرانی باتیں: مراد نیک جذبوں اور جہد و عمل کی باتیں۔

شِکوَہ

کیوں زیاں کار بنوں، سُود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بُلبل کے سُنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوَا میں بھی کوئی گُل ہوں کہ خاموش رہوں

جُرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
شِکوَہ اللہ سے 'خاکم بدہن' ہے مجھ کو

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
قصّۂ درد سُناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں، فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم

اے خدا! شِکوَۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سُن لے

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم
پھول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم
بُوئے گُل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم

ہم کو جمعیّتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمّت ترے محبوبؐ کی دیوانی تھی؟

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قُوّتِ بازوئے مسلم نے کِیا کام ترا

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی، تُورانی بھی
اہلِ چِیں چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے، نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی، وہ بنائی کس نے

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دِیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلِمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے
سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے؟
قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
بُت فروشی کے عوض بُت شِکنی کیوں کرتی!

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سُنایا ہم نے

تُو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا، اُس کو کِیا سَر کس نے
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے
کاٹ کر رکھ دیے کُفّار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کِیا آتشکدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کِیا تذکرۂ یزداں کو؟

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی
اور تیرے لیے زحمت کشِ پیکار ہوئی
کس کی شمشیر جہاں گیر، جہاں دار ہوئی
کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
مُنہ کے بل گر کے 'ھُوَ اللّٰہُ اَحَد' کہتے تھے

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے

مَے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے

کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے

اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظُلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے

نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گِلہ ہے کہ وفادار نہیں

ہم وفادار نہیں، تُو بھی تو دِلدار نہیں!

اُمتیں اور بھی ہیں، ان میں گُنہ گار بھی ہیں

عجز والے بھی ہیں، مستِ مَے پندار بھی ہیں

ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہُشیار بھی ہیں

سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

بُت صنم خانوں میں کہتے ہیں، مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اُونٹوں کے حُدی خوان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

خندہ زن کُفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں، ہیں اُن کے خزانے معمور
نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو مِلیں حور و قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

اب وہ اَلطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دُنیا نایاب
تیری قُدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تُو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

طعنِ اغیار ہے، رُسوائی ہے، ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عِوض خواری ہے؟

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا
ہم تو رخصت ہوئے، اَوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے!

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں، صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے، اپنا صِلا لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

آئے عُشّاق، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب اُنھیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

دردِ لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی
عشق کا دل بھی وہی، حُسن کا جادو بھی وہی
اُمّتِ احمدِ مرسلؐ بھی وہی، تُو بھی وہی

پھر یہ آزردگیِ غیرِ سبب کیا معنی
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عَربیؐ کو چھوڑا؟
بُت گری پیشہ کِیا، بُت شکَنی کو چھوڑا؟
عشق کو، عشق کی آشفتہ سَری کو چھوڑا؟
رسمِ سَلمانؓ و اویسِ قرَنیؓ کو چھوڑا؟

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثلِ بلالِ حبَشیؓ رکھتے ہیں

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی
جادہ پیمائیِ تسلیم و رضا بھی نہ سہی
مُضطرب دل صفَتِ قبلہ نما بھی نہ سہی
اور پابندیِ آئینِ وفا بھی نہ سہی

کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں، تُو بھی تو ہرجائی ہے!

سرِ فاراں پہ کِیا دین کو کامل تُو نے
اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تُو نے
آتش اندوز کِیا عشق کا حاصل تُو نے
پھونک دی گرمیِ رُخسار سے محفل تُو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں، تجھے یاد نہیں؟

وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
قیس دیوانۂ نظّارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا
گھر یہ اُجڑا ہے کہ تُو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
☆
بے حجابانہ سُوئے محفلِ ما باز آئی

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے
سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کُوکُو بیٹھے
دُور ہنگامۂ گلزار سے یک سُو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ 'ھُو' بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سُوئے حجاز
لے اُڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بُوئے نیاز
تُو ذرا چھیڑ تو دے، تشنۂ مضراب ہے ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے
طور مضطر ہے اُسی آگ میں جلنے کے لیے

مشکلیں اُمّتِ مرحوم کی آساں کر دے
مُورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماںؑ کر دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے
ہند کے دَیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جُوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
☆☆
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

بُوئے گُل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمّازِ چمن!
عہدِ گُل ختم ہُوا، ٹُوٹ گیا سازِ چمن
اُڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن

ایک بُلبل ہے کہ ہے محوِ ترنّم اب تک
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

قُمریاں شاخِ صنوبر سے گُریزاں بھی ہوئیں
پتّیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پُرانی روِشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہنِ برگ سے عُریاں بھی ہوئیں

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی!

لطف مرنے میں ہے باقی، نہ مزا جینے میں
کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اس گُلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہوں، وہ لالے ہی نہیں

چاک اس بلبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں
جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

عَجَمی خُم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری!

شکوہ: گلہ۔ زیاں کار: نقصان / گھاٹا اُٹھانے والا۔ سود فراموش: فائدہ بھلانے والا۔ فردا: آنے والا کل۔ محو: مصروف۔ غمِ دوش: گزرے ہوئے کل / ماضی کا غم۔ نالے: فریادیں۔ ہمہ تن گوش: پوری طرح کان لگا کر سننے والا۔ ہمنوا: مراد محفل کا ساتھی۔ جرأت آموز: دلیری سکھانے والی۔ تابِ سخن: بات کرنے کی طاقت۔ خاکم بدہن: میرے منہ میں خاک (کسی بڑی ہستی کے متعلق خلافِ ادب بات ہو جانے پر کہتے ہیں)۔ بجا: صحیح، درست۔ شیوۂ تسلیم: خدا کی رضا پر راضی ہونے کی عادت۔ سازِ خاموش: باجا جو بظاہر بج نہ رہا ہو۔ معمور: بھرا ہوا۔ لب: ہونٹ۔ اربابِ وفا: وفا نبھانے والے لوگ۔ خوگرِ حمد: تعریف کرنے کا عادی۔ ذاتِ قدیم: پرانی ہستی۔ زیبِ چمن: باغ کی سجاوٹ کا باعث۔ پریشاں: بکھرنا، پھیلنا۔ شمیم: خوشبو۔ صاحبِ الطافِ عمیم: عام

مہربانیوں/لطف وعنایت کا مالک۔ بوئے گُل: پھول کی خوشبو، مراد ملّتِ اسلامیہ۔ نسیم: صبح کی خوشگوار ہوا، اسلام۔ جمعیت خاطر: دلی اطمینان۔ محبوبؐ: مراد حضور اکرمؐ۔ ہم سے پہلے: مسلمانوں/اسلام سے پہلے۔ مسجود: جس کو سجدہ کیا جائے۔ پیکرِ محسوس: نظر آنے والا مادی جسم۔ اَن دیکھے: مراد تیرے وجود کو منوالیا۔ بسا: رہنا۔ سلجوق: ترکوں کا ایک قبیلہ۔ تورانی: توران/ترکی کا باشندہ۔ ساسانی: قدیم ایران کا ایک حکمران خاندان۔ معمورہ: آبادی، دنیا۔ نصرانی: عیسائی۔ پَر: لیکن۔ کس نے: یعنی مسلمانوں نے۔ بگڑی ہوئی بات بنانا: ناکامی کو کامیابی میں بدلنا، مراد توحید سے ناواقف لوگوں کو توحید و اسلام کا شیفتہ (دلدادہ) بنانا۔ معرکہ آرا: مراد جہاد کرنے والے۔ شان: مرتبہ، بڑائی۔ جہاندار: بادشاہ، بڑے بڑے حکمران۔ کلمہ: مراد کلمۂ توحید ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ تلواروں کی چھاؤں میں: میدانِ جنگ میں۔ تیغ زنی: تلوار چلانا، جہاد کرنا۔ سربکف: ہتھیلی پر سر رکھے ہوئے، لڑنے مرنے پر تیار۔ بُت فروشی: مراد محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا تو پجاریوں نے اسے بہت سا مال و دولت پیش کیا تا کہ وہ بت نہ توڑے۔ اس نے جواب دیا ''میں بت شکن کہلانا چاہتا ہوں بت فروش نہیں''۔ بُت شکنی: بت توڑنا۔ ٹلنا: اپنی جگہ سے ہل جانا۔ سرکش: باغی، نہ ماننے والا۔ بگڑ جانا: غصے میں آ جانا۔ تیغ: تلوار۔ دل پہ نقش بٹھانا: مراد دلوں میں پورا پورا اثر جمانا۔ زیرِ خنجر: خنجر کے نیچے۔ اُکھاڑنا: جھٹکا دے کر اپنی جگہ سے ہٹا دینا۔ درِ خیبر: خیبر کا دروازہ، خیبر یہودیوں کا ایک مضبوط قلعہ جس کا دروازہ بھی بیحد مضبوط تھا۔ اس کے محاصرے کے وقت حضرت علیؓ نے پوری قوت سے یہ دروازہ اکھاڑ دیا تھا۔ شہرِ قیصر کا: مراد روم، رومتہ الکبریٰ۔ سر کرنا: فتح کرنا۔ مخلوق خداوند: مراد بنائے ہوئے آقا یعنی بت۔ پیکر: جسم، ڈھانچا۔ ٹھنڈا کرنا: بجھانا، ختم کر دینا۔ آتشکدۂ ایراں: اسلام سے پہلے ایران کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے۔ آتشکدہ میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی۔ (آج کل کے آتش پرست، پارسی کہلاتے ہیں)۔ یزداں: آتش پرستوں کے مطابق نیکیوں کا خدا، مراد اللہ۔ زحمت کشِ پیکار: جنگ/جہاد کی تکلیفیں اٹھانے والی۔ شمشیرِ جہانگیر: دنیا کو فتح کرنے والی تلوار۔ جہاندار: دنیا پر حکومت کرنے والی۔ صنم: بُت۔ ''ھُوَ اللّٰہُ اَحد'': وہ اللہ ایک ہے۔ عین لڑائی: یعنی جب لڑائی زوروں پر ہو۔ قبلہ رُو: کعبے کی طرف منہ کر کے۔ زمیں بوس ہونا: سجدہ کرنا۔ قومِ حجاز: مراد مسلمان قوم/فوج۔ محمود و ایاز: مراد آقا اور غلام۔ بندہ: غلام۔ بندہ نواز: مراد آقا۔ صاحب: مالک، آقا۔ غنی: مالدار۔ سرکار: دربار، بارگاہ۔ محفلِ کون و مکاں: مراد دنیا۔ سحر: صبح۔ مئے توحید: خدا کی وحدت کی شراب، مراد توحید۔ صفتِ جام: شراب کے پیالے کی طرح۔ کوہ: پہاڑ۔ بحرِ ظلمات: اندھیروں کا سمندر، اشارہ ہے فتحِ افریقہ کی طرف جو عقبہ بن نافع نے ۶۸۱ء میں کی۔ گھوڑے دوڑانا: جہاد کرنا۔ صفحۂ دہر: مراد زمانہ۔ باطل: ظلم۔ نوعِ انساں: مراد تمام انسان۔ جبینوں سے بسانا: سجدے کرنا۔ وفادار: دوستی کا حق ادا کرنے والا/والے۔ دلدار: ہمدردی کرنے والا۔ عجز: عاجزی۔ مستِ مئے پندار: گھمنڈ، غرور کی شراب کے نشے میں چُور۔ اغیار: جمع غیر،

مراد دوسری قومیں۔ کاشانوں: جمع کاشانہ ٹھکانے۔ برق گرنا: مراد مصیبتیں پڑنا۔ صنم خانہ: بتوں کا گھر۔ مسلمان گئے: مراد مسلمان مٹ گئے۔ نگہبان: حفاظت کرنے والا/ والے۔ منزلِ دہر: مراد زمانہ۔ حُدی خوان: اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے خاص قسم کے اشعار پڑھنے والے۔ خندہ زن: ہنسی اُڑانے والا۔ کفر: کافر طاقتیں۔ پاس: لحاظ۔ معمور: بھرے ہوئے۔ قہر: غضب، دکھ۔ حور و قصور: خوبصورت عورتیں اور شاندار عمارتیں (قصور جمع قصر، محل)۔ وعدۂ حور: مراد آخرت، بہشت میں حوریں دینے کا وعدہ۔ الطاف: جمع لطف، مہربانیاں۔ مدارات: خاطر تواضع۔ نایاب: نہ ملنے والی، غائب۔ حدِ حساب نہ ہونا: بہت زیادہ ہونا۔ سینۂ صحرا سے: مراد ریگستان میں سے۔ حباب: پانی کا بلبلہ۔ رہرو دشت: جنگل میں چلنے والا۔ سیلی زدہ: تھپیڑے کھانے والا۔ سراب: وہ چمکتی ریت جو دور سے پانی دکھائی دیتی ہے۔ طعن: طعنے، طنز۔ خواری: بے عزتی۔ خیالی: جس کا کوئی وجود نہ ہو۔ رخصت ہونا: پہلے والی قوت/ دبدبہ اور حکمرانی کا نہ رہنا۔ سنبھالی دنیا: مراد دنیا پر حکمران ہوئے۔ محفل جانا: مراد مسلمانوں کا غلام ہو جانا۔ چاہنے والے: یعنی مسلمان۔ شب کی آہیں: رات کے وقت اللہ کے حضور گڑگڑانا۔ صبح کے نالے: صبح کے وقت عبادات وغیرہ۔ صلہ: بدلہ، انعام۔ عشاق: جمع عاشق، چاہنے والے۔ وعدۂ فردا: مراد قیامت کے دن کا قول و قرار۔ رخِ زیبا: خوبصورت چہرہ۔ دردِ لیلیٰ: مراد محبوبِ حقیقی/ خدا کی یاد۔ قیس کا پہلو: اللہ کے عاشقوں کا دل۔ نجد: لیلیٰ کا وطن۔ دشت و جبل: صحرا اور پہاڑ۔ رمِ آہو: ہرن کا دوڑنا، اللہ کے عاشقوں کا صحراؤں میں پھرنا۔ عشق: مراد عاشق یعنی مومن۔ حُسن کا جادو: مراد اسلام کی دلکشی۔ احمدِ مرسلؐ: حضور نبی کریمؐ جنھیں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ آزردگی غیر سبب: بلا وجہ کی ناراضی۔ کیا معنی: کیا مطلب یعنی کیوں۔ شیدا: عاشق۔ چشمِ غضب: غصے کی نگاہ۔ تجھ کو چھوڑا: (سوالیہ ہے) یعنی نہیں چھوڑا۔ بت گری: بت بنانا۔ پیشہ کیا: اپنا پیشہ بنایا (؟) یعنی نہیں بنایا۔ آشفتہ سری: دیوانگی۔ سلمانؓ: حضورؐ کے بہت پیارے صحابی جو سلمان فارسیؓ کے نام سے مشہور ہیں، ایرانی تھے۔ اویس قرنیؓ: حضور اکرمؐ کے سچے عاشق۔ والدہ کے بڑھاپے کے سبب حضور اکرمؐ نے انھیں کہلا بھیجا تھا کہ اپنی والدہ کی خدمت کرو، میری ملاقات جتنا ثواب ملے گا، چنانچہ وہ حضورؐ کی زیارت سے محروم رہے اور جب انھیں غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے دانت شہید ہونے کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے سارے دانت توڑ ڈالے۔ آگ: مراد شدید جوش و جذبہ۔ بلال حبشیؓ: حضورؐ کے مشہور صحابی اور مؤذن۔ خبر: مراد مان لیا۔ جادہ پیمائی تسلیم و رضا: اللہ کی رضا پر راضی ہونے کے راستے پر چلنے کی حالت۔ قبلہ نما: ایک آلہ جس پر لگی ہوئی بڑی سی سوئی قبلے کے رخ کا پتہ دیتی ہے اسے ہاتھ سے ذرا ہلائیں تو وہ جیسے تڑپنے لگتی ہے اور رخ قطب شمالی کی طرف کر لیتی ہے۔ پابندیِ آئینِ وفا: وفا کے طور طریقوں کے پابند۔ شناسائی: دوستی، مراد ان پر مہربانی۔ ہرجائی: ہر جگہ پہنچنے والا، ہر جگہ سے تعلق رکھنے والا، بے وفا۔ سرِ فاراں: کوہِ فاراں پر، فاران، مکہ معظمہ کی وہ پہاڑی جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا، مراد خانہ کعبہ۔ دل لینا: اپنا دیوانہ بنا لینا۔ آتش

اندوز: آگ (جوش وجذبہ) جمع کرنے والا۔ حاصل: یہاں مراد نتیجہ۔ پھونک دی: جلا دی، سوز و حرارت بھر دی۔ گرمیِ رخسار: چہرے یعنی حضور اکرمؐ کے جلوہ کی حرارت۔ شرر آباد: مراد حرارتِ عشق سے پُر۔ سوختہ ساماں: جس کا سب کچھ جل گیا ہو، مراد عشق میں جس کا دل وجان وغیرہ سب کچھ جاتا رہا ہو۔ وادیٔ نجد: حجاز کا وہ علاقہ جو لیلیٰ کا وطن تھا۔ سلاسل: جمع سلسلہ، زنجیریں۔ قیس: مجنوں کا اصل نام۔ نظارۂ محمل: کجاوے کو دیکھنا (جس میں لیلیٰ ہوتی تھی)۔ گھر: مراد ملّتِ اسلامیہ۔ یہ اجڑا ہے: بہت ویران/برباد ہوا ہے۔ رونقِ محفل: جس سے بزم میں چہل پہل اور خوشی ہو۔ بادہ کش: شراب پینے والے، مراد عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے والے۔ لبِ جو: ندی کے کنارے۔ جام بکف: ہاتھوں میں شراب کا پیالہ لیے۔ نغمۂ کوکو: مراد کوئل/فاختہ کی چہچہاہٹ۔ ہنگامۂ گلزار: باغ کی رونق۔ یکسو: ایک طرف۔ منتظر ''ھو'': مراد خدا کی تائید کا انتظار کرنے والا/والے۔ ذوق: شوق، جذبہ۔ خود افروزی: خود کو روشن کرنا، مراد اپنی خودی کو بلند کرنا۔ برقِ دیرینہ: پرانی بجلی، مراد پہلے والا جوش وجذبہ۔ جگر سوزی: مراد دل میں عشق کی گرمی پیدا کرنا۔ قومِ آوارہ: ملّتِ اسلامیہ جس کے پیشِ نظر اعلیٰ مقصد نہیں۔ عناں تاب: باگ موڑنے والی، واپس جانے والی۔ سوئے حجاز: مراد اسلام کی طرف۔ بلبلِ بے پَر: مراد مسلمان جو وسائل سے محروم ہیں۔ مذاق: ذوق، جذبہ۔ بوئے نیاز: عاجزی کی خوشبو۔ باغ کا ہر غنچہ: مراد ملت کا ہر فرد۔ چھیڑنا: ساز بجانا۔ تشنۂ مضراب: جسے مضراب کی ضرورت ہے۔ نغمے: مراد جذبے۔ طور: کوہِ طور جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا۔ اُمّتِ مرحوم: وہ قوم جس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہو، دوسرا مطلب مُردہ قوم۔ مُورِ بے مایہ: حقیر سی چیونٹی، مسلمان۔ ہمدوش: برابر۔ سلیمان: حضرت سلیمانؑ۔ جنسِ نایاب: نہ ملنے والا مال۔ ارزاں: سستا سودا۔ دیر نشیں: مندر میں بیٹھنے والے، مراد وہ مسلمان جو اسلام سے دور ہٹ گئے ہیں۔ بوئے گُل: مراد قوم کے بے وفا رہنما جو دوسری قوموں سے ملے ہوئے ہیں۔ غمّاز: چغلی کھانے والا۔ عہدِ گُل: موسم بہار، مراد ملّتِ اسلامیہ کی ترقی۔ ٹوٹ گیا سازِ چمن: یعنی قومِ مسلم میں اتحاد نہ رہا۔ زمزمہ پردازِ چمن: یعنی وہ مسلمان جو اسلام کی ترقی و برتری کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ایک بلبل: مراد خود علامہ اقبال۔ محوِ ترنّم: چہچہانا یعنی اسلام سے متعلق شعر کہنے میں مصروف۔ نغموں کا تلاطم: جذبوں کا طوفان۔ قُمریاں: جمع قُمری، فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ، مراد پہلے مسلمان جنھوں نے اسلام کے لیے کام کیے۔ شاخِ صنوبر: مراد اسلام کا باغ یعنی اسلام۔ گریزاں: دوڑنے/بھاگنے والی۔ جھڑ جھڑ کے: ٹوٹ ٹوٹ کر۔ پریشاں ہونا: بکھرنا۔ روشیں: جمع روش، باغ کی پٹڑیاں، مراد آغازِ اسلام کے مسلمانوں کے طور طریقے، جذبے وغیرہ۔ ویراں: مراد وہ جذبے نہ رہے۔ پیرہنِ برگ: پتے کا لباس، مراد مسلمانوں کے علوم اور عقیدے وغیرہ۔ قیدِ موسم: مراد وقت کے تقاضے۔ گلشن: باغ، مراد قوم، ملت۔ لطف: مزہ۔ خونِ جگر پینا: مراد قوم کی حالت پر کڑھنا۔ جوہر مرے آئینے میں: یعنی مرے دل میں جو کچھ ہے۔ بیتاب ہے: یعنی دل کی بات باہر آنے کے لیے بے چین

ہے۔ **جلوے تڑپنا**: یعنی وہی پہلے مصرعے والی بات۔ **اس گلستاں**: مراد اس ملک (برصغیر ہند)۔ **داغ سینے میں رکھنا**: مراد دل میں محبت کے جذبے رکھنا۔ **بلبل تنہا**: اکیلا شاعر یعنی علامہ۔ **نوا**: مراد شاعری۔ **دل چاک ہونا**: مراد دل پر بیحد اثر ہونا۔ **جاگنے والے**: میدان عمل پر آمادہ ہونے والے۔ **بادۂ دیرینہ**: مراد پرانے مسلمانوں والے جذبے۔ **عجمی خُم**: مراد غیر عرب ہونا۔ **مے تو حجازی ہے مری**: یعنی میری شاعری تو اسلامی رنگ لیے ہوئے ہے۔ **نغمہ ہندی**......: وہی پہلے مصرعے والی بات۔

☆ اے محبوب وہ دن بڑا اچھا ہوگا جب تو آئے گا اور بڑے ناز و ادا کے ساتھ آئے گا اور ہماری محفل کی طرف کھلے چہرے کے ساتھ دوبارہ آئے گا۔

☆☆ ہماری پرانی حسرت سے خون کی ندی رواں ہے اور فریاد ہمارے سینے میں، جو نشتروں سے زخمی ہے تڑپ رہی ہے۔

چاند

اے چاند! حُسن تیرا فطرت کی آبرو ہے
طوفِ حریمِ خاکی تیری قدیم خُو ہے
یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں
عاشق ہے تُو کسی کا، یہ داغِ آرزو ہے؟
میں مضطرب زمیں پر، بیتاب تُو فلک پر
تجھ کو بھی جستجو ہے، مجھ کو بھی جستجو ہے
انساں ہے شمع جس کی، محفل وہی ہے تیری؟
میں جس طرف رواں ہوں، منزل وہی ہے تیری؟
تُو ڈھونڈتا ہے جس کو تاروں کی خامشی میں
پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں
اِستادہ سرو میں ہے، سبزے میں سو رہا ہے
بلبل میں نغمہ زن ہے، خاموش ہے کلی میں
آ! میں تجھے دِکھاؤں رُخسارِ روشن اس کا
نہروں کے آئنے میں، شبنم کی آرسی میں
صحرا و دشت و در میں، کہسار میں وہی ہے
انساں کے دل میں، تیرے رُخسار میں وہی ہے

طوف: چکر لگانا۔ حریم خاکی: مراد کرۂ ارض۔ قدیم خو: پرانی عادت۔ داغ: دھبا (جو چاند میں نظر آتا ہے)۔ کسی کا؟: (سوالیہ ہے جواب) محبوب حقیقی، خدا۔ داغِ آرزو: مراد عشق کا زخم۔ جستجو: تلاش۔ شمع: مراد جس (انسان) سے اس دنیا کی رونق ہے۔ محفل: خدا کی معرفت کی جگہ۔ رواں ہوں: چل رہا ہوں۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ غوغائے زندگی: مراد دنیا کی رونق، چہل پہل، ہنگامے۔ استادہ: ایستادہ، کھڑا ہوا۔ سرو: وہ لمبا درخت جو سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ سبزے میں سو رہا ہے: سبزہ زمین پر اس طرح ہوتا ہے جیسے وہ سو رہا ہو، مراد خدا سبزے میں بھی ہے۔ نغمہ زن: چہچہانے والا۔ رخسار روشن: چمکدار چہرہ۔ آرسی: انگوٹھے میں پہننے والا چھوٹا سا زیور جس میں آئینہ بھی لگا ہوتا ہے اور عورتیں اس میں منہ دیکھتی ہیں۔ دشت و در: جنگل اور بیابان۔ وہی: یعنی خدا تعالیٰ۔

رات اور شاعر

(۱)

رات

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تُو پریشاں
خاموش صورتِ گُل، مانندِ بُو پریشاں
تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تُو
مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تُو
یا تُو مِری جبیں کا تارا گرا ہُوا ہے
رفعت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا بسا ہے
خاموش ہو گیا ہے تارِ ربابِ ہستی
ہے میرے آئنے میں تصویرِ خوابِ ہستی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے
ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے
یوں سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے
شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکُوں سے
آزاد رہ گیا تُو کیونکر مرے فسوں سے؟

شاعر

مَیں ترے چاند کی کھیتی میں گُہر بوتا ہُوں
چُھپ کے انسانوں سے مانندِ سحَر روتا ہُوں
دن کی شورش میں نکلتے ہوئے گھبراتے ہیں
عزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں
مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے، سُناؤں کس کو
تپشِ شوق کا نظّارہ دِکھاؤں کس کو
برقِ ایمن مرے سینے پہ پڑی روتی ہے
دیکھنے والی ہے جو آنکھ، کہاں سوتی ہے!
صفَتِ شمعِ لَحد مُردہ ہے محفل میری
آہ، اے رات! بڑی دُور ہے منزل میری
عہدِ حاضر کی ہَوا راس نہیں ہے اس کو
اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو
ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سُنا جاتا ہوں

پریشاں: بے چین. صورتِ گُل: پھول کی طرح. مانندِ بو: خوشبو کی طرح. پریشاں: بکھرا ہوا. جوہری: قیمتی موتیوں کی پہچان/ پرکھ رکھنے والا. دریائے نُور: روشنی کا دریا، آسمان. جبیں: ماتھا، پیشانی. رفعت: بلندی. پستی: نیچائی. تارِ ربابِ ہستی: زندگی کے باجے کا تار، مراد زندگی جو رات کے وقت خاموش ہے. گرداب: بھنور. موجِ بیتاب: مراد اچھلتی ہوئی لہریں. بستی زمیں کی: مراد زمین کی دُنیا. کیسی: کتنی زیادہ. ہنگامہ آفریں: شور وغُل/ رونق پیدا کرنے والی. آبادی نہیں: اس میں کوئی نہیں رہ رہا. نا آشنا: ناواقف، بےخبر. فسوں: جادو.

گُہر بونا: مراد آنسو ٹپکانا. مانندِ سحر: صبح کی طرح، مراد اوس کی طرح. شورش: ہنگامہ. عزلتِ شب: رات کی تنہائی. ٹپک جانا: قطرہ قطرہ کرکے گر جانا. تپشِ شوق: عشق کی گرمی. برقِ ایمن: اشارہ ہے وادیِ ایمن (کوہِ طُور) کی طرف جہاں جلوۂ خدا بجلی طرح چمکا تھا. صفت: مانند/ طرح. شمعِ لحد: قبر پر جلنے والی موم بتی. محفل میری: میری قوم. مُردہ: مَری ہوئی. بڑی دُور ہے منزل میری: مراد اپنی قوم کو بیدار کرنے کا کام بہت دشواریاں لیے ہوئے ہے. احساس: خیال. ضبطِ پیغامِ محبت: محبت کا پیغام روک رکھنا. تابندہ: روشن.

بزمِ انجم

سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو
طشتِ اُفق سے لے کر لالے کے پھول مارے
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
قُدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اُتارے
محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
چمکے عُروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے
وہ دُور رہنے والے ہنگامۂ جہاں سے
کہتا ہے جن کو انساں اپنی زباں میں 'تارے'

محوِ فلک فروزی تھی انجمن فلک کی
عرشِ بریں سے آئی آواز اک مَلَک کی

اے شب کے پاسبانو، اے آسماں کے تارو!
تابندہ قوم ساری گردُوں نشیں تمھاری

چھیڑو سرُود ایسا، جاگ اُٹّھیں سونے والے
رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمھاری
آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں
شاید سُنیں صدائیں اہلِ زمیں تمھاری

رُخصت ہوئی خموشی تاروں بھری فضا سے
وسعت تھی آسماں کی معمور اس نوا سے

''حُسنِ ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں
جس طرح عکسِ گُل ہو شبنم کی آرسی میں
آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کُہن پہ اَڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کُچل گئی ہیں جس کی رواروی میں
آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزاروں انجم
داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں
اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین والے
جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں''

انجم: جمع نجم، ستارے شامِ سیہ قبا: اندھیرے کی وجہ سے کالے لباس والی شام کہا۔ طشت: تسلا، تھال۔ لالے کے پھول: مراد آسمان کے کنارے پر چھلکی ہوئی سُرخی۔ شفق: آسمان پر صبح اور شام کے وقت پھیلنے والی سُرخی۔ چاندی کے گہنے: مراد دن کی سفیدی اور روشنی۔ لیلائے ظلمت: تاریکی/ اندھیرے کی لیلیٰ، مراد اندھیرا۔ عروسِ شب: رات کی دلہن۔ موتی: مراد ستارے۔ ہنگامۂ جہاں: دنیا کی رونق، چہل پہل۔ محو: مصروف۔ فلک فروزی: آسمان کو روشن کرنے کا عمل۔ فلک کی انجمن: مراد چاند ستارے۔ مَلک: فرشتہ۔ پاسبانو: جمع پاسبان، چوکیدار، حفاظت کرنے والے۔ تابندہ: روشن۔ قوم: یعنی چاند تارے۔ گردوں نشیں: آسمان پر بیٹھنے والی۔ سرود: گیت، نغمہ۔ رہبر: راستہ دکھانے والی۔ تابِ جبیں: ماتھے/ پیشانی کی چمک۔ آئینے قسمتوں کے: یہ عام خیال ہے کہ ستاروں کی گردش سے تقدیریں بنتی یا بگڑتی ہیں۔ صدا: آواز۔ اہلِ زمیں: مراد انسان۔ معمور: بھری ہوئی، پُر۔ نوا: آواز۔ حُسنِ ازل: قدرت کا حُسن۔ دلبری: پیارا ہونا۔ عکسِ گل: پھول کی تصویر۔ آرسی: مراد چھوٹا سا آئینہ۔ آئینِ نو: مراد زمانے کے موجودہ دستور/ تقاضے۔ طرزِ کہن: مراد پرانا انداز زندگی۔ کٹھن: دشوار، مشکل۔ کاروانِ ہستی: زندگی کا قافلہ یعنی زندگی۔ تیز گام: بہت تیز چلنے والا۔ چمک جانا: فنا ہو جانا، مٹ جانا۔ روا روی: مراد لگاتار تیز چلتے رہنا۔ غائب: اوجھل۔ برادری: خاندان/ جماعت۔ اِک عمر میں: بہت عرصہ تک۔ پا جانا: سمجھ جانا۔ جذبِ باہمی: ایک دوسرے کی کشش۔ نظام قائم ہونا: انتظام، بندوبست برقرار/ جاری رہنا۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ نکتہ: گہری/ اہم بات۔

سیرِ فلک

تھا تخیل جو ہم سفر میرا
آسماں پر ہُوا گزر میرا
اُڑتا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی
جاننے والا چرخ پر میرا
تارے حیرت سے دیکھتے تھے مجھے
رازِ سربستہ تھا سفر میرا
حلقۂ صبح و شام سے نکلا
اس پُرانے نظام سے نکلا

کیا سُناؤں تمھیں اِرم کیا ہے
خاتمِ آرزوئے دیدہ و گوش
شاخِ طُوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور
بے حجابانہ حور جلوہ فروش
ساقیانِ جمیل جام بدست
پینے والوں میں شورِ نوشا نوش
دُور جنت سے آنکھ نے دیکھا
ایک تاریک خانہ، سرد و خموش
طالعِ قیس و گیسوئے لیلیٰ
اُس کی تاریکیوں سے دوش بدوش
خنک ایسا کہ جس سے شرما کر
کُرۂ زمہریر ہو رُوپوش
میں نے پوچھی جو کیفیت اُس کی
حیرت انگیز تھا جوابِ سروش

یہ مقامِ خُنک جہنّم ہے   نار سے، نُور سے تہی آغوش
شعلے ہوتے ہیں مُستعار اس کے   جن سے لرزاں ہیں مردِ عبرت کوش

اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں

تخیّل: ذہن میں آیا ہوا خیال. چرخ: آسمان. رازِ سربستہ: چُھپا ہوا بھید. حلقہ: دائرہ، چکر. ارم: بہشت. خاتم آرزوئے دیدہ و گوش: آنکھوں اور کانوں کی خواہش ختم کرنے والی. طُوبیٰ: جنت کا ایک درخت. نغمہ ریز: چھچہانے والا / والے. طیور: جمع طائر، پرندے. بے حجابانہ: پردے کے بغیر، کھل کر. جلوہ فروش: مراد اپنا دیدار کرانے والی. ساقیانِ جمیل: شرابِ طہور پلانے والے خوبصورت ساقی یعنی غلمان. جام بدست: ہاتھوں میں (شراب) کے پیالے لیے ہوئے. شورِ نوشانوش: ''پیو اور خوب پیو'' کا شور / ہنگامہ. تاریک خانہ: اندھیرے والی جگہ. سرد: ٹھنڈا. خموش: خاموش، چُپ کی حالت. طالعِ قیس: مجنوں کا نصیب، مراد سیاہ. گیسوئے لیلیٰ: لیلیٰ کی زلفیں، یعنی سیاہ. دوش بدوش: کندھے سے کندھا ملائے ہوئے یعنی تاریکی میں ایک جیسے. خنک: ٹھنڈا، ٹھنڈی. کرۂ زمہریر: ہوا کے دائرے کا وہ حصہ جو تمام کائنات میں سب سے زیادہ ٹھنڈا ہے. روپوش: شرم کے مارے منہ چھپانے والا. کیفیت: حالت، صورتِ حال. حیرت انگیز: حیرانی بڑھانے والا. سروش: فرشتہ. نار: آگ. نُور: روشنی. تہی آغوش: جس کی گود خالی ہو، مراد خالی. جہنّم: دوزخ. مستعار: دوسروں سے مانگے ہوئے. لرزاں: کانپنے والا. مردِ عبرت کوش: دوسروں کے بُرے انجام سے سبق لینے والا انسان. انگار: شعلے، آگ. اپنے ساتھ لانا: مراد اپنے بُرے اعمال (آگ کی صورت میں لانا).

نصیحت

میں نے اقبالؔ سے ازراہِ نصیحت یہ کہا
عاملِ روزہ ہے تُو اور نہ پابندِ نماز

تُو بھی ہے شیوۂ اربابِ ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس، لب پہ ترے ذکرِ حجاز

جُھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
تیرا اندازِ تملُّق بھی سراپا اعجاز

ختم تقریر تری مدحتِ سرکار پہ ہے
فکرِ روشن ہے ترا مُوجدِ آئینِ نیاز

درِ حُکّام بھی ہے تجھ کو مقامِ محمود
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلفِ ایاز

اور لوگوں کی طرح تُو بھی چُھپا سکتا ہے
پردۂ خدمتِ دِیں میں ہوسِ جاہ کا راز

نظر آ جاتا ہے مسجد میں بھی تُو عید کے دن
اثرِ وعظ سے ہوتی ہے طبیعت بھی گداز

دست پروردترے مُلک کے اخبار بھی ہیں
چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا ساز

اس پہ طُرّہ ہے کہ تُو شعر بھی کہہ سکتا ہے
تیری مینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے، وہ ہیں تجھ میں سبھی
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اُٹھ کے شریکِ تگ و تاز

غمِ صیّاد نہیں، اور پر و بال بھی ہیں
پھر سبب کیا ہے، نہیں تجھ کو دماغِ پرواز

''عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
حالیا غُلغلہ در گنبدِ افلاک انداز''

☆

ازراہِ نصیحت: سمجھانے کے طور پر۔ عامل: عمل کرنے والا۔ شیوہ: طور طریقہ۔ اربابِ ریا: مکّار لوگ۔ کامل: مراد ماہر۔ لندن: انگلستان کا بڑا اور مشہور شہر۔ ہوس: مراد تمنا۔ ذکرِ حجاز: مراد اسلام کی باتیں۔ مصلحت آمیز: مراد جس میں دھوکا فریب اور اپنی بھلائی کا خیال ہو۔ اندازِ تملّق: چاپلوسی کا طریقہ۔ سراپا: پورے طور پر۔ اعجاز: غیر معمولی کارنامہ۔ مدحتِ سرکار: حکومت کی تعریف کرنا۔ فکرِ روشن: مراد عمدہ سوچ سمجھ/ عقل۔ موجد: ایجاد کرنے والا۔ آئینِ نیاز: عاجزی کا طور طریقہ۔ درِ حکام: حاکموں کا دروازہ یعنی بارگاہ۔ مقامِ محمود: بہت

تعریف والی جگہ۔ پالیسی: Policy، حکمتِ عملی۔ پیچیدہ تر: زیادہ اُلجھی ہوئی۔ زلفِ ایاز: (محمود غزنوی کے غلام) ایاز کی زلف۔ پردۂ خدمتِ دیں: دین کی خدمت کے بہانے۔ ہوسِ جاہ: عزت و مرتبہ حاصل کرنے کا لالچ۔ طبیعت گداز ہونا: مراد طبیعت پر بے حد اثر ہونا۔ دست پَرورد: ہاتھ کا پالا ہوا، جسے مال وغیرہ دیا گیا ہو۔ فرض ہے: لازم ہے۔ تشہیر کا ساز چھیڑنا: مراد شہرت کا سامان کرنا (پبلشی)۔ اس پہ طرّہ: یعنی اس سے بڑھ کر یہ۔ مینائے سخن: شاعری کی شراب کی صراحی، مراد شاعری۔ شرابِ شیراز: مراد حافظ شیرازی (شمس الدین ۷۲۶ھ۔ ۷۹۱ھ، مشہور ایرانی شاعر) کی شاعری کا انداز۔ شریکِ تگ و تاز: دوڑ دھوپ یعنی سیاسی مقابلے میں شامل۔ غمِ صیاد: شکاری یعنی حکمرانوں کا ڈر۔ پر و بال: مراد حسن خوبیوں کی ضرورت ہے۔ دماغِ پرواز: مراد فائدہ اٹھانے کا خیال/ فکر۔

☆ آخرکار ہمارا ٹھکانا قبرستان میں ہے بہتر یہی کہ اِس وقت تو کائنات میں ہنگامے مچادے؛ یعنی تیرے نعروں سے کائنات گونج اٹھے۔ (یہ شعر حافظ شیرازی کا ہے)

رام

لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند

یہ ہندیوں کے فکرِ فلک رس کا ہے اثر
رفعت میں آسماں سے بھی اُونچا ہے بامِ ہند

اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں مَلک سرِشت
مشہور جن کے دَم سے ہے دُنیا میں نامِ ہند

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

اعجاز اُس چراغِ ہدایت کا ہے یہی
روشن تر از سحر ہے زمانے میں شامِ ہند

تلوار کا دھنی تھا، شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں، جوشِ محبت میں فرد تھا

رام: ہندوؤں کے قدیم مذہبی رہنما شری رام چندر جی جنھیں ہندوؤں کا ایک فرقہ شری کرشن سے زیادہ قابلِ احترام سمجھتا ہے۔ شرابِ حقیقت: کائنات کی تحقیق (حقیقت ماننا) کا فلسفہ۔ خطۂ مغرب: مراد یورپ۔ رامِ ہند: مراد (فلسفے میں) ہندوستان (کے فلسفیوں) کا لوہا ماننے والے/ بہتر جاننے والے۔ فکرِ فلک رس: آسمان تک پہنچنے والی (بلند) سوچ اور حکمت۔ بام: چھت، مراد ملک۔ مَلک سرِشت: فرشتوں کی سی خصلت والا۔ اہلِ نظر: بصیرت رکھنے والے۔ اعجاز: مراد کرشمہ، انوکھا کام۔ روشن تر از سحر: صبح سے بھی زیادہ روشن۔ تلوار کا دھنی: تلوار چلانے میں بڑا ماہر۔ جوشِ محبت: عشق کا جذبہ۔ فرد: بے مثل۔

موٹر

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی
موٹر ہے ذوالفقار علی خاں کا کیا خموش

ہنگامہ آفریں نہیں اس کا خرامِ ناز
مانندِ برق تیز، مثالِ ہوا خموش

میں نے کہا، نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر
ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش

ہے پا شکستہ شیوۂ فریاد سے جرس
نکہت کا کارواں ہے مثالِ صبا خموش

مینا مدام شورشِ قُلقُل سے پا بہ گِل
لیکن مزاجِ جامِ خرام آشنا خموش

شاعر کے فکر کو پرِ پرواز خامشی
سرمایہ دارِ گرمیِ آواز خامشی!

موٹر: یہ اشارہ ہے نواب سر ذوالفقار علی خان مرحوم کی کار کی طرف جس میں ایک مرتبہ علامہ نے سر جگندر سنگھ اور مرزا جلال الدین بیرسٹر کے ہمراہ سیر کی تھی۔ اس ذور کی دوسری کاروں میں گھر گھراہٹ کی آواز پیدا ہوتی تھی جبکہ اس کار میں ایسی آواز نہ تھی۔ پتے کی بات: بڑی ٹھیک بات۔ جگندر: سردار جگندر سنگھ، سکھوں کے لیڈر، سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر اور ۲ برس وزیر زراعت بھی رہے۔ چند ایک کتابیں ان سے یادگار ہیں۔ ذوالفقار علی خاں: مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق تھا (۱۸۷۶ء۔۱۹۳۳ء)۔ علامہ سے ان کی ملاقات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ ان کی دوستی آخر تک رہی۔ انھوں نے Voice from the East or the Poetry of Iqbal جیسی کتاب لکھ کر علامہ کو یورپ اور امریکہ سے روشناس کرایا۔ وہ علامہ کے بہترین دوستوں میں سے تھے۔ ہنگامہ آفریں: مراد شور پیدا کرنے والی۔ خرامِ ناز: ادا سے چلنا، مراد چلنا۔ مانندِ برق: بجلی کی طرح۔ منحصر: جس پر انحصار کیا گیا ہو۔ جادۂ حیات: زندگی کا راستہ۔ تیز پا: تیز چلنے والا/والی۔ پا شکستہ: ٹوٹے ہوئے پاؤں والی۔ شیوہ: طریقہ، ڈھنگ۔ جرس: گھنٹی۔ نکہت: خوشبو۔ صبا: صبح سویرے کی خوش گوار ہوا۔ مدام: ہمیشہ۔ شورش: شور۔ قلقل: صراحی سے شراب نکلنے کی آواز۔ جامِ خرام آشنا: گردش میں رہنے والا پیالۂ شراب۔ پر پرواز: مراد (خیالات کو) بلندی کی طرف لے جانے کا باعث۔ سرمایہ دار: مالا مال۔ گرمیِ آواز: آواز میں دل کو پگھلا دینے والی کیفیت۔

انسان

منظر چَمنِستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا
محرومِ عمل نرگس مجبورِ تماشا ہے

رفتار کی لذّت کا احساس نہیں اس کو
فطرت ہی صنوبر کی محرومِ تمنا ہے

تسلیم کی خُوگر ہے جو چیز ہے دُنیا میں
انسان کی ہر قوّت سرگرمِ تقاضا ہے

اس ذرّے کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دَم
یہ ذرّہ نہیں، شاید سمٹا ہُوا صحرا ہے

چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چَمنِستاں کی
یہ ہستیِ دانا ہے، بینا ہے، توانا ہے

چمنستاں: جہاں کئی چمن (باغ) ہوں، مراد باغ۔ نازیبا: جو اچھا/ خوبصورت نہ ہو۔ محرومِ عمل: عمل سے بے نصیب، عمل نہ کرنے والی۔ نرگس: ایک پھول جسے آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ مجبورِ تماشا: دیکھنے/ نظارہ کرنے پر مجبور۔ رفتار: چلنا۔ صنوبر: سرو کی قسم کا ایک لمبا درخت۔ محرومِ تمنا: جو ہر طرح کی خواہش سے بے نصیب ہو۔ تسلیم: رضامندی کی اور خود کچھ نہ کرنے کی عادت۔ خوگر: عادی۔ قوت: طاقت یعنی صلاحیت۔ سرگرمِ تقاضا: طلب میں مشغول۔ اس ذرّے کو: مراد انسان کو۔ ہر دَم: ہمیشہ۔ سمٹا ہوا: سکڑا ہوا۔ ہیئت: شکل وصورت، ڈھانچا۔ ہستیِ دانا: عقل وشعور والا وجود۔ بینا: دیکھنے والا۔

خطاب بہ جوانانِ اسلام

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے
وہ کیا گردُوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں خلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا

سماں 'اَلفَقرُ فَخرِی' کا رہا شانِ امارت میں
"بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوے زیبا را" ☆

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعِم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تُو گفتار وہ کردار، تُو ثابت وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اَسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مُسلَّم سے کوئی چارا

مگر وہ عِلم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

"غنیؔ! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را" ☆☆

خطاب: چند لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر گفتگو / تقریر کرنا۔ تدبّر: غور و فکر، سوچ بچار۔ گردوں: آسمان۔ آغوش: گود۔ تاجِ سرِ دارا: اسلام سے پہلے ایران کے قدیم بادشاہ دارا کے سر کا تاج۔ دارا عظیم شان و شوکت والا بادشاہ تھا۔ مراد ایران کی اُس وقت کی عظیم حکومت۔ تمدن آفریں: تہذیب اور باہم رہنے سہنے کے ڈھنگ پیدا کرنے یعنی سکھانے والا۔ خلّاق: تخلیق کرنے / بنانے والا۔ آئینِ جہاں داری: دنیا پر حکومت کرنے کا دستور۔ صحرائے عرب: عرب کا ریگستان، حجاز وغیرہ۔ شتربان: اونٹ ہانکنے والا۔ گہوارا: گہوارہ، مراد تربیت کی جگہ۔

سماں: منظر۔ ''الفقر فخری'': حضور نبی کریمؐ کا ارشاد کہ فقیری میرے لیے فخر کا باعث ہے۔ شانِ امارت: امیری یا حکومت کی عزت۔ گدائی: غریبی، مفلسی۔ وہ اللہ والے: یعنی عرب مسلمان جنھیں خدا پر بھروسا تھا۔ غیور: غیرت والے، کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے والے۔ منعم: مالدار۔ گدا: فقیر، مفلس۔ یارا: حوصلہ۔ صحرا نشیں: ریگستانی علاقوں میں رہنے والے۔ جہاں گیر: دنیا کو فتح کرنے والے۔ جہاں دار: دنیا پر حکومت کرنے والے۔ جہاں بان: دنیا پر حکومت کرنے کے انداز سے واقف۔ جہاں آرا: دنیا کو سجانے والے مراد دنیا کے لیے باعثِ مسرت و راحت حکمران۔ الفاظ میں نقشہ کھینچنا: مراد لفظوں میں اس طرح بیان کرنا کہ پوری تصویر سامنے آجائے۔ فزوں تر: بڑھ کر، زیادہ۔ آبا: جمع اَب، مراد پرانے بزرگ (اسلاف)۔ نسبت ہونا: ان جیسا ہونے کی خوبی رکھنا۔ گفتار: گفتگو، بول چال۔ ثابت: ایک جگہ ٹھہرا رہنے والا۔ سیارا: مسلسل چلنے یعنی عمل کرنے والے۔ گنوا دی: کھو دی، ختم کر دی۔ اسلاف: جمع سلف، پرانے بزرگ۔ میراث: بزرگوں کا چھوڑا ہوا سرمایہ۔ ثریا: مراد بلندی۔ زمیں: پستی۔ عارضی: وقتی۔ آئینِ مسلّم: مانا ہوا دستور/ قانون۔ چارا: چارہ یعنی بچنے کی کوئی تدبیر۔ علم کے موتی: اشارہ ہے ان کتب خانوں کی طرف جو انگریز حکمرانوں نے یہاں سے یورپ پہنچا دیے تھے اور جو آج بھی ''انڈیا آفس لائبریری'' اور ''برٹش میوزیم'' کی شان کا باعث ہیں۔ دل سیپارہ ہونا: مراد دل کو بہت دکھ پہنچنا (سیپارہ: تیس ٹکڑے)۔

☆ خوبصورت چہرے کو سجانے، سنوارنے کی کیا ضرورت ہے یعنی کوئی ضرورت نہیں۔ (یہ مصرع حافظ شیرازی کا ہے)

☆☆ غنی ذرا حضرت یعقوبؑ کی سیاہ روزی (بدنصیبی) ملاحظہ کر کہ ان کی آنکھوں کی روشنی (یعنی حضرت یوسفؑ)، زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہی ہے یعنی وہ زلیخا کے لیے باعثِ سکون و راحت ہیں۔ (یہ شعر غنی کاشمیری کا ہے)

غرّۂ شوّال

یا

ہلالِ عید

غرّۂ شوّال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار
آ کہ تھے تیرے لیے مسلم سراپا انتظار
تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
شام تیری کیا ہے، صبحِ عیش کی تمہید ہے
سرگزشتِ ملّتِ بیضا کا تو آئینہ ہے
اے مہِ نو! ہم کو تجھ سے اُلفتِ دیرینہ ہے
جس علَم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم
تیری قسمت میں ہم آغوشی اُسی رایت کی ہے
حُسنِ روز افزوں سے تیرے آبروملّت کی ہے

آشنا پرور ہے قوم اپنی، وفا آئیں ترا
ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

اَوجِ گردُوں سے ذرا دُنیا کی بستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے!

قافلے دیکھ اور اُن کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

دیکھ کر تجھ کو اُفُق پر ہم لُٹاتے تھے گُہر
اے تہی ساغر! ہماری آج ناداری بھی دیکھ

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ، ان کی گرفتاری بھی دیکھ

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بُت کدے میں برہَمن کی پختہ زُنّاری بھی دیکھ

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظّارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
اُمّتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

ہاں، تملُّق پیشگی دیکھ آبرُو والوں کی تُو
اور جو بے آبرُو تھے، اُن کی خودداری بھی دیکھ

جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلّم سے کِیا
اُس حریفِ بے زباں کی گرم گُفتاری بھی دیکھ
سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سُن
اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیّاری بھی دیکھ
چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اَوروں کی عیّاری بھی دیکھ
صورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

غرۂ شوال: اسلامی سال کے دسویں مہینے شوال کی پہلی تاریخ. نورِ نگاہ: آنکھوں کی روشنی. روزہ دار: روزہ رکھنے والا. سراپا انتظار: بے چینی سے انتظار کرنے والا. تحریرِ پیامِ عید: مراد عید آنے کی عبارت. عیش: خوشی و مسرت. سرگزشت: گزرے ہوئے حالات/واقعات. ملّتِ بیضا: روشن قوم یعنی ملّتِ اسلامیہ. آئینہ: مراد جس سے دوسری چیز کا پتا چلے. مہِ نو: ماہِ نو، پہلی کا چاند. الفتِ دیرینہ: پرانی محبت. علَم: جھنڈا، پرچم. تیغ آزما: تلوار سے میدانِ جنگ میں لڑنے والے. رنگیں قبا: خون کے لباس والا. ہم آغوش: ساتھ مل کے رہنا (جھنڈے میں ہلال کا نشان مراد ہے). رایت: جھنڈا. حُسنِ روز افزوں: ہر روز بڑھتے رہنے والی دل کشی. آبرو: شان، عزت. آشنا پرور: دوست کو پالنے والی، وفادار. محبت خیز: محبت بڑھانے والا. پیراہنِ سیمیں: سفید لباس. اوجِ گردوں: آسمان کی بلندی. پستی: آبادی. رفعت: بلندی. برق رفتاری: بہت تیز چلنے کی حالت، بہت ترقی کرنا. قافلے: دوسری قومیں. رہروِ درماندہ: پیچھے رہ جانے والا مسافر، مراد مسلمان قوم. منزل سے بیزاری: آگے بڑھنے سے بے پروائی. افق: آسمان کا کنارہ. تہی ساغر: خالی پیالے والا، ہلال کی صورت اُلٹے پیالے کی ہے. شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ: مراد مسلمانوں میں انتشار/نا اتفاقی. برہمن: ہندو مذہبی رہنما مراد غیر مسلم قومیں. پختہ زُنّاری: مراد مذہبی قوت میں اضافہ. مسلم آئینی: مسلمانوں کے سے طور طریقے. مسلم آزاری: مسلمانوں کا اپنے ہی بھائیوں کو تکلیف پہنچانا. بارشِ سنگِ حوادث: حادثوں کے پتھر برسنا،

مصیبتیں پڑنا۔ آئینہ دیواری: مراد بے عملی اور بے حسی۔ تملق پیشگی: چاپلوسی کی عادت۔ آبرو والے: عزت والے، مراد مسلمان۔ خودداری: اپنی عزت کی خاطر غلط باتوں سے بچنا۔ لطف تکلم: بات چیت کا مزہ۔ حریفِ بے زباں: مراد وہ غیر مسلم قومیں جنھیں بولنے کا سلیقہ نہ تھا۔ گرم گفتاری: چرب زبانی، بڑھ بڑھ کے بات / مقابلہ کرنا۔ سازِ عشرت: خوشی و مسرت کا باجا۔ مغرب کے ایوان: یورپ کے محل، یورپ۔ چاک کر دی......: مراد ترکی کا اقدام جو اس نے خلافت چھوڑ کر مغربی طرز حکومت رائج کرنے کے لیے کیا۔ اوروں: دوسری قوموں۔ شورشِ امروز: آج کے ہنگامے، مراد ۱۹۱۱ء کے زمانے میں ترکی، ایران اور دوسرے اسلامی ملک جو خلفشار کا شکار تھے۔ سرودِ دوش: ماضی کا گیت، مراد ماضی میں مسلمانوں کی عظمت۔

شمع اور شاعر

(فروری ۱۹۱۲ء)

شاعر

۱

دوش می گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش
گیسوے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ اے

۲

در جہاں مثلِ چراغِ لالۂ صحراستم
نے نصیبِ محفلے نے قسمتِ کاشانہ اے

۳

مدّتے مانندِ تُو من ہم نفَس می سوختم
در طوافِ شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ اے

۴

می تپد صد جلوہ در جانِ امَل فرسُودِ من
بر نمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانہ اے

۵

از کُجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی

شمع

مجھ کو جو موجِ نَفَس دیتی ہے پیغامِ اجل
لب اسی موجِ نَفَس سے ہے نَوا پیرا ترا

میں تو جلتی ہوں کہ ہے مُضمَر مری فطرت میں سوز
تُو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا

گریہ ساماں مَیں کہ میرے دل میں ہے طوفانِ اشک
شبنم افشاں تُو کہ بزمِ گُل میں ہو چرچا ترا

گُل بہ دامن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح
ہے ترے اِمروز سے ناآشنا فردا ترا

یوں تو روشن ہے مگر سوزِ درُوں رکھتا نہیں
شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا

سوچ تو دل میں، لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا!

اور ہے تیرا شِعار، آئینِ ملّت اور ہے
زِشت رُوئی سے تری آئینہ ہے رُسوا ترا

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائیِ بُت خانہ ہے
کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا
قیس پیدا ہوں تری محفل میں! یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا
اے دُرِ تابندہ، اے پروَردۂ آغوشِ موج!
لذّتِ طوفاں سے ہے ناآشنا دریا ترا

اب نوا پیرا ہے کیا، گلشن ہُوا برہم ترا
بے محل تیرا ترنّم، نغمہ بے موسم ترا

تھا جنھیں ذوقِ تماشا، وہ تو رخصت ہوگئے
لے کے اب تُو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا
انجمن سے وہ پُرانے شعلہ آشام اُٹھ گئے
ساقیا! محفل میں تُو آتش بجام آیا تو کیا
آہ، جب گلشن کی جمعیّت پریشاں ہو چکی
پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا
آخرِ شب دید کے قابل تھی بِسمل کی تڑپ
صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا
اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا

پھول بے پروا ہیں، تُو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حِس ہے، آوازِ درا ہو یا نہ ہو

شمعِ محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذّت سے بیگانے رہے
رشتۂ اُلفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تُو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے
شوقِ بے پروا گیا، فکرِ فلک پیما گیا
تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے
وہ جگر سوزی نہیں، وہ شعلہ آشامی نہیں
فائدہ پھر کیا جو گِردِ شمع پروانے رہے
خیر، تُو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ میخانے رہے
رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہُوئی مِینا اُسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جُنوں پروَر جہاں
رقص میں لیلیٰ رہی، لیلیٰ کے دیوانے رہے

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی
شہر اُن کے مِٹ گئے آبادیاں بَن ہو گئیں

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہوگئیں

دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہوگئیں

خود تجلّی کو تمنّا جن کے نظّاروں کی تھی
وہ نگاہیں نا اُمیدِ نُورِ ایمن ہوگئیں

اُڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہوگئیں

وسعتِ گردُوں میں تھی ان کی تڑپ نظّارہ سوز
بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہوگئیں

دیدۂ خونبار ہو منّت کشِ گلزار کیوں
اشکِ پیہم سے نگاہیں گُل بہ دامن ہو گئیں

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

مُژدہ اے پیمانہ بردارِ خُمستانِ حجاز!
بعد مُدّت کے ترے رِندوں کو پھر آیا ہے ہوش

نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی
پھر دکاں تیری ہے لبریزِ صدائے ناؤ نوش
ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند
پھر سُلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش
پھر یہ غوغا ہے کہ لا ساقی شرابِ خانہ ساز
دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش
نغمہ پیرا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں
ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش
در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را ہم بسوز
گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش!
کہہ گئے ہیں شاعری جُزویست از پیغمبری
ہاں سُنا دے محفلِ مِلّت کو پیغامِ سروش

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

رہزنِ ہمّت ہُوا ذوقِ تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تُو، گلشن میں مثلِ جُو ہوا
اپنی اصلیّت پہ قائم تھا تو جمعیّت بھی تھی
چھوڑ کر گُل کو پریشاں کاروانِ بُو ہوا

زندگی قطرے کی سِکھلاتی ہے اَسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا

پھر کہیں سے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے یہ
زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

آبرو باقی تری مِلّت کی جمعیّت سے تھی
جب یہ جمعیّت گئی، دنیا میں رُسوا تُو ہوا

فرد قائم ربطِ مِلّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ
یعنی اپنی مے کو رُسوا صورتِ مِینا نہ کر

خیمہ زن ہو وادیِ سِینا میں مانندِ کلیم
شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم
صَرفِ تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر

تُو اگر خوددار ہے، منّت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نِگوں پیمانہ کر

کیفیت باقی پُرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جُنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر

خاک میں تجھ کو مُقدر نے مِلایا ہے اگر
تو عصا اُفتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر

ہاں، اسی شاخِ کُہَن پر پھر بنا لے آشیاں
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر

اس چمن میں پیروِ بُلبل ہو یا تلمیذِ گُل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تُو
لب کُشا ہو جا، سَرُودِ بربطِ عالَم ہے تُو

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تُو، کھیتی بھی تُو، باراں بھی تُو، حاصل بھی تُو

آہ، کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تُو، رہرو بھی تُو، رہبر بھی تُو، منزل بھی تُو

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تُو، بحر تُو، کشتی بھی تُو، ساحل بھی تُو

دیکھ آ کر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی
قیس تُو، لیلیٰ بھی تُو، صحرا بھی تُو، محمل بھی تُو

وائے نادانی کہ تُو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تُو، مینا بھی تُو، ساقی بھی تُو، محفل بھی تُو

شعلہ بن کر پھُونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

بے خبر! تُو جوہرِ آئینۂ ایّام ہے
تُو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اپنی اصلیّت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو
قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے

کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تُو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

سینہ ہے تیرا امیں اُس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے

ہفت کِشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکُوت
اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے؟

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گُلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

دل کی کیفیّت ہے پیدا پردۂ تقریر میں
کِسوَتِ مِینا میں مے مستور بھی، عُریاں بھی ہے

پھُونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ!

آسماں ہوگا سحر کے نُور سے آئینہ پوش
اور ظُلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اس قدر ہوگی ترنّم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گُل کی ہم نفَس بادِ صبا ہو جائے گی

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مُضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

پھر دِلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجُود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

نالۂ صیّاد سے ہوں گے نوا ساماں طُیور
خونِ گُل چیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

موجِ نفس: سانس کی لہر، ہوا۔ جل: سوت، بجھ جانا۔ لب: ہونٹ۔ نوا پیرا: نغمہ/ گیت الاپنے والا۔ مضمر: چھپا ہوا۔ فطرت: مزاج، سرشت، خمیر۔ سوز: جلنے کی حالت، تپش۔ فروزاں: روشن۔ پروانوں: مراد عاشقوں۔ سودا: جنون، عشق۔ گریہ ساماں: رونے والی (موم بتی کے قطرے مراد ہیں)۔ طوفانِ اشک: آنسوؤں کی کثرت۔ شبنم افشاں: مراد اوس کی طرح رونے والا۔ بزمِ گل: پھولوں کی محفل، یعنی عاشق لوگ۔ گل بداماں: جھولی میں پھول لیے، مراد آباد۔ میری شب کا لہو: پھولوں کی سُرخی کو شب کا لہو کہا۔ امروز: آج، زمانہ حال۔ فردا: آنے والا کل، مستقبل۔ سوزِ دروں: مراد دل کا سوز و گداز۔ لقب: کسی خاص صفت کی بنا پر دیا گیا نام۔ انجمن: مراد قوم۔ پیمانہ: دل۔ بے صہبا: شراب یعنی محبت سے خالی۔ شعار: طور طریقہ۔ آئینِ ملت: قوم کا دستور/ چلن۔ زشت رُوئی: بدصورتی، عمل اچھے نہ ہونا۔ آئینہ: شخصیت۔ پہلو: مراد دل۔ شوریدہ سر: دیوانہ، پاگل۔ قیس: مجنوں کا نام، مراد عاشقِ خدا اور رسولؐ کے۔ محفل: قوم۔ تنگ: مراد چھوٹا، محدود۔ محمل ہے بے لیلا ترا: مراد عشق کا دعویٰ تو ہے لیکن کوئی محبوب تیرے پیشِ نظر نہیں۔ دُرِ تابندہ: چمکدار موتی۔ پروردۂ آغوشِ موج: لہروں کی گود میں پالا ہوا، مراد اسلام سے ظاہری تعلق رکھنے والا عملاً اس سے دور۔ برہم: الٹ پلٹ۔ ترنم: مراد اہلِ قوم کو شاعری سنانے کا عمل۔ نغمہ: گانا۔ بے موسم: بے موقع۔ ذوقِ تماشا: دیکھنے/ نظارہ کرنے کا شوق۔ وہ تو رخصت ہو گئے: اشارہ ہے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شہید ہونے والے لوگوں کی طرف۔ وعدۂ دیدارِ عام: ہر مسلمان سے محبوب کے دیدارِ عام کا وعدہ۔ تو کیا: کیا فائدہ۔ شعلہ آشام: عشق کی آگ بھڑکانے والی شراب پینے والے۔ آتش بجام: مراد عشق کی آگ تیز کرنے والی شاعری۔ جمعیت: جماعت کی صورت۔ بادِ بہاری: موسمِ بہار کی ہوا جو پھول کھلاتی ہے۔ آخرِ شب: رات کا آخری حصہ۔ بسمل: زخمی۔ صبحِ دم: صبح کے وقت۔ کوئی: مراد محبوب۔ بالائے بام: چھت پر۔ وہ شعلہ: مراد وہ جذبۂ عشق جو پہلے مسلمانوں میں تھا۔ سودائی: دیوانہ، بیحد چاہنے والا۔ سوزِ تمام: عشق کے جذبوں کی پوری پوری تپش/ حرارت۔ پھول: مراد اہلِ ملت۔ بے پروا: جنھیں

کوئی دلچسپی نہیں. گرمِ نوا: مراد بذریعہ شاعری جذبۂ عشق تیز کرنے میں مصروف. بے حس: جسے اپنے نقصان کا احساس نہ ہو. درا: قافلے کی گھنٹی. شمعِ محفل: مراد ملت/ قوم کا رہنما. لذت سے بیگانہ: کسی چیز کے لطف کا احساس نہ رکھنے والا. رشتۂ الفت میں پرونا: باہمی محبت پیدا کرنا. تسبیح کے دانے: مراد مسلمان/ افرادِ قوم. فکرِ فلک پیما: بہت بلند شاعرانہ سوچ/ تخیل. فرزانے: جمع فرزانہ، عقلمند. جگر سوزی: جذبۂ عشق کی گرمی. شعلہ آشامی: عشق کے جذبوں کی آگ تیز کرنے کا عمل. خیر: چلو مان لیا. مے کش: شراب پینے والا. پیمانے گردش میں رہنا: مراد علم و حکمت اور عشق و معرفت کا دور دورہ ہونا. دشتِ جنوں پرور: عشق کے جذبوں کو تیز کرنے والا صحرا، دینی علوم کے مدرسے اور خانقاہیں. لیلیٰ کا رقص میں رہنا: دین کو پھیلانے کے لیے عملی اقدام کرنا. وائے ناکامی: افسوس ہے (منزل نہ ملنے پر). متاعِ کارواں: قافلے کی پونجی/ دولت. احساسِ زیاں: نقصان کو محسوس کرنے کی حالت. ہنگاموں: مراد جدوجہد، عمل. ویرانے: اجڑی جگہیں. بن ہونا: اجڑ جانا. سطوت: دبدبہ، شان. توحید: خدا کو ایک ماننا. جن نمازوں: مراد پہلے مسلمانوں کی اسلام سے مکمل وابستگی. نذرِ برہمن ہو گئیں: یعنی مسلمانوں نے ہندوؤں کے طور طریقے اپنا لیے. دہر: زمانہ. عیشِ دوام: ہمیشہ ہمیشہ کی خوشی و مسرت. آئین کی پابندی: دستور/ قانون پر سختی سے عمل. سامانِ شیون: رونے پیٹنے کا سبب. تجلی: جلوہ، دیدار. نورِ ایمن: طور کی طرف اشارہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدائی نور کی جھلک دکھائی دی تھی. پابند: قید. نشیمن: گھونسلا. گردوں: آسمان. نظارہ سوز: نظارے کو جلانے والی. آسودہ: آرام کرنے والی. دامانِ خرمن: فصل/ پیداوار کا پلو، مراد غفلت میں ڈوبا ہوا. دیدۂ خونبار: خون رونے والی آنکھ، بہت غمگین. منت کش: احسان اٹھانے والی. اشکِ پیہم: مسلسل آنسو بہنے کی حالت. گل بداماں: جس کی جھولی میں سرخ پھول ہوں. شامِ غم: مراد اس وقت کے دکھ بھرے حالات (غلامی). صبحِ عید: مراد اچھے دن (آزادی وغیرہ). ظلمتِ شب: رات کی تاریکی. مژدہ: خوش خبری، مبارک باد. پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز: مراد اسلام سے محبت کرنے والا. رند: مراد سچا مسلمان. نقدِ خودداری: غیرت کی نقدی، یعنی غیرت. بہائے بادۂ اغیار: غیروں کی شراب (طور طریقوں) کی قیمت. لبریزِ صدائے ہاؤ نوش: مراد جذبوں میں پھر تیزی آنے لگی ہے. ماہ سیمایانِ ہند: ہندوستان کے حسین، مراد غیر اسلامی تصورات وغیرہ. سلیمٰی کی نظر: مشہور عرب حسینہ، مراد اسلامی اصول. خروش: شور و غوغا، مراد اسلام سے جذبۂ محبت کی بیداری. غوغا: شور، ہنگامہ. شراب خانہ ساز: مراد اسلامی آداب اور تہذیب. ہنگامے: جذبے. مغرب: یورپ. نغمہ پیرا: گیت گانے والا، شاعری سے جذبے بیدار کرنے والا. ہنگامہ: وقت. سحر کا آسماں: صبح کا آسماں، مراد اسلام. خورشید: سورج. مینا بدوش: کندھوں پر شراب کی صراحی لیے، مراد عمل اور جدوجہد کے لیے تیار. کہہ گئے ہیں: یعنی کسی کا قول ہے. شاعری

جز ویست از پیغمبری: با مقصد شاعری پیغمبری ہی کا ایک حصہ ہے۔ سروش: فرشتہ۔ دل کو زندہ کیا: مراد پھر سے دلوں میں پہلے والے جذبے پیدا کیا۔ سوزِ جوہر گفتار: مراد اعلیٰ مقصد کی حامل شاعری کی تاثیر۔ رہزنِ ہمت: حوصلہ ختم کرنے والا۔ ذوقِ تن آسانی: سستی اور غفلت کا شوق۔ مثلِ جو: ندی کی طرح۔ اصلیت پہ قائم: مراد اسلامی اصولوں پر قائم زندگی۔ جمعیت: مراد قوم کا متحد ہونا۔ اسرار: جمع سِر، بھید۔ گوہر: موتی۔ دل بیگانہ پہلو ہونا: عشق و عمل کے جذبوں سے خالی ہونا۔ آبرو: عزت، شان۔ فرد: شخص، آدمی۔ قائم: برقرار۔ ربطِ ملت: اپنی قوم سے وابستہ رہنے کی حالت۔ کچھ نہیں: بیکار ہے۔ مستور: چھپا ہوا۔ خیمہ زن ہونا: ڈیرا ڈالنا۔ وادیِ سینا: مراد قدرت کے مظاہر۔ شعلۂ تحقیق: حقیقت تک رسائی کی آگ۔ غارت گر کاشانہ: مراد غیر حقیقی/ قیاس پر مبنی خیالات کو ختم کرنے والا/ مٹانے والا۔ انجامِ ستم: ظلم کا نتیجہ۔ صرفِ تعمیرِ سحر کر: مراد روشنی کی عمارت بنانے پر خرچ کر۔ خاکسترِ پروانہ: پتنگے کی راکھ۔ منت کش: احسان مند۔ عین: ٹھیک۔ حباب آسا: بلبلے کی طرح نگوں: الٹا۔ کیفیت: مزہ۔ پرانے کوہ و صحرا: جو پہاڑ، جنگل وغیرہ کبھی فتح کیے گئے تھے۔ عصا: سہارے کی لاٹھی۔ افتاد: گرنے کی حالت۔ مثالِ دانہ: بیج کی طرح۔ ہاں: دیکھ۔ شاخِ کہن: پرانی ٹہنی۔ اہلِ گلشن: مراد اہلِ وطن۔ شہید: مراد متاثر۔ نغمۂ مستانہ: جذبوں سے پُر شاعری۔ پیرو: پیروی کرنے/ پیچھے چلنے والا۔ تلمیذ: شاگرد۔ سراپا: مکمل طور پر۔ بے صدا: جس کی آواز نہ ہو۔ رمِ شبنم: اوس کے قطروں کا آواز کے بغیر گرنا۔ سرودِ ہمہ ربطِ عالم: دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اسلام کی سُریلی آواز۔ دہقان: کسان۔ باراں: بارش۔ حاصل: پیداوار۔ جستجو: تلاش۔ آوارہ رکھنا: بے چینی کی حالت میں پھرانا۔ رہرو: راہ چلنے والا، مسافر۔ رہبر: راستے پر لے جانے والا۔ اندیشہ: ڈر۔ یا خدا: ملاح۔ کوچہ: گلی۔ چاکِ گریباں: گریباں کا پھٹا ہوا حصہ۔ قیس: مجنوں، عاشق۔ لیلیٰ: یعنی محبوب۔ وائے نادانی: افسوس ہے اس ناسمجھی پر۔ محتاج: ضرورت مند، احسان اٹھانے والا۔ خاشاکِ غیر اللہ: یعنی اللہ کے سوا جو کچھ دنیا میں ہے وہ کوڑا کرکٹ ہے۔ باطل: کفر۔ غارت گر: تباہ کرنے والا۔ جوہرِ آئینۂ ایام: زمانے کے آئینے کی چمک دمک۔ خدا کا آخری پیغام: مراد قرآن کریم پر ایمان رکھنے والا۔ اصلیت: حقیقت۔ بحرِ بے پایاں: بے حد وسیع سمندر۔ گرفتار: پکڑا ہوا، قیدی۔ طلسمِ ہیچ مقداری: خود کو بے حیثیت/ اہمیت سمجھنے کا جادو۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ شوکت: دبدبہ۔ امیں: کسی کی امانت رکھنے والا۔ پیامِ ناز: خوبصورت پیغام، یعنی اسلام۔ اُس: مراد خدا۔ انتظامِ دہر: زمانے کا نظم و نسق/ بندوبست۔ پیدا: ظاہر۔ پنہاں: چھپا ہوا۔ ہفت کشور: مراد ساری کائنات۔ تسخیر ہونا: قابو میں آنا، فرماں بردار بننا۔ بے تیغ و تفنگ: تلوار اور بندوق کے بغیر۔ وہ سامان: یعنی اسلام اور حضور اکرمؐ سے محبت کا جذبہ۔ کوہِ فاراں: مکہ معظمہ کی پہاڑی جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا۔ شاہد: گواہ۔ سکوت: خاموشی۔ تغافل پیشہ: غفلت اختیار کرنے والا۔ وہ پیماں: اس

وعدے کی طرف اشارہ ہے جو حضور اکرمؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے مسلمان اشاعتِ اسلام کے لیے کرتے تھے۔ ناداں: ناسمجھ، کم عقل۔ قناعت کرنا: تھوڑے پر بھی راضی ہو جانا۔ تنگیِ داماں: جھولی کا چھوٹا ہونا مراد اسلام کی تھوڑی خدمت۔ کیفیت: حالت۔ پیدا: ظاہر۔ پردۂ تقریر: مراد گفتگو کے اندر۔ کسوت: مراد غلاف۔ مینا: شراب کی صراحی۔ مستور: چھپی ہوئی۔ عُریاں: مراد ظاہر۔ آتش نوائی: دلوں میں جذبوں کی گرمی پیدا کرنے والی شاعری۔ زندگانی کا ساماں: ایسی بات جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ جلوۂ تقدیر: تقدیر کا سامنے ہونا۔ سحر: صبح، مراد آزادی اور اسلام کا روشن مستقبل۔ آئینہ پوش: مراد چمکنے والا۔ ظلمت: اندھیرا، غلامی/ باطل۔ سیماب پا: مراد بھاگ جانے/ دور ہو جانے والی۔ ترنّم آفریں: مراد نغمے کا سا کیف رکھنے والی۔ نکہتِ خوابیدہ: سوئی ہوئی خوشبو یعنی جو ابھی کلی میں ہے۔ غنچے کی نوا: کلی کھلنے کی آواز۔ سینہ چاکانِ چمن: یعنی پھول، مراد اہلِ اسلام۔ بزمِ گُل: مراد اسلام کے عاشقوں کی محفل۔ ہم نفس: ایک ساتھ سانس لینے والی، ساتھی۔ شبنم افشانی: مراد دلوں پر اثر کرنے والی شاعری۔ سوز و ساز: مراد باہمی عشق و محبت کے پُر جوش جذبے۔ اس چمن: مراد وطن۔ ہر کلی: مراد ہر فرد/ شخص۔ درد آشنا: عشق کے جذبوں سے واقف۔ سطوتِ رفتارِ دریا: مراد کفر/ باطل کی قوتوں کا دبدبہ۔ مآل: انجام، آخر۔ موجِ مضطر: بے چین لہر، مراد اسلام دشمنوں کے فتنے۔ زنجیرِ پا: مراد مصیبت کا باعث۔ پیغامِ سجود: مراد خدا کے حضور سربسجدہ ہونے کا پیغام، توحید کی طرف توجہ۔ خاکِ حرم: کعبہ کی سرزمین۔ نوا ساماں: چہچہانے والے، خوش ہونے والے۔ طیور: جمع طائر، پرندے یعنی مسلمان۔ گل چیں: پھول توڑنے والا، مراد ظالم دشمن۔ رنگیں قبا: سُرخ لباس (جو خوشی کی علامت ہے)۔ محوِ حیرت: حیرانی میں ڈوبا ہوا۔ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی: مراد بہت بڑا انقلاب آئے گا۔ شب گریزاں ہوگی: کفر کی تاریکیاں دور ہو جائیں گی۔ جلوۂ خورشید: مراد اسلام کی روشنی۔ چمن: ملک، ہندوستان۔ معمور: بھرا ہوا، پُر۔ نغمۂ توحید: خدا کی وحدت کا ترانہ۔

۱۔ کل شام میں اپنے اُجڑے گھر میں شمع سے یہ کہہ رہا تھا کہ تیری زلفوں کے لیے پتنگے کے پر ایک کنگھی کا کام دیتے ہیں۔

۲۔ دنیا میں میری حالت بیابان میں اُگنے والے (سُرخ رنگ کے پھول) لالہ کے چراغ کی سی ہے (سُرخی کی بنا پر لالہ کو چراغ کہا) جسے جلنے/ روشنی پھیلانے کے لیے نہ تو کوئی محفل میسر آئی اور نہ کوئی گھر ہی نصیب ہوا

۳۔ ایک مدت تک میں بھی تیری طرح اپنی جان کو جلاتا رہا لیکن میرے شعلے کے گرد کسی ایک پتنگے نے بھی چکر نہ لگایا/ نہ اُڑا۔

۴۔ میری تمناؤں کی ساری جان میں سیکڑوں جلوے تڑپ رہے ہیں لیکن اس محفل سے تو ایک بھی دل دیوانہ / عاشق نہیں اُٹھ رہا۔

۵۔ تو نے کہاں سے یہ دنیا کو روشن کرنے والی آگ حاصل کر لی اور ایک معمولی سے کیڑے (پتنگے) کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی سی عشق کی تڑپ سکھا دی۔

۶۔ دوسرے یعنی مخلوقات کے غم میں جل اور دوسروں کو بھی جلا۔ میں نے تجھے یہ ایک بڑی روشن بات بتائی ہے اگر تو سن سکتا ہے تو توجہ سے سن۔
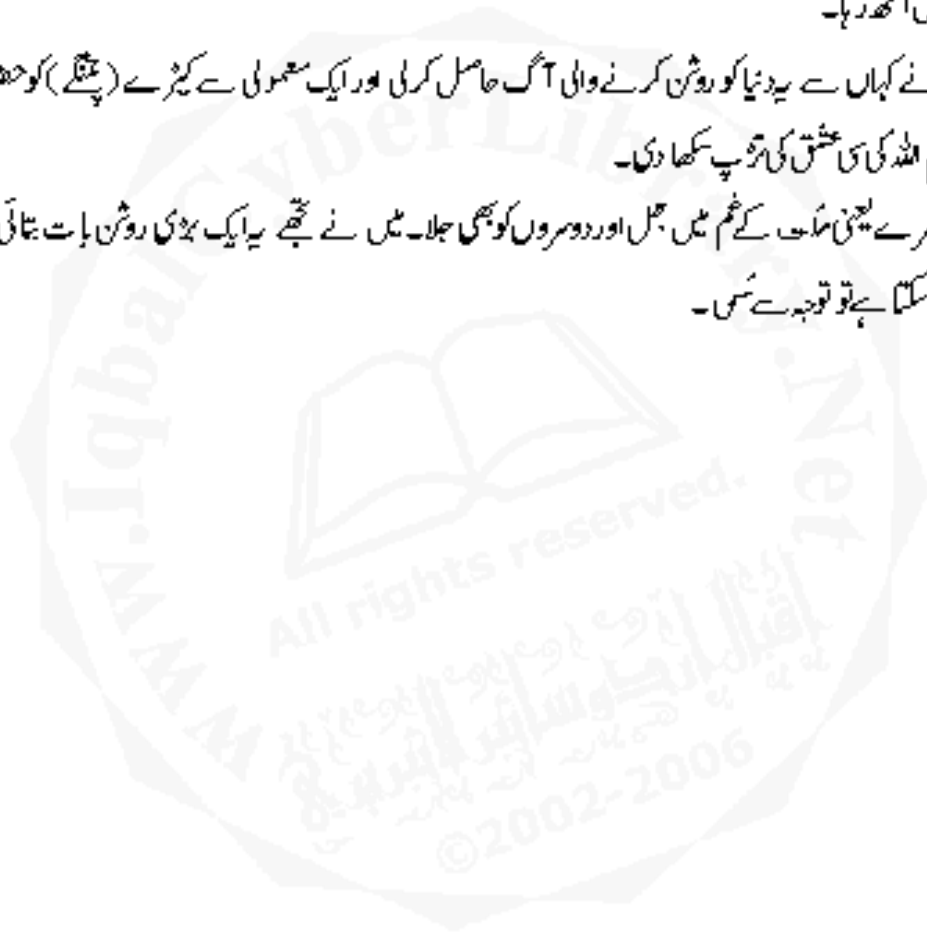
مسلم

(جون ۱۹۱۲ء)

ہر نفَس اقبالؔ تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے
نغمۂ اُمید تیری بربطِ دل میں نہیں
ہم سمجھتے ہیں یہ لیلیٰ تیرے محمل میں نہیں
گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا
اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا
قصۂ گل ہم نوایانِ چمن سنتے نہیں
اہلِ محفل تیرا پیغامِ کُہن سنتے نہیں
اے درائے کاروانِ خفتہ پا! خاموش رہ
ہے بہت یاس آفریں تیری صدا خاموش رہ
زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہوسکتی نہیں
شمع سے روشن شبِ دوشینہ ہوسکتی نہیں

ہم نشیں! مسلم ہُوں مَیں، توحید کا حامل ہُوں مَیں

اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادِل ہُوں مَیں

نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے

اور مسلم کے تخیّل میں جسارت اس سے ہے

حق نے عالم اس صداقت کے لیے پیدا کیا

اور مجھے اس کی حفاظت کے لیے پیدا کیا

دہر میں غارت گرِ باطل پرستی مَیں ہُوا

حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی مَیں ہُوا

میری ہستی پیرہن عُریانیِ عالَم کی ہے

میرے مِٹ جانے سے رُسوائی بنی آدم کی ہے

قسمتِ عالَم کا مسلم کوکبِ تابندہ ہے

جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے

آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اَسرارِ حیات

کہہ نہیں سکتے مجھے نومیدِ پیکارِ حیات

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے

ہے بھروسا اپنی مِلّت کے مقدر پر مجھے

یاس کے عُنصر سے ہے آزاد میرا روزگار

فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہدِ کُہن رہتا ہُوں مَیں
اہلِ محفل سے پُرانی داستاں کہتا ہُوں مَیں

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اِکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

سامنے رکھتا ہُوں اُس دورِ نشاط افزا کو مَیں
دیکھتا ہُوں دوش کے آئینے میں فردا کو مَیں

آہ: مراد اسلام سے محبت کا جذبہ۔ مستور: چُھپا ہوا۔ سینۂ سوزاں: عشق کی آگ میں تپنے والا دل۔ فریاد سے معمور: گریہ و زاری سے پُر۔ نغمۂ اُمید: اُمید کا ترانہ، پُر امیدی۔ بربط: باجا۔ لیلیٰ: یعنی اُمید۔ محمل: کجاوہ یعنی دل۔ گوش: کان۔ سرودِ رفتہ: مراد ماضی کے مسلمانوں کے شاندار کارنامے۔ جویا: تلاش کرنے والا۔ ہنگامۂ حاضر: مراد موجودہ دور کے قومی مسائل۔ ہم نوایانِ چمن: مراد اہلِ وطن۔ اہلِ محفل: اہلِ وطن۔ پیغامِ کہن: شاندار ماضی اسلام کی باتیں۔ درا: کارواں۔ خفتہ پا: مراد عمل / جدوجہد سے عاری مسلمانوں کو بیدار کرنے والا۔ یاس آفریں: مایوسی پھیلانے والی۔ محفلِ دیرینہ: پرانی محفل۔ شبِ دوشینہ: کل گزری ہوئی رات۔ ہم نشیں: ساتھ بیٹھنے والا۔ توحید کا حامل: جس کا خدا کی وحدت پر ایمان ہو۔ شاہدِ عادل: انصاف پسند گواہ۔ نبضِ موجودات: کائنات کی حرکت کرنے والی رگ۔ تخیل: قوتِ خیال۔ جسارت: دلیری۔ حق: خدا۔ غارت گر: مٹانے / تباہ کرنے والا۔ باطل پرستی: کُفر یا بے حقیقت باتوں کی عبادت۔ مَیں: مسلمان، اسلام۔ حافظ: حفاظت کرنے والا۔ ناموسِ ہستی: وجود / کائنات کی عفت / حرمت۔ بنی آدم: انسان۔ کوکبِ تابندہ: چمکتا ہوا ستارہ۔ تابانی: چمک۔ افسونِ سحر: صبح کا جادو، مراد روشنی۔ آشکارا: ظاہر۔ نومید: نا امید، جو مایوس ہو چکا ہو۔ عنصر: مادہ، بنیاد۔ روزگار: زمانہ، دنیا۔ فتحِ کامل: مکمل فتح۔ جوشِ کارزار: شدید جنگ و جدال، لڑائی عروج پر ہونا۔ چشم بر عہدِ کہن رہنا: اسلام کے شاندار ماضی پر نظر رہنا۔ اہلِ محفل: اہلِ ملت۔ پرانی داستاں: وہی شاندار ماضی۔ عہدِ رفتہ: گزرا ہوا زمانہ۔ اِکسیر: ایسا مادہ جو تانبے کو سونا بنا دیتا ہے، کیمیا۔ دورِ نشاط افزا: خوشی و مسرت بڑھانے والا زمانہ۔ دوش: گزرا ہوا کل، ماضی۔ فردا: آنے والا کل، مستقبل۔

حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہُوا
جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہُوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کُہنۂ عالم سے آشنا نہ ہُوا

فرشتے بزمِ رسالتؐ میں لے گئے مجھ کو
حضورِ آیۂ رحمتؐ میں لے گئے مجھ کو

کہا حضورؐ نے، اے عندلیبِ باغِ حجاز!
کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوشِ جامِ وِلا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
اُڑا جو پستیِ دنیا سے تُو سُوئے گردُوں
سِکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بُو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تُو آیا؟

"حضورؐ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

ہزاروں لالہ و گُل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو، وہ کلی نہیں ملتی

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، جنت میں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ہے تری اُمّت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں"

حضور: خدمت۔ رسالت مآبؐ: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ گراں: بھاری۔ یہ ہنگامۂ زمانہ: یہ زمانے کی مصیبتیں، اشارہ ہے ۱۹۱۱ء کی جنگ بلقان کی طرف۔ اس موقع پر ترکوں کی مدد کے لیے شاہی مسجد لاہور کے جلسہ میں علامہ نے یہ نظم پڑھی تھی۔ رختِ سفر: سفر کا سازوسامان۔ قیود: جمع قید، قیدیں، پابندیاں۔ بسر کرنا: زندگی گزارنا۔ نظامِ کہنۂ عالم: دُنیا کا پرانا نظم ونسق، دُنیا کے تعلقات۔ آشنا: واقف۔ بزمِ رسالتؐ: حضور اکرمؐ کی محفلِ مبارک۔ آیۂ رحمت: رحمت کی نشانی یعنی حضورِ اکرمؐ جنھیں تمام کائنات کے لیے رحمت کہا گیا ہے عندلیب: بلبل۔ باغِ حجاز: مراد چمن اسلام۔ گرمی نوا: مراد عشق کی حرارت سے پُر شاعری۔ گداز: پگھلی ہوئی، بیحد متاثر۔ سرخوش: بہت خوش، بہت مست۔ جامِ ولا: (حضورؐ کی) محبت کا جام۔ فتادگی: عاجزی، انکسار۔ غیرتِ سجودِ نیاز: جو عاجزی/خاکساری والے سجدے کے لیے باعثِ رشک ہو۔ پستی: نیچائی۔ سُوئے گردوں: آسمان کی طرف۔ مَلائک: جمع مَلک، فرشتے۔ رفعتِ پرواز: مراد شاعرانہ تخیّل کی بلندی۔ بہ رنگِ بو: خوشبو کی طرح آسودگی: سکون، آرام۔ لالہ وگل: مراد انسان۔ ریاضِ ہستی: زندگی/وجود کا باغ، دنیا۔ نذر: تحفہ۔ آبگینہ: شیشے کا پیالہ۔ جھلکتی ہے: چمکتی ہے نظر آتی ہے۔ طرابلس: ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے ترکی کے اس شہر پر حملہ کر کے بہت سے ترکوں کو شہید کر دیا تھا۔

شفاخانۂ حجاز

اک پیشوائے قوم نے اقبالؔ سے کہا
کھلنے کو جدّہ میں ہے شفاخانۂ حجاز
ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرّہ بے قرار
سنتا ہے تُو کسی سے جو افسانۂ حجاز
دستِ جنوں کو اپنے بڑھا جَیب کی طرف
مشہور تُو جہاں میں ہے دیوانۂ حجاز

دارالشفا حوالیِ بطحا میں چاہیے
نبضِ مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے

میں نے کہا کہ موت کے پردے میں ہے حیات
پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت مجاز میں
تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مِل گیا
پایا نہ خضر نے مَۓ عمرِ دراز میں
اَوروں کو دیں حضور! یہ پیغامِ زندگی
مَیں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

آئے ہیں آپ لے کے شِفا کا پیام کیا
رکھتے ہیں اہلِ درد مسیحا سے کام کیا!

شفا خانۂ حجاز: جدہ (حجاز کی بندرگاہ) میں ایک ہسپتال کُھلنے پر یہ نظم کہی گئی۔ افسانۂ حجاز: حجاز/ اسلام کی بات۔ دستِ جنوں: عشق یا دیوانگی کا ہاتھ۔ جیب: گریبان۔ دار الشفا: شفاخانہ، ہسپتال۔ حوالی: آس پاس۔ بطحا: وادیٔ مکہ۔ نبض: ہاتھ کی وہ رگ جس سے مرض کا پتا چلاتے ہیں۔ پنجہ: مراد ہاتھ۔ عیسیٰؑ: حضرت عیسیٰؑ، ڈاکٹر، طبیب۔ حیات: زندگی۔ پوشیدہ: چُھپی ہوئی۔ حقیقت: اصلیت۔ مجاز: مراد اشارے/ کنائے یا استعارے۔ تلخابہ: کڑوا پانی۔ اجل: موت۔ خضر: ایک روایتی پیغمبر جنھوں نے ''آبِ حیات'' پی کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پائی۔ مے عمر دراز: لمبی یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کی شراب۔ اَوروں کو: دوسروں کو۔ حضور: جنابِ عالی، آپ۔ شفا: صحت، تندرستی۔ اہلِ درد: مراد عاشق لوگ، حضورِ اکرمؐ کے عاشق۔ مسیحا: مراد طبیب، ڈاکٹر۔

جوابِ شکوہ

دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
قُدسی الاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے
خاک سے اُٹھتی ہے، گردُوں پہ گزر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مرا
پیرِ گردُوں نے کہا سُن کے، کہیں ہے کوئی
بولے سیّارے، سرِ عرشِ بریں ہے کوئی
چاند کہتا تھا، نہیں! اہلِ زمیں ہے کوئی
کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی
کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رِضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا
عرش والوں پہ بھی کُھلتا نہیں یہ راز ہے کیا!
تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا!
آ گئی خاک کی چُٹکی کو بھی پرواز ہے کیا!

غافل آداب سے سُکّانِ زمیں کیسے ہیں
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں!

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے
تھا جو مسجودِ ملائک، یہ وہی آدم ہے!
عالِمِ کیف ہے، دانائے رموزِ کم ہے
ہاں مگر عجز کے اَسرار سے نامحرم ہے

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

آئی آواز، غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا
آسماں گیر ہُوا نعرۂ مستانہ ترا
کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ ترا

شُکر شِکوے کو کِیا حُسنِ ادا سے تُو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تُو نے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دِکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، اِلحاد سے دل خُوگر ہیں
اُمّتی باعثِ رُسوائیِ پیغمبرؐ ہیں
بُت شکن اُٹھ گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پِسر آزر ہیں
بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے
حرَمِ کعبہ نیا، بُت بھی نئے، تُم بھی نئے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا
نازشِ موسمِ گُل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تمھارا یہی ہرجائی تھا
کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کرلو
ملّتِ احمدِؐ مُرسَل کو مَقامی کرلو!

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے! ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمَضاں بھاری ہے
تمھی کہہ دو، یہی آئینِ وفاداری ہے؟

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تُم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دُنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اَسلاف کے مدفن، تم ہو

ہو نِکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچو گے جو مِل جائیں صنم پتھر کے

صفحۂ دہر سے باطل کو مِٹایا کس نے؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی، مگر تُم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

کیا کہا! بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور
شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور
مُسلم آئیں ہُوا کافر تو ملے حور و قصور

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے، موسیٰؑ ہی نہیں

منفعَت ایک ہے اس قوم کی، نُقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حَرَمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آئینِ رسُولِ مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہو گئی کس کی نِگہ طرزِ سلَف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں، رُوح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمھارا، تو غریب

اُمَرا نشّۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملّتِ بیضا غُرَبا کے دم سے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں، رُوحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے، ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک

عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک

شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نم ناک

تھا شجاعت میں وہ اک ہستیِ فوق الادراک

خود گدازی نمِ کیفیتِ صہبائش بود ☆

خالی از خویش شدن صورتِ مینائش بود

ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا

اُس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا

جو بھروسا تھا اُسے قوّتِ بازو پر تھا

ہے تمھیں موت کا ڈر، اُس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا عِلم نہ بیٹے کو اگر اَزبر ہو

پھر پِسر قابلِ میراثِ پِدَر کیونکر ہو!

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے

تم مسلماں ہو! یہ اندازِ مسلمانی ہے!

حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے

تم کو اَسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

تختِ فغفور بھی اُن کا تھا، سریرِ کَے بھی
یونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیّت ہے بھی؟

خودکُشی شیوہ تمھارا، وہ غیور و خوددار
تم اُخوّت سے گریزاں، وہ اُخوّت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بہ کنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

مثلِ انجم اُفُقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے
بُتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
بے عمل تھے ہی جواں، دِین سے بدظن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

قیس زحمت کشِ تنہائیِ صحرا نہ رہے
شہر کی کھائے ہَوا، بادیہ پیما نہ رہے!
وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجابِ رُخِ لیلا نہ رہے!

گلۂ جَور نہ ہو، شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے، کیوں حُسن بھی آزاد نہ ہو!

عہدِ نَو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کُہن ایندھن ہے
ملّتِ ختمِ رُسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گُل بر انداز ہے خونِ شُہَدا کی لالی

رنگ گردُوں کا ذرا دیکھ تو عُنّابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی اُفُق تابی ہے

اُمّتیں گلشنِ ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں
اور محرومِ ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں
سیکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں
سیکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تُو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیرِ یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا
نخلِ شمع استی و در شعلہ دوَد ریشۂ تو
☆☆
عاقبت سوز بوَد سایۂ اندیشۂ تو

تُو نہ مِٹ جائے گا ایران کے مِٹ جانے سے
نشّۂ مے کو تعلّق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مِل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تُو ہے
عصرِ نَو رات ہے، دُھندلا سا ستارا تُو ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
تُو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا

کیوں ہراساں ہے صَہیلِ فرَسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نَفَسِ اعدا سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

مثلِ بُو قید ہے غُنچے میں، پریشاں ہوجا
رخت بر دوش ہَوائے چَمَنِستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا!

قُوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کردے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دُنیا میں نہ ہو، تُم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظّارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ 'رَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ' دیکھے

مَردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا
وہ تمھارے شُہَدا پالنے والی دنیا
گرمیِ مہر کی پروَردہ ہلالی دنیا
عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سِپَر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ما سِوَی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تُو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

پَر: پرندے کا بازو۔ قدسی الاصل: بنیادی طور پر پاک۔ رفعت: بلندی۔ گردُوں: آسمان۔ فتنہ گر: مراد شوخ۔ آسماں چیر گیا: یعنی آسمان سے آگے عرش تک پہنچ گیا۔ نالۂ بیباک: خوف سے خالی فریاد (مراد نظم "شکوہ")۔ سر: اوپر، قریب۔ عرشِ بریں: مراد خدا کا تخت۔ اہلِ زمیں: دنیا کا باشندہ، انسان۔ کہکشاں: چھوٹے چھوٹے بیشمار ستاروں کی ایک لمبی قطار۔ رضواں: جنت کا داروغہ۔ جنت سے نکالا ہوا انساں: مراد حضرت آدمؑ۔ راز کھلنا: بھید ظاہر ہونا۔ سرِ عرش: عرش پر۔ تگ و تاز: بھاگ دوڑ۔ خاک کی چٹکی: مراد انسان۔ سُکّان: جمع ساکن، رہنے والے۔ آداب: جمع ادب، اچھے طور طریقے، سلیقہ۔ شوخ و گستاخ: شریر اور ادب نہ کرنے والے۔ پستی: نیچائی، زمین، دنیا۔ مکیں: رہنے والا/والے۔ برہم: ناراض۔ مسجودِ ملائک: جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔ عالمِ کیف: کیفیت، یعنی یہ کیسا ہے؟ کے جواب سے واقف۔ دانا: جاننے والا۔ رموز: جمع رمز، اشارے، بھید، نکتہ۔ کم: مقدار یا تعداد۔ طاقتِ گفتار: بول چال کی طاقت۔ سلیقہ: اچھا طریقہ۔ غم انگیز: دُکھ بھرا۔ اشکِ بیتاب: بے چین آنسو۔ آسماں گیر: آسمان پر چھا جانے والا۔ نعرۂ مستانہ: پُر جوش نعرہ۔ شوخ زباں: بے خوف بات کرنے والا۔ دلِ دیوانہ: شیدائی/عاشق دل۔ حُسنِ ادا: اچھا طریقۂ بیان۔ ہم سخن: باہم بات چیت کرنے والے۔ مائل بہ کرم: مہربانی کرنے پر تیار۔ رہرو: چلنے والا، مسافر۔ جوہرِ قابل: اہلیت/لیاقت رکھنے والا انسان۔ گِل: مٹی۔ کَی: کے جیسی، کیخسرو، قدیم ایران کا مشہور اور عظیم بادشاہ۔ الحاد: مراد کفر، خدا کے وجود سے انکار۔ خُوگر: عادی۔ پیغمبرؐ: حضور اکرمؐ۔ بُت گر: بت بنانے والے۔ براہیمؑ: حضرت ابراہیمؑ جنھوں نے نمرود کا بتخانہ توڑا۔ پدر: باپ۔ آزر: حضرت ابراہیمؑ کے والد/چچا، مراد بت تراش۔ پسر: بیٹا، مراد آج کے مسلمان۔

بادہ آشام: شراب پینے والے، اسلام سے محبت کرنے والے۔ خُم: مٹکا، صراحی۔ حرمِ کعبہ نیا: مراد اصل کعبہ کی بجائے حکمرانوں کو سجدہ کرنا۔ بُت بھی نئے: یعنی دولت، مرتبہ سے محبت وغیرہ۔ مایۂ رعنائی: خوبصورتی/تازگی کی دولت، افتخار کا باعث۔ ناز ش: افتخار، فخر۔ موسمِ گل: بہار کا موسم۔ لالۂ صحرائی: مراد آغازِ اسلام کے مسلمان جو جہد و عمل میں بے مثل تھے۔ یکجائی: کسی ایک سے تعلق رکھنے والا۔ عہدِ غلامی کر لینا: مراد کسی اور کو خدا بنا لینا۔ مقامی کرنا: کسی ایک/خاص جگہ یا قوم تک محدود رکھنا۔ صبح کی بیداری: صبح سویرے اُٹھ کر عبادت کرنے کی حالت۔ طبعِ آزاد: مراد مذہب سے بے نیاز مزاج۔ قیدِ رمضان: روزوں کی پابندی۔ آئینِ وفاداری: ساتھ نبھانے، حقِ دوستی ادا کرنے کا دستور۔ جذبِ باہم: ایک دوسرے کی کشش۔ محفلِ انجم: مراد ستاروں کی گردش کا نظام جو اس کشش سے قائم ہے۔ پروائے نشیمن: مراد وطن کی فکر۔ آسودہ: آرام کرنے والی، پہنچی ہوئی۔ خرمن: غلے کا ڈھیر۔ اَسلاف: جمع سلف، پرانے بزرگ، آباواجداد۔ مدفن: قبر۔ نکو نام: اچھے نام والا۔ قبروں کی تجارت: مزاروں کے متولیوں کا مریدوں سے نذرانے وصول کرنا۔ صفحۂ دہر: مراد زمانہ۔ جبینوں سے بسانا: سجدے/عبادت کرنا۔ سینوں سے لگانا: مراد پورا پورا احترام کرنا۔ تم کیا ہو؟: یعنی تم میں وہ خوبیاں نہیں۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رہنا: غفلت، بے عملی کی زندگی گزارنا۔ بہرِ مسلماں: مسلمانوں کے لیے۔ وعدۂ حور: مومنوں سے جنت میں خوبصورت عورتیں دیے جانے کی طرف اشارہ۔ بے جا: بے موقع، جو صحیح نہ ہو۔ شعور: سلیقہ۔ فاطرِ ہستی: کائنات کو پیدا کرنے والا، خدا۔ ازل سے: کائنات سے بھی پہلے۔ مسلم آئیں: مراد اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا۔ قصور: جمع قصر، محل (جنت میں ملنے والے)۔ چاہنے والا: مراد اچھے عمل کرکے حق دار بننے والا۔ جلوۂ طور: خدا کا جلوہ جو حضرت موسیٰؑ کو طور پر نصیب ہوا۔ موسیٰؑ: مراد حضرت موسیٰؑ کا سا عشق رکھنے والا۔ منفعت: فائدہ۔ ایک ہونا: آپس میں اتفاق و محبت ہونا۔ فرقہ بندی: فرقہ پرستی (جو آج بہت زوروں پر ہے)۔ ذاتیں: مراد ذات برادری کا تعصب۔ پنپنا: پھلنا پھولنا۔ تارک: چھوڑنے والا، عمل نہ کرنے والا۔ آئینِ رسولِ مختار: مراد شریعتِ محمدیؐ۔ معیار: کسوٹی۔ سمانا: یعنی پیشِ نظر ہونا۔ شعار: طور طریقے۔ اغیار: جمع غیر، یعنی غیر مسلم قومیں۔ طرزِ سلف: پرانے بزرگوں کے طور طریقے۔ سوز: عشق کی حرارت۔ پاس: لحاظ۔ صف آرا: نماز کی خاطر صف بندی کرنے والے۔ پردہ رکھنا: کسی کے عیب ظاہر نہ کرنا۔ ملّتِ بیضا: روشن قوم، ملتِ اسلامیہ۔ واعظِ قوم: ملت کے مذہبی رہنما۔ پختہ خیالی: اسلامی عقیدوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کی حالت۔ برقِ طبعی: تقریر میں جلد اثر کرنے والی کیفیت۔ شعلہ مقالی: گفتگو/تقریر میں عشق کی گرمی۔ روحِ بلالیؓ: حضرت بلالؓ کا سا جذبۂ عشق۔ فلسفہ: مراد خالی باتیں ہی باتیں۔ تلقینِ غزالی: مشہور فلسفی اور صوفی امام غزالی (۱۰۵۸ء۔ ۱۱۱۱ء) کا عشقِ حقیقی سے متعلق درس۔ مرثیہ خواں: دکھ کا اظہار کرنے والی۔ صاحبِ اوصافِ حجازی: صحیح

اسلامی خوبیاں اور طور طریقے رکھنے والے۔ نابود: فنا۔ تھے بھی کہیں مسلم موجود: یعنی کہیں بھی نہیں تھے۔
نصاریٰ: جمع نصرانی، عیسائی۔ تمدن: شہری یا عام زندگی گزارنے کے طور طریقے۔ یوں تو سیّد...... : یعنی
برادری اور قبیلے کے حوالے سے اپنی پہچان کرانے والے۔ دمِ تقریر: بات کرتے وقت۔ لوث: آلودگی، عیب
ملاوٹ۔ مراعات: ایک دوسرے کا لحاظ (جس سے انصاف متاثر ہوتا ہے)۔ شجرِ فطرت: مزاج/سرشت کا
درخت، مراد مزاج۔ نمناک: تروتازہ۔ فوق الادراک: جس کی عظمت کو سمجھنا عقل سے باہر ہے۔ رگِ باطل:
کفر کی رگ۔ نشتر: وہ اوزار جس سے رگ کو چھیڑ کر گندا خون نکالا جاتا ہے۔ آئینۂ ہستی: زندگی کا آئینہ۔ جوہر:
آئینے کی چمک۔ قوتِ بازو: بازوؤں کی طاقت، مراد جہاد۔ ازبر: زبانی یاد۔ ذوقِ تن آسانی: آرام طلبی اور
سستی کا شوق/لطف۔ حیدری فقر: حضرت علیؓ کی سی دنیاوی لالچ سے بے نیازی۔ دولتِ عثمانیؓ: حضرت
عثمانؓ کا سا مال و دولت اور ایثار۔ کیا نسبتِ روحانی ہے: یعنی کوئی روحانی تعلق نہیں ہے۔ مسلماں ہو کر: یعنی
اسلام پر پوری طرح عمل کر کے۔ تارکِ قرآں: قرآن چھوڑنے (عمل نہ کرنے) والا۔ آپس میں غضب
ناک: مراد ایک دوسرے کے دشمن۔ خطا بیں: دوسروں میں خامیاں/غلطیاں تلاش کرنے والا۔ خطا پوش:
دوسروں کی خامیوں/برائیوں پر پردہ ڈالنے والا۔ اوجِ ثریا: ثریا ستارے کی سی بلندی۔ قلبِ سلیم: مراد اسلامی
جذبوں سے سرشار دل۔ فغفور: قدیم چین کے بادشاہوں کا لقب۔ سریر: تخت۔ کَے: کیخسرو، قدیم ایران کا عظیم
بادشاہ خسرو۔ شیوہ: طریقہ، انداز۔ گریزاں: بھاگنے والا/والے۔ گفتار سراپا: صرف باتیں ہی باتیں۔ سراپا
کردار: مکمل طور پر عملی جدوجہد کرنے والے۔ گلستاں بہ کنار: مراد دامن پھولوں سے بھرا ہوا۔ نقش: لکھا ہوا،
تحریر۔ صفحۂ ہستی: دنیا کی کتاب، دنیا۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ اُفقِ قوم: قوم کا آسمان، قوم۔ بتِ ہندی:
ہندوستانی ثقافت، تہذیب/لڑکیاں وغیرہ۔ برہمن ہونا: ہندوؤں کے سے طور طریقے اختیار کرنا۔ شوقِ پرواز:
اُڑنے کا شوق۔ مہجورِ نشیمن: مراد وطن سے دور۔ بدظن: دل میں بُرا خیال لانے والا/والے۔ تہذیب: موجودہ
طرزِ زندگی جو یورپ سے متاثر ہے۔ بند: پابندی، زنجیر، قید۔ صنم خانہ: بتوں کا گھر، مندر۔ زحمت کشِ تنہائی:
اکیلے پن کی تکلیف اُٹھانے والا۔ بادیہ پیما: جنگلوں میں پھرنے والا۔ حجاب: پردہ۔ رُخ: چہرہ۔ گلۂ جور: ظلم و زیادتی
کی شکایت۔ بیداد: ظلم۔ عہدِ نو: جدید دور، مغربی تہذیب کا دور۔ آتش زن: جلا دینے والا۔ خرمن: غلے کا ڈھیر۔
ایمن: محفوظ۔ نئی آگ: مراد جدید دور، نئی تہذیب۔ ملتِ ختمِ رسلؐ: مراد حضور اکرمؐ کی قوم۔ شعلہ بہ پیراہن:
جس کا لباس جل رہا ہو، نئی تہذیب میں فنا ہونے والی۔ براہیمؑ کا ایماں: حضرت ابراہیمؑ کی سی ایمانی قوت کہ
وہ نمرود کی آگ میں بیٹھ گئے اور بحکمِ خدا وہ گلزار بن گئی۔ اندازِ گلستاں: گلزار کی سی حالت/صورت۔ رنگِ چمن:
وطن/ملت کی صورتِ حال۔ مالی: باغ کی دیکھ بھال کرنے والا، مسلمان۔ کوکب: ستارہ۔ شاخیں ہیں چمکنے

والی: مراد اچھے دن آنے والے ہیں۔ خس و خاشاک: کوڑا کرکٹ، مراد مسلمانوں کے لیے ناموافق حالات۔ گلستاں: وطن۔ گل بہ انداز: پھول برسانے والی، اچھے حالات لانے والی۔ شہدا: جمع شہید، جنھوں نے قوم کے لیے جانوں کی قربانی دی۔ لالی: سُرخی۔ گردوں: آسمان۔ عنابی: سُرخ۔ نکلتا ہوا سورج: بُرے دنوں کے دُور ہونے کی علامت۔ اُفق تابی: آسمان کو روشن کرنے کا عمل۔ گلشنِ ہستی: دنیا۔ ثمر چیدہ: پھل پانے والی۔ خزاں دیدہ: اُجڑے باغ والی۔ نخل: درخت۔ کاہیدہ: مرجھایا ہوا۔ بالیدہ: بڑا، پھولا ہوا، تروتازہ۔ بطنِ چمن: باغ کی زمین۔ پوشیدہ: چھپی ہوئی۔ برومندی: سرسبز ہونے / پھل دینے کی حالت۔ سیکڑوں صدیاں: مراد سیکڑوں برس۔ پھل: نتیجہ۔ چمن بندی: باغ کی دیکھ بھال۔ گردِ وطن: جغرافیائی حدوں والے وطن کی خاک۔ سرِ داماں: پلّو کا کنارہ۔ تو وہ یوسف ہے ...... : مراد تمام دنیا مسلمان کے لیے وطن کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر: سوائے۔ بانگِ درا: قافلے کی گھنٹی کی آواز۔ ایران: ہمسایہ اسلامی مملک، مراد جغرافیائی حدیں۔ تُو: مسلمان، ملتِ اسلامیہ۔ نشۂ مے: شراب کی مستی۔ عیاں: ظاہر، روشن۔ یورشِ تاتار: اشارہ ہے چنگیز خان کے حملے کی طرف۔ چنگیز خاں نے ۶۱۶ھ میں اور اس کے بعد اس کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد اور ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور پھر اسی خاندان کے حکمران احمد تکودار نے ۶۸۰ھ کے بعد اسلام قبول کر کے اسلامی حکومت کی دھاک بٹھا دی۔ دوسرے مصرع ”پاسباں ......“ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کشتیِ حق: اسلام۔ عصرِ نو: نیا زمانہ۔ بپا: قائم۔ یورشِ بلغاری: بیسویں صدی کے آغاز میں ترکوں کی سیاسی قوت کے زوال کے سبب بلقانی ریاستوں نے ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم سے پہلے ترکوں سے جنگ کر کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بیداری: بے عملی چھوڑ کر عمل کی راہ اختیار کرنا۔ دل آزاری: دل کو دکھ پہنچانا۔ ساماں: سبب، باعث۔ ہراساں: ڈرا ہوا۔ صہیل: گھوڑے کا ہنہنانا۔ فرس: گھوڑا۔ اعدا: جمع عدو، دشمن۔ نورِ حق: حق کی روشنی، اسلام۔ نفس: پھونک۔ محفلِ ہستی: دنیا۔ حرارت: گرمی، عشق کا جذبہ۔ کوکبِ قسمتِ امکاں: مراد دنیا کی قسمت کا ستارہ۔ نورِ توحید: خدا کی وحدت کی روشنی۔ اِتمام: مکمل ہونا۔ مثلِ بو: خوشبو کی طرح۔ پریشاں ہو جا: مراد دنیا بھر میں پھیل جا۔ غنچے میں قید ہونا: مراد صرف اپنے خاص علاقے / ملک تک محدود رہنا۔ رخت بہ دوش: کندھے پر سامان رکھ کر، مکمل تیاری۔ ہوائے چمنستاں: باغ / دنیا کی فضا۔ تنک مایہ: تھوڑی دولت یا طاقت والا، کمزور۔ نغمۂ موج: لہروں کی آوازیں۔ ہنگامۂ طوفاں: طوفان کا شور (وہی پھیل جانے والی بات استعاروں میں)۔ قوتِ عشق: خدا اور رسولؐ سے محبت کی طاقت۔ بالا: مراد بلند مرتبہ۔ اسمِ محمدؐ: حضور اکرمؐ کا نام مبارک۔ یہ پھول: مراد حضور اکرمؐ ترنّم: چہچہانا۔ تبسم: مسکرانا، کھلنا۔ خُم: صراحی (شراب کی)۔ بزمِ توحید: مراد خدا کی وحدت کا چرچا۔ استادہ: ایستادہ، کھڑا ہوا، برقرار۔ اسی نام: محمدؐ جن کے طفیل یہ کائنات وجود میں آئی۔ نبضِ ہستی: کائنات کی رگ۔ تپش

آمادہ: حرکت میں رہنے والی یعنی زندگی کا باعث۔ دامنِ کہسار: پہاڑ کی وادی۔ چین کا شہر؛ مراکش کا بیابان: مراد ہر جگہ، پوری دنیا میں۔ ابد تک: رہتی دنیا تک۔ رفعتِ شان: عظمت اور بڑائی کی بلندی۔ "رفعنا لک ذکرک": قرآن کی ایک آیت کا ٹکڑا، "ہم نے (اے پیغمبرؐ) تیری خوشی کی خاطر تیرا نام بلند کر دیا ہے"۔ مردمِ چشم: آنکھ کی پتلی۔ کالی دنیا: سیاہ فام لوگوں / حبشیوں کا ملک۔ شہدا پالنے والی دنیا: اشارہ ہے ملک حبشہ کی طرف، جہاں مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے پہنچے پھر وہ مہاجر مدینہ پہنچ کر حضور اکرمؐ کے ساتھ جہادوں میں شریک ہوئے۔ گرمیِ مہر: سورج کی حرارت (حبشہ شدید گرمی والا ملک)۔ پروردہ: پالی ہوئی۔ ہلالی دنیا: مراد ہلالی نشان / جھنڈے والا، مسلمانوں کا ملک۔ بلالی دنیا: اشارہ ہے حبشی غلام، حضرت بلالؓ کی طرف۔ تپش اندوز: تڑپنے اور بے چین رہنے والی (حضورؐ سے بے پناہ محبت کے سبب)۔ غوطہ زن: ڈبکی لگانے والی۔ آنکھ کا تارا: مراد آنکھ کی پتلی کے اندر چمکتا ہوا باریک نقطہ۔ سپر: ڈھال۔ شمشیر: تلوار۔ درویش: قلندرانہ / فقیرانہ زندگی گزارنے والا۔ جہانگیر: پوری دنیا پر چھا جانے والی۔ ماسوی اللہ: اللہ کے سوا جو کچھ ہے یہ کائنات وغیرہ لوح و قلم: یعنی خود اپنی اور ساری کائنات کی تقدیر (تیرے ہاتھ میں ہے)۔

☆ اُس کے لیے دوسروں کی خاطر خود کو پگھلانا (قربانی دینا، کام آنا) شراب کے نشے کی طرح تھا اور خود کو خودغرضی اور مفاد پرستی سے دُور رکھنا اسی طرح تھا جس طرح صراحی شراب لنڈا کر خالی ہو جاتی ہے۔

☆☆ تو شمع (موم بتی) کا پورا درخت ہے اور شعلے میں تیری جڑیں پھیلی ہیں۔ تیرے فکر / خیالات کا سایہ / روشنی، انجام کو جلانے والا یعنی انجام سے بے پروا ہے۔

ساقی

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

جو بادہ کش تھے پرانے، وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی!

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے، اللہ کا نام لے ساقی!

ساقی: مراد قوم کے رہنما، مصلحین۔ نشہ: مراد شراب۔ گرتوں کو تھام لینا: جو گر رہے ہیں انھیں سنبھالنا، پستیوں سے نکالنا۔ بادہ کش: شراب پینے والے۔ اُٹھتے جاتے ہیں: اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ آبِ بقائے دوام: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کا پانی، آبِ حیات۔ ہنگامہ گستری میں: فتنہ و فساد پھیلانے میں۔ سحر: صبح، اچھے دن۔ اللہ کا نام لے: خدا کو یاد کر، جاگ اور قوم کی صحیح طور پر اصلاح کر۔

تعلیم اور اس کے نتائج

(تضمین برشعرِ مُلّا عرشی)

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقّی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ

گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نُما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

”تخمِ دیگر بکف آریم و بکاریم زنو ☆
کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو“

نتائج: جمع نتیجہ، نتیجے، اثرات۔ تضمین: گرہ لگانا۔ مُلّا عرشی: طہماسپ قلی بیگ عرف ملا عرشی یزدی۔ تبریز کا رہنے والا تھا۔ تمام عمر شاہ طہماسپ صفوی (۱۷ویں صدی عیسوی) کی خدمت میں گزاری۔ لبِ خنداں: ہنستے ہوئے ہونٹ۔ فراغت: خوشحالی، بے فکری۔ کیا خبر تھی: معلوم نہ تھا۔ الحاد: خدا کے وجود سے انکار۔ پرویز: ایران قدیم کا بادشاہ خسرو پرویز۔ شیریں: پرویز کی کنیز اور فرہاد کی محبوبہ۔ جلوہ نُما: مراد رونق کا باعث۔ تیشۂ فرہاد: فرہاد کا تیشہ مراد اسلامی تعلیمات کو نقصان پہنچانے والا رجحان۔

☆ ہم ایک اور بیج حاصل کر کے اسے نئے سرے سے بوئیں کیونکہ ہم نے جو کچھ بویا تھا شرمندگی کے مارے اسے کاٹ نہیں سکتے۔

قُربِ سُلطان

تمیزِ حاکم و محکوم مِٹ نہیں سکتی
مجال کیا کہ گداگر ہو شاہ کا ہمدوش

جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا کمال
رضائے خواجہ طلب کن قبائے رنگیں پوش ۱

مگر غرَض جو حصولِ رضائے حاکم ہو
خطاب مِلتا ہے منصب پرست و قوم فروش

پُرانے طرزِ عمل میں ہزار مشکل ہے
نئے اصول سے خالی ہے فکر کی آغوش

مزا تو یہ ہے کہ یوں زیرِ آسماں رہیے
''ہزار گونہ سخن در دہان و لب خاموش'' ۲

یہی اصول ہے سرمایۂ سکونِ حیات
۳ ''گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش''

مگر خروش پہ مائل ہے تُو تو بسم اللہ
۴ ''بگیر بادۂ صافی، ببانگِ چنگ بنوش''

شریکِ بزمِ امیر و وزیر و سُلطاں ہو
لڑا کے توڑ دے سنگِ ہوس سے شیشۂ ہوش

پیامِ مُرشدِ شیراز بھی مگر سُن لے
کہ ہے یہ سرِّ نہاں خانۂ ضمیرِ سروش

''محلِ نورِ تجلّی ست رائے انور شاہ
۵ چو قُربِ او طلبی در صفائے نیت کوش''

قُرب: پاس/قریب بیٹھنے کی حالت، ہم نشینی۔ سلطان: بادشاہ، حکمران۔ تمیز: فرق۔ محکوم: رعایا، غلام۔ مٹنا: ختم ہونا۔ مجال: طاقت۔ گداگر: فقیر، مراد غلام۔ ہمدوش: ساتھ بیٹھنے والا۔ خواجہ پرستی: آقا کی پوجا۔ غرض: مقصد جو: اگر، جب۔ رضائے حاکم: حکمران/ آقا کی خوشی/ خوشنودی۔ خطاب: کسی خاص وصف پر دیا گیا نام منصب پرست: عہدے/ مرتبے کا بھوکا یا پجاری۔ قوم فروش: قوم کو بیچنے والا، غدار۔ پُرانے طرزِ عمل: پُرانے لوگوں کی آقا پرستی کے طور طریقے۔ نئے اصول: جدید طریقے/ انداز۔ فکر: غور، سوچ بچار۔ آغوش: گود زیرِ آسماں: دنیا میں۔ یوں: اس طریقے سے۔ خروش: شور، چیخ پکار۔ مائل: تیار، آمادہ۔ بسم اللہ: شروع کر دے اللہ کا نام لے کر۔ شریک: شامل ہونے والا، بیٹھنے والا۔ بزم: محفل، دربار۔ سنگِ ہوس: حرص اور لالچ کا پتھر۔ ہوش: عقل۔ مرشدِ شیراز: حافظ شیرازی، نام محمد، لقب شمس الدین، حافظ تخلص۔ ایران کے مشہور شاعر

(۱۳۱۵ء۔ ۱۳۸۸ء)۔ شیراز میں دفن ہیں۔ وہ جگہ "حافظیہ" کہلاتی ہے۔ سرّ: بھید۔ نہاں خانۂ ضمیر سروش: غیب کے فرشتے کے دل میں چھپا ہوا۔

۱۔ آقا کی مرضی اور خواہش پر چل اور یوں رنگدار قبا پہن لے یعنی مزے کی زندگی گزار۔

۲۔ منہ میں ہزاروں قسم کی باتیں کہنے کو ہیں لیکن ہونٹ چپ ہیں۔ (حافظ کا شعر ہے۔ پہلا مصرع یوں ہے: شد آنکہ اہلِ نظر بر کنارہ می رفتند)

۳۔ اے حافظ تو ایک گوشہ نشین فقیر ہے (خواہ مخواہ) شور نہ مچا (پہلا مصرع: رموزِ مصلحتِ مُلک خسروان دانند) صحیح مصرع اسی طرح ہے۔ ملاحظہ ہو ایران میں شائع شدہ دیوانِ حافظ کے تمام مستند نسخے۔

۴۔ صاف ستھری شراب لے اور باجے کی آواز ڈھول کی تھاپ پر پی لے (یعنی جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے کھل کر کہہ ڈال)۔ (یہ مصرع بھی حافظ کا ہے)

۵۔ بادشاہ کی روشن رائے جلوۂ خداوندی کے نور پڑنے کی جگہ ہے۔ سو اگر تو اس کی ہم نشینی کا خواہشمند ہے تو پھر اپنی نیت صاف رکھنے کی کوشش کر (غلط شور نہ دے)۔ بادشاہ کو "خدا کا سایہ" (ظل اللہ) کہا جاتا تھا۔

شاعر

جوئے سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
پی کے شرابِ لالہ گوں مے کدۂ بہار سے
مستِ مئے خِرام کا سُن تو ذرا پیام تُو
زندہ وہی ہے کام کچھ جس کو نہیں قرار سے
پھرتی ہے وادیوں میں کیا دُخترِ خوش خرامِ ابر
کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ مَرغزار سے
جامِ شراب کوہ کے خُم کدے سے اُڑاتی ہے
پست و بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے
شاعرِ دل نواز بھی بات اگر کہے کھری
ہوتی ہے اُس کے فیض سے مزرعِ زندگی ہری
شانِ خلیل ہوتی ہے اُس کے کلام سے عیاں
کرتی ہے اُس کی قوم جب اپنا شِعار آزری
اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری
گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

جوے سرود آفریں: نغمے گاتی ہوئی ندی۔کوہسار: ایسی جگہ جہاں کئی پہاڑ/ پہاڑیاں ہوں۔لالہ گوں: سُرخ رنگ کی۔مستِ مے خرام: شراب کی مستی میں جھومتی چال۔قرار: ٹھہراؤ، سکون۔دُخترِ خوش خرامِ ابر: بادل کی نخروں کے ساتھ چلنے والی بیٹی (ندی)۔عشق بازیاں: اٹھکیلیاں، محبت کے کھیل۔سبزہ: گھاس۔مرغزار: جہاں جانور چرتے ہیں، زیادہ گھاس والی جگہ۔خُم کدہ: شراب خانہ۔پست و بلند: گھاٹی اور اونچی جگہیں۔طے کرنا: راستے سے گزرنا۔دل نواز: دوست جو دل کو تسلی دیتا ہے۔کھری: سچی، لگی لپٹی بغیر۔فیض: فائدہ پہنچانے کی حالت۔مزرع: کھیتی۔ہری: سرسبز۔شانِ خلیل: دوست یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا سا دبدبہ، جنھوں نے بتخانۂ نمرود میں رکھے بت توڑ ڈالے تھے۔کلام: شاعری۔شعار: طور طریقہ۔آزری: بت بنانے کا عمل، یعنی مختلف اُمور (فرقہ پرستی، علاقائی تعصب، دولت وغیرہ کے بت بنانا۔نسخہ: وہ کاغذ جس پر طبیب مریض کے لیے دوائیں تجویز کرتا ہے۔زندگیِ دوام: ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔خونِ جگر سے تربیت پانا: مراد سچے جذبوں اور بے حد محنت اور لگن سے لکھی جانے والی۔سخنوری: شاعری۔گلشنِ دہر: زمانے کا باغ، دنیا۔جوے مے سخن: شاعری کی شراب کی ندی، یعنی بامقصد شاعری۔

نویدِ صبح

(۱۹۱۲ء)

آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامن سحر
منزلِ ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر
محفلِ قُدرت کا آخر ٹُوٹ جاتا ہے سکُوت
دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغامِ حیات
باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرامِ حیات
مسلمِ خوابیدہ اُٹھ، ہنگامہ آرا تُو بھی ہو
وہ چمک اُٹھا اُفق، گرمِ تقاضا تُو بھی ہو
وسعتِ عالَم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب
دامنِ گردُوں سے ناپیدا ہوں یہ داغِ سحاب
کھینچ کر خنجر کرن کا، پھر ہو سرگرمِ ستیز
پھر سِکھا تاریکیِ باطل کو آدابِ گریز

تُو سراپا نُور ہے، خوشتر ہے عُریانی تجھے
اور عُریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے

ہاں، نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفّاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مُضمَر! فاش ہو

ہنگامہ دردامن: مراد زندگی کی رونق اور چہل پہل. منزلِ ہستی: کائنات کا پڑاؤ، دنیا. سفر کر جانا: ختم ہو جانا. محفل قدرت: یعنی دنیا. احرام: وہ اَن سلا کپڑا جو حاجی حج کے موقع پر باندھتے ہیں. خوابیدہ: سویا ہوا، عمل اور جدوجہد سے بیگانہ. ہنگامہ آرا: یعنی جدوجہد اور عمل کرنے والا. چمک اٹھا افق: آسمان (سورج نکلنے سے) روشن ہو گیا. گرمِ تقاضا: عمل اور جدوجہد میں مصروف. وسعتِ عالم: دنیا کا پھیلاؤ، پوری دنیا. رہ پیما: راستہ چلنے / سفر کرنے والا. مثلِ آفتاب: سورج کی طرح. نا پیدا ہونا: مٹ جانا. داغِ سحاب: بادل کا دھبا، یعنی کفر یا باطل کی تاریکی. تخجر کرن کا: روشنی (نورِ اسلام) کا خنجر، مراد اسلامی تعلیمات. سرگرمِ ستیز: جہاد میں مصروف. آدابِ گریز: بھاگ جانے یعنی مٹنے کے طور طریقے. سراپا نور: مکمل روشنی. خوشتر: بہت اچھی / اچھا. خود افشانی: اپنے آپ کو بکھیرنا یعنی قوتِ عمل سے اپنی صلاحیتیں ظاہر کرنا. برق: بجلی. دیدۂ خفاش: چمگادڑ کی آنکھ. دلِ کون و مکاں کا رازِ مضمر: دنیا کے دل کا چھپا ہوا بھید، یعنی مسلمان جس کا کام اسلام کی روشنی پھیلانا ہے. فاش ہو: ظاہر ہو، باہر نکل.

دُعا

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے، جو رُوح کو تڑپا دے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اَوروں کو بھی دِکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہُو کو پھر سُوئے حرم لے چل
اس شہر کے خُوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے
اس دور کی ظُلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریّا کر
خودداریِ ساحل دے، آزادیِ دریا دے

بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
اِمروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے
مَیں بلبلِ نالاں ہوں اِک اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو، داتا دے!

دُعا: اللہ کے حضور التجا/درخواست۔ زندہ تمنا: عمل پر آمادہ رکھنے والی آرزو۔ قلب کو گرمانا: دل میں جوش و ولولہ پیدا کرنا۔ وادیِ فاراں: وہ وادی جہاں سے اسلام کا آغاز ہوا تھا۔ (فاراں، مکہ کی ایک پہاڑی) یعنی خانہ کعبہ۔ شوقِ تماشا: دیکھنے یعنی اسلام کی تجلیوں کو دیکھنے کی خواہش۔ ذوقِ تقاضا: خدائی جلووں کی طلب/خواہش، جس طرح حضرت موسیٰ نے خدا سے اس کا تقاضا کیا تھا۔ محرومِ تماشا: دیکھنے سے بے نصیب، بصیرت سے عاری۔ دیدۂ بینا: دیکھنے والی آنکھ، بصیرت۔ اَوروں کو: دوسروں/قوم کو۔ بھٹکا ہوا آہو: راستہ بھولا ہوا ہرن، مراد مسلمان جو اسلام کی راہ سے ہٹ گیا ہے۔ سُوئے حرم: کعبہ کی طرف یعنی اسلام کی طرف۔ شہر کا خوگر: مراد جغرافیائی حدوں میں محدود رہنے کا عادی۔ وسعتِ صحرا: ریگستان کا سا پھیلاؤ، پوری دنیا میں پھیلنا۔ دلِ ویراں: عشقِ اسلام کے جذبوں سے خالی دل۔ شورشِ محشر: قیامت کا سا ہنگامہ، مراد زبردست جوش و ولولہ۔ محملِ خالی: حضور اکرمؐ کے عشق سے خالی دل۔ شاہدِ لیلا: یعنی حضور اکرمؐ کی محبت۔ ظلمت: اندھیرا، برائیاں، خرابیاں۔ قلبِ پریشاں: فکرمند دل۔ داغِ محبت: یعنی محبت کی روشنی۔ جو چاند کو شرما دے: جس کے آگے چاند کی روشنی پھیکی پڑ جائے۔ رفعت: بلندی۔ ہمدوشِ ثریا: مراد ستاروں کی بلندی کے برابر۔ خودداریِ ساحل: کنارے کی سی غیرت، جو پانی کے تھپیڑے سہ کر بھی اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔ آزادیِ دریا: جس طرح دریا یا سمندر کا پانی جدھر چاہتا ہے رُخ موڑ لیتا ہے۔ بے لوث: آلودگی (غرض، حرص وغیرہ) سے پاک۔ بیباک صداقت: ہر طرح کے خوف سے پاک سچائی۔ صورت: مانند، طرح۔ مینا: شراب کی صراحی۔ آثار: جمع اثر، علامتیں۔ امروز: آج، حال کا زمانہ۔ شورش: ہنگامہ۔ اندیشۂ فردا: آنے والے کل/مستقبل کی فکر۔ بلبلِ نالاں: فریاد کرتی ہوئی بلبل، شاعر یعنی علامہ اقبال۔ اُجڑا گلستاں: مراد ہندوستان جو انگریزوں کی غلامی کا شکار تھا۔ داتا: سخی، عطا کرنے والا۔

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا
گیا وہ موسمِ گُل جس کا رازدار ہُوں میں

نہ پائمال کریں مجھ کو زائرانِ چمن
انھی کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہُوں میں

ذرا سے پتّے نے بیتاب کر دیا دل کو
چمن میں آ کے سراپا غمِ بہار ہُوں میں

خزاں میں مجھ کو رُلاتی ہے یادِ فصلِ بہار
خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہُوں میں

اُجاڑ ہو گئے عہدِ کہن کے میخانے
گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہُوں میں

پیامِ عیش و مسرّت ہمیں سُناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اُڑاتا ہے

شالامار: لاہور کا مشہور اور تاریخی باغ جسے مغلیہ بادشاہ شاہجہان کے حکم پر ۱۶۴۲ء میں تعمیر کیا گیا اور جہاں آج بھی ہر سال موسمِ بہار میں بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ برگِ زرد: پیلا یعنی مرجھایا ہوا پتا۔ موسمِ گُل: موسمِ بہار۔ زائران: جمع زائر، زیارت کرنے والے۔ نشیمن: گھونسلا۔ یادگار: نشانی۔ بیتاب: بے چین، بے قرار۔ سراپا: پورے طور پر۔ غمِ بہار: مسلمانوں کے عروج و ترقی کا زمانہ گزرنے کا دکھ۔ خزاں: مراد مسلمانوں کا زوال۔ فصلِ بہار: یعنی مسلمانوں کا عروج۔ سوگوار: غم زدہ۔ اُجاڑ: ویران۔ عہدِ کُہن: پرانا یعنی ترقی و عروج کا زمانہ۔ مے خانے: شراب خانے، مراد اسلامی ادارے۔ گزشتہ بادہ پرست: ماضی کے شیدائیانِ اسلام۔ ہلالِ عید: پہلی شوال کا چاند جسے دیکھ کر اگلے دن عید الفطر منائی جاتی ہے۔

نوٹ: اگست ۱۹۱۵ء میں رسالہ ذوالقرنین، بدایوں (یوپی) کے ایڈیٹر مولوی نظام الدین حسین نظامی نے علامہ سے عید پر چند شعر کہنے کی درخواست کی۔ علامہ کو ترکوں کی زبوں حالی پر بڑا دکھ تھا۔ انھوں نے اس حوالے سے یہ نظم لکھ دی جو ۱۱ اگست کے رسالہ میں شائع ہوئی۔

فاطمہ بنتِ عبداللہ

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی

۱۹۱۲ء

فاطمہ! تُو آبروئے اُمّتِ مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپَر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب، اپنی خاکستر میں تھی!
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہُوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرّہ ذرّہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

ہے کوئی ہنگامہ تیری تُربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

بے خبر ہُوں گرچہ اُن کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں اُن کی اس مرقد سے میں

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

جو ابھی اُبھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضَو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کُہن بھی، نَو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتَو بھی ہے

اُمتِ مرحوم: وہ اُمت جس پر اللہ کی رحمت ہوئی ہو، ملتِ اسلامیہ۔ مشتِ خاک: مراد جسم۔ معصوم: گناہوں سے پاک۔ حورِ صحرائی: عرب لڑکی ہونے کے سبب ریگستانی حور کہا۔ غازیان: جمع غازی، باطل کے خلاف جہاد کرنے والے۔ سقائی: پانی پلانے کا عمل۔ بے تیغ و سپر: تلوار اور ڈھال یعنی جنگی ہتھیاروں کے بغیر۔ جسارت آفریں: دلیری پیدا کرنے والا۔ شہادت: اللہ کی راہ میں جان دینا۔ کس قدر: یعنی بہت زیادہ۔ گلستانِ خزاں منظر: مراد اُجڑی ہوئی یا زوال کی ماری قوم۔ خاکستر: راکھ یعنی ماضی کے مجاہدوں کی موجودہ نسل جو ایسے جذبے سے خالی ہے۔ صحرا: مراد قوم، ملت۔ آہو: ہرن، مجاہد۔ بجلیاں: جمع بجلی، مراد جہاد کے جذبے۔ بھرے ہوئے بادل: مراد ماضی کے عظیم مجاہدوں کی موجودہ نسل / قوم۔ خوابیدہ: سوئی ہوئیں، یعنی موجود ہیں۔ گو:

اگر چہ. شبنم افشاں: مراد آنسو بہانے والی. نغمۂ عشرت: خوشی و مسرت کا گیت. نالۂ ماتم: مرنے والے کے غم میں رونا. رقص: ناچ. تحریک. نشاط انگیز: مراد خوشیوں مسرتوں سے بھرا ہوا. زندگی کا سوز: زندگی کی حرارت / گرمی. لبریز: بھرا ہوا. ہنگامہ: رونق، چہل پہل. تربت: قبر، مزار. قومِ تازہ: نئی قوم، نئی نسل. وسعتِ مقصد: ارادے یا غرض کا پھیلاؤ. آفرینش: پیدائش، ولادت، وجود میں آنا. مرقد: آرام گاہ، قبر. تازہ انجم: نئے نئے ستارے، یعنی روشن دل مسلمان. فضائے آسماں: مراد دنیا. دیدہ: آنکھ آنکھیں. نامحرم: ناواقف، بےخبر. موجِ نور: روشنی کی لہر. ظلمت خانۂ ایام: زمانے کا تاریک گھر، اس دور کی تاریکیاں. ضو: روشنی. تابانی: چمک. اندازِ کہن: پرانے طور طریقے. نو: نئے. کوکبِ تقدیر: مقدر کا ستارہ. پرتو: روشنی، عکس.

شبنم اور ستارے

اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے
ہر صبح نئے تجھ کو میسّر ہیں نظارے

کیا جانیے، تُو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے
جو بَن کے مٹے، اُن کے نشاں دیکھ چکی ہے

زُہرہ نے سُنی ہے یہ خبر ایک مَلک سے
انسانوں کی بستی ہے بہت دُور فلک سے

کہہ ہم سے بھی اُس کشورِ دلکش کا فسانہ
گاتا ہے قمر جس کی محبت کا ترانہ

اے تارو نہ پوچھو چَمنستانِ جہاں کی
گلشن نہیں، اک بستی ہے وہ آہ و فُغاں کی

آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر
بے چاری کلی کِھلتی ہے مُرجھانے کی خاطر

کیا تم سے کہوں کیا چمن افروز کلی ہے
ننھا سا کوئی شعلۂ بے سوز کلی ہے

گُل نالۂ بلبل کی صدا سُن نہیں سکتا
دامن سے مرے موتیوں کو چُن نہیں سکتا

ہیں مُرغِ نوا ریز گرفتار، غضب ہے
اُگتے ہیں تہِ سایۂ گُل خار، غضب ہے

رہتی ہے سدا نرگسِ بیمار کی تر آنکھ
دل طالبِ نظّارہ ہے، محرومِ نظر آنکھ

دل سوختۂ گرمیِ فریاد ہے شمشاد
زِندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد

تارے شررِ آہ ہیں انساں کی زباں میں
میں گریۂ گردُوں ہوں گلستاں کی زباں میں

نادانی ہے یہ گردِ زمیں طوف قمر کا
سمجھا ہے کہ درماں ہے وہاں داغِ جگر کا

بنیاد ہے کاشانۂ عالم کی ہوا پر
فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر

شبنم: (شب نم) رات کی تری، اوس. میسّر: حاصل. جو بن کے مٹے: جو عروج و وجود پا کر فنا کا شکار ہو گئے.
زُہرہ: ایک سیارے کا نام، رقاصۂ فلک. مَلک: فرشتہ. کشورِ دل کش: بہت پیارا ملک، بہت پیاری دنیا. قمر:
چاند. چمنستان: باغ. آہ و فغاں: رونا، واویلا کرنا، فریاد کرنا. صبا: صبح کی خوشگوار ہوا. واں: وہاں. پلٹ جانا:
واپس چلے جانا، لوٹ جانا. خاطر: واسطے، لیے. چمن افروز: باغ کو روشن کرنے والی. ننھا: چھوٹا. شعلۂ بے

سوز: ایسی لو/ آنچ جس میں تپش نہ ہو۔نالہ: فریاد، صدا: آواز۔ چھنا: اکٹھے کرنا۔مرغِ نوا ریز: اچھی آواز میں چہچہانے والے پرندے۔گرفتار: پکڑے ہوئے، قید میں۔غضب ہے: دکھ کی بات ہے۔تہِ سایۂ گل: پھول کے سائے تلے۔خار: کانٹا۔نرگس بیمار: نرگس کی پھول کو اس کی آنکھ کی سی شکل کی بنا پر محبوب کی نشیلی اور شرمیلی آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔یہی کیفیت کسی بیمار کی آنکھوں کی ہوتی ہے جس کی بنا پر نرگس بیمار کہا۔مراد نرگس کا پھول۔تر: گیلی۔طالب: مانگنے/ چاہنے والا، خواہشمند۔محرومِ نظر: نگاہ سے عاری/ خالی۔دل سوختۂ گرمیِ فریاد: دہائی کی گرمی سے جلے ہوئے دل والا۔شمشاد: سرو کی قسم کا ایک درخت جس کے پتے کول، چھوٹے اور موٹے ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ سرسبز رہتا ہے۔زندانی: قیدی، مراد زمین میں اُگا ہوا جو جگہ سے ہل نہیں سکتا۔نام کو: بظاہر۔ شررِ آہ: آہ کی چنگاری۔گریۂ گردوں: آسمان کا رونا۔گردِ زمیں: زمین کے ارد گرد۔طوف: چکر لگانا۔درماں: علاج۔داغِ جگر: دل کا زخم، مراد وہ داغ جو چاند میں نظر آتا ہے۔کاشانۂ عالم: دنیا کا محل یعنی دنیا۔ہوا پر بنیاد ہونا: مضبوط نہ ہونا، جو کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔قرطاس: کاغذ، صفحہ۔

مُحاصرۂ ادرنہ

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی
حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہوگیا

گردِ صلیب، گردِ قمر حلقہ زن ہوئی
شُکری حصارِ درنہ میں محصور ہوگیا

مُسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام
رُوئے اُمید آنکھ سے مستور ہوگیا

آخر امیرِ عسکرِ تُرکی کے حکم سے
'آئینِ جنگ' شہر کا دستور ہوگیا

ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل
شاہیں گدائے دانۂ عُصفور ہوگیا

لیکن فقیہِ شہر نے جس دم سُنی یہ بات
گرما کے مثلِ صاعقۂ طُور ہوگیا

ذِمّی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام
فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہوگیا

چھُوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم، خدا کے حکم سے مجبور ہوگیا

محاصرہ: ہر طرف سے گھیرے میں لینے کا عمل۔ ادرنہ: ترکی کا ام ایڈریا نوپل۔ قسطنطنیہ کی فتح سے پہلے ترکی کا پایۂ تخت تھا۔ ۴ فروری ۱۹۱۳ء کو بلغاریہ نے محاصرہ کیا اور ۲۶ مارچ ۱۹۱۳ء کو اس کو فتح کر لیا۔ جولائی ۱۹۱۳ء میں انور پاشا نے اسے پھر فتح کر لیا۔ اس موقع پر عیسائیوں کے سامان کے سلسلے میں جو واقعہ پیش آیا، وہ اس نظم کا موضوع ہے۔ حق و باطل کی چھِڑنا: اسلام اور کفر کے درمیان جنگ ہونا۔ خنجر آزمائی: مراد ہتھیار اُٹھانے اور چلانے کی حالت۔ گردنمٗی۔ صلیب: سولی، مراد عیسائی مذہب / عیسائی فوج۔ گردِ قمر: چاند یعنی اسلام کے اِردگرد حلقہ زن ہونا: گھیر لینا۔ شکری: مراد شکری پاشا (پیدائش بمقام روم ۱۸۵۴ء)۔ خاندانی فوجی تھے۔ ۱۸۸۵ء میں ترک فوج میں بطور لیفٹیننٹ مقرر ہوئے۔ جنگ بلقان میں بڑی بہادری دکھائی۔ مارچ ۱۹۱۳ء کی جنگ میں یہ گرفتار ہوئے لیکن بعد میں دو طرفہ معاہدے کی بنا پر رہا ہو گئے۔ حصار: قلعہ۔ محصور: گھیرے میں لیا گیا۔ ذخیرے: یعنی ہتھیاروں کے ذخیرے / اسٹاک۔ تمام ہونا: ختم ہونا۔ رُوئے اُمید: اُمید کا چہرہ۔ مستور: چھپا ہوا۔ امیرِ عسکر: فوجی سردار، سپہ سالار۔ آئینِ جنگ: جنگ کا دستور، مارشل لا۔ دستور: قانون۔ ذخیرۂ لشکر: فوج کا سامانِ رسد۔ منتقل ہونا: ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جانا۔ شاہین: باز کی قسم کا مشہور پرندہ، مراد ترکوں کی فوج۔ گدائے دانۂ عصفور: چڑیا کے دانے کی بھیک مانگنے والا، یعنی بلقانیوں سے غلہ وغیرہ مانگنے والا / والی۔ فقیہ: شرعی مسئلوں کا عالم۔ گرما کے: غصہ کھا کر، طیش میں آ کر۔ صاعقۂ طُور: طُور کی بجلی۔ ذِمّی: مسلمان حکومت کو جزیہ (ٹیکس) دینے والا غیر مسلم۔ چھُوتی نہ تھی: ہاتھ تک نہ لگاتی تھی۔

غلام قادر رُہیلہ

رُہیلہ کس قدر ظالم، جفا جو، کینہ پرور تھا
نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے

دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرماں ستم گر نے
یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے

بھلا تعمیل اس فرمانِ غیرت کُش کی ممکن تھی!
شہنشاہی حرم کی نازنینانِ سمن بر سے

بنایا آہ! سامانِ طرَب بیدرد نے اُن کو
نہاں تھا حُسن جن کا چشمِ مہر و ماہ و اَختر سے

لرزتے تھے دلِ نازک، قدم مجبورِ جنبش تھے
رواں دریائے خوں شہزادیوں کے دیدۂ تر سے

یونہی کچھ دیر تک محوِ نظر آنکھیں رہیں اُس کی
کِیا گھبرا کے پھر آزاد سر کو بارِ مِغفَر سے

کمر سے، اُٹھ کے تیغِ جاں ستاں، آتش فشاں کھولی
سبق آموزِ تابانی ہوں انجم جس کے جوہر سے

رکھا خنجر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لیٹا
تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ احمر سے

بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اُس کی آنکھوں کے
نظر شرما گئی ظالم کی درد انگیز منظر سے

پھر اُٹھا اور تیموری حرم سے یوں لگا کہنے
شکایت چاہیے تم کو نہ کچھ اپنے مقدر سے

مرا مَسند پہ سو جانا بناوٹ تھی، تکلّف تھا
کہ غفلت دُور ہے شانِ صف آرایانِ لشکر سے

یہ مقصد تھا مرا اس سے، کوئی تیمور کی بیٹی
مجھے غافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے

مگر یہ راز آخر کُھل گیا سارے زمانے پر
حمیّت نام ہے جس کا، گئی تیمور کے گھر سے

غلام قادر رُہیلہ: نواب نجیب الدولہ کا پوتا، جس نے مرہٹوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی اور دونوں نے پانی پت میں مرہٹوں کو شکست دی۔ ۱۷۷۲ء میں شاہ عالم ثانی نے مرہٹوں سے مل کر رُہیلوں پر حملہ کیا اور

انھیں شکست دی اور ان کی عورتوں کو بے عزت کیا۔ قادر اس وقت ۱۳ برس کا تھا، اس نے یہ دردناک منظر دیکھا تھا۔ موقع ملنے پر قادر نے شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا کر اس سے انتقام لیا۔ (وفات ۱۷۸۸ء)۔ جفا جو: مختلف طریقوں بہانوں سے تنگ کرنے والا۔ کینہ پرور: دل میں دشمنی رکھنے والا۔ شاہِ تیمور: مراد شاہ عالم ثانی۔ اہلِ حرم: مراد محل کی شاہی بیگمات۔ ستم گر: ظلم ڈھانے والا۔ آثارِ محشر: قیامت کی نشانیاں۔ تعمیل: عمل میں لانا، ماننا۔ غیرت کُش: شرم و حیا کا گلا دبانے والا۔ شہنشاہی حرم: بادشاہ کی بیگمات۔ نازنیان: جمع نازنین، خوبصورت اور نازک عورتیں۔ سمن بر: چنبیلی کا سا سفید اور نازک جسم رکھنے والی۔ سامانِ طرب: خوشی کا ذریعہ۔ نہاں: چھپا ہوا۔ مہر: سورج۔ اختر: ستارہ۔ مجبورِ جنبش: ہلنے یعنی ناچنے پر بے بس۔ رواں: جاری، بہنے والا۔ دریائے خوں: مراد خون کے آنسو۔ شہزادیاں: جمع شہزادی، بادشاہ کی بیٹیاں۔ دیدۂ تر: مراد روتی آنکھیں۔ محوِ نظر: دیکھنے میں مصروف۔ بار: بوجھ۔ مغفر: لڑائی کے وقت سر پر پہنا جانے والا لوہے کا ٹوپ۔ تیغ: تلوار۔ جاں ستاں: جان لینے والی۔ آتش فشاں: آگ بکھیرنے والی۔ سبق آموزِ تابانی: چمک کا سبق پڑھنے / سیکھنے والے۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ جوہر: تلوار کی چمک (اور تیزی)۔ چشمِ احمر: (غصہ میں یا جاگنے کی وجہ سے) سرخ آنکھ۔ خواب کا پانی: مراد نیند۔ اخگر: چنگاری، مراد آنکھوں کی سرخی۔ درد انگیز: دل کو دکھ پہنچانے والا۔ منظر: نظارہ۔ تیموری حرم: مغلیہ بیگمات، ملکائیں، شہزادیاں۔ مقدر: نصیب، قسمت۔ مسند: شاہی قالین / تخت۔ بناوٹ: یونہی دکھانے کا طریقہ، تکلف۔ صف آرایان: صف آرا کی جمع، فوج کا لڑائی کے لیے ترتیب سے کھڑے ہونا۔ تیمور کی بیٹی: مراد مغلیہ خاندان کی عورت، مغلیہ خاندان کا سلسلۂ نسب تیمور (۱۳۳۶ء–۱۴۰۵ء) سے جا ملتا ہے۔

ایک مکالمہ

اک مُرغ سرا نے یہ کہا مُرغ ہَوا سے
پَردار اگر تُو ہے تو کیا مَیں نہیں پَردار!

گر تُو ہے ہَوا گیر تو ہُوں مَیں بھی ہَوا گیر
آزاد اگر تُو ہے، نہیں مَیں بھی گرفتار

پرواز، خصوصیّتِ ہر صاحبِ پَر ہے
کیوں رہتے ہیں مُرغانِ ہَوا مائلِ پندار؟

مجروح حمیّت جو ہوئی مُرغِ ہَوا کی
یوں کہنے لگا سُن کے یہ گفتارِ دل آزار

کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تُو بھی
حد ہے تری پرواز کی لیکن سرِ دیوار

واقف نہیں تُو ہمّتِ مُرغانِ ہَوا سے
تُو خاک نشیمن، اُنھیں گردُوں سے سروکار

تُو مُرغِ سرائی، خورش از خاک بجوئی ☆
ما در صدَدِ دانہ بہ انجم زدہ منقار

مکالمہ: آپس میں بات چیت۔ مُرغِ سرا: پالتو پرندہ۔ مُرغِ ہوا: آزاد اور فضا میں اُڑنے والا پرندہ۔ پردار: پروں والا۔ ہوا گیر: مراد ہوا میں اُڑنے والا۔ خصوصیت: خاص بات۔ صاحبِ پر: پروں والا۔ مائلِ پندار: مراد غرور کا مارا ہوا۔ مجروح: زخمی۔ گفتار: بات، باتیں۔ دل آزار: دل کو دکھ دینے والی۔ سرِ دیوار: دیوار تک۔ مُرغان: جمع مرغ، پرندے۔ خاک نشیمن: جس کا ٹھکانا خاک پر ہو۔ گردوں: آسماں۔ سروکار: تعلق، واسطہ۔

☆ تو گھریلو/پالتو پرندہ ہے تو اپنی خوراک مٹی میں تلاش کرتا ہے جبکہ ہم دانے کی تلاش میں ستاروں پر چونچ مارتے ہیں۔

مَیں اور تُو

مذاقِ دید سے ناآشنا نظر ہے مری
تری نگاہ ہے فطرت کی رازداں، پھر کیا

رہینِ شکوۂ ایّام ہے زباں مری
تری مراد پہ ہے دَورِ آسماں، پھر کیا

رکھا مجھے چمن آوارہ مثلِ موجِ نسیم
عطا فلک نے کِیا تجھ کو آشیاں، پھر کیا

فزوں ہے سُود سے سرمایۂ حیات ترا
مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں، پھر کیا

ہَوا میں تیرے پھرتے ہیں تیرے طیّارے
مرا جہاز ہے محرومِ بادباں، پھر کیا

☆ قوی شدیم چہ شد، ناتواں شدیم چہ شد؟
چنیں شدیم، چہ شد یا چناں شدیم، چہ شد؟

☆☆ بہ ہیچ گونہ دریں گلِستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی، ما خزاں شدیم، چہ شد؟

مذاقِ دید: نظارہ کرنے کا ذوق شوق۔ راز داں: بھید جاننے والی۔ پھر کیا؟: تو کیا ہوا، کوئی بات نہیں۔ رہینِ شکوۂ ایام: یعنی ہر گھڑی زمانے کا گلہ شکوہ کرنے والی۔ مراد: خواہش کے مطابق۔ دَور: گردش۔ چمن آوارہ: باغوں میں گھومتے پھرنے والا۔ موجِ نسیم: صبح کی ہوا کی لہر۔ فلک: مراد تقدیر۔ آشیاں: گھونسلا۔ فزوں: افزوں، زیادہ۔ سُود: فائدہ۔ سرمایۂ حیات: زندگی کی پونجی۔ کاوشِ زیاں: نقصان کی تکلیف۔ تیرتے پھرنا: اُڑنا۔ بادباں: جہاز یا کشتی پر لگایا جانے والا پردہ جو ہوا بھرنے یا ہوا کا رخ بدلنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔

☆ اگر ہم طاقتور ہو گئے، تو کیا ہوا؟ کمزور ہو گئے تو کیا ہوا؟ یوں ہو گئے تو کیا یا ووں ہو گئے تو کیا۔

☆☆ اس باغ یعنی دنیا میں کسی صورت بھی سکون / ٹھہراؤ نہیں ہے اگر تو بہار بن گیا اور ہم خزاں ہو گئے تو کیا (فرق پڑتا ہے)

تضمین بر شعرِ ابُو طالب کلیم

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثربؐ کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تُو مسلم نہیں

جس سے تیرے حلقۂ خاتم میں گردُوں تھا اسیر
اے سلیماں! تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں

وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہو گئی ہے اُس سے اب ناآشنا تیری جبیں

دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا
وہ صداقت جس کی بے باکی تھی حیرت آفریں

تیرے آبا کی نِگہ بجلی تھی جس کے واسطے
ہے وہی باطل ترے کاشانۂ دل میں مکیں

غافل! اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر
نغمہ زن ہے طُورِ معنی پر کلیمِ نکتہ بیں

''سرکشی باہر کہ کردی، رامِ او باید شدن
شعلہ ساں از ہر کجا برخاستی، آنجانشیں'' ☆

تضمین بر شعر: کسی شاعر کے خاص / مشہور شعر کو مضمون کی مناسبت سے اپنی نظم میں شامل کرنا۔ ابو طالب کلیم: مغلیہ دور کا مشہور فارسی شاعر ابو طالب، تخلص کلیم۔ ہمدان میں پیدا ہوا۔ برصغیر میں شاہجہان بادشاہ کے دربار کا ملک الشعرا رہا۔ ۱۶۵۱ء میں وفات پائی۔ شعار: طور طریقہ۔ صاحب یثرب: مراد حضور اکرمؐ۔ پاس: لحاظ، احترام۔ حلقۂ خاتم: انگوٹھی کا دائرہ / گولائی۔ گردوں: آسمان۔ اے سلیماں: یعنی اے مسلمان۔ گنوایا: کھو دیا۔ نگیں: انگوٹھی میں جڑا ہوا پتھر، مراد طاقت، اشارہ ہے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کی طرف جس پر اسمِ اعظم کندہ تھا اور اسی کی بدولت انھیں کئی قوتیں حاصل تھیں۔ کوکب: ستارہ۔ جبیں: پیشانی۔ حیرت آفریں: حیرانی کا باعث۔ آبا: جمع آب، باپ دادا، مراد گزشتہ دور کے مسلمان۔ کاشانۂ دل: دل کا گھر / محل، یعنی دل۔ مکیں: رہنے والا۔ اپنا آشیاں: یعنی پہلے والا طرزِ عمل۔ آباد کر: اختیار کر۔ نغمہ زن: گیت گانے والا، یعنی شاعر۔ طُورِ معنی: شاعرانہ مضامین کا طور، شاعر کا تخلص کلیم ہونے کے سبب طورِ معنی کہا۔ کلیم: شاعر کا تخلص۔ نکتہ بیں: شاعرانہ مضامین کی باریکیوں سے واقف۔

☆ جس کسی کی بھی تو نے نافرمانی کی ہے تجھے اس کا مطیع ہو جانا چاہیے، یعنی شعلے کی طرح جہاں سے تو اٹھا وہیں بیٹھ جا۔

شبلی اور حالی

مسلم سے ایک روز یہ اقبال نے کہا
دیوانِ جُزو و کُل میں ہے تیرا وجود فرد

تیرے سرودِ رفتہ کے نغمے علومِ نَو
تہذیب تیرے قافلہ ہائے کُہن کی گرد

پتھر ہے اس کے واسطے موجِ نسیم بھی
نازک بہت ہے آئنۂ آبروئے مرد

مردانِ کار، ڈھونڈ کے اسبابِ حادِثات
کرتے ہیں چارۂ ستمِ چرخِ لاجوَرد

پوچھ اُن سے جو چمن کے ہیں دیرینہ رازدار
کیونکر ہوئی خزاں ترے گلشن سے ہم نبرد

مسلم مرے کلام سے بے تاب ہو گیا
غمّاز ہو گئی غمِ پنہاں کی آہِ سرد

کہنے لگا کہ دیکھ تو کیفیّتِ خزاں
اوراق ہو گئے شجرِ زندگی کے زرد

خاموش ہو گئے چَمنِستاں کے رازدار

سرمایۂ گداز تھی جن کی نوائے درد

شبلؔی کو رو رہے تھے ابھی اہلِ گلِستاں

حالؔی بھی ہو گیا سُوئے فردوس رہ نوَرد

"اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغباں ☆

بلبل چہ گفت و گُل چہ شنید و صبا چہ کرد"

شبلی: مولانا محمد شبلی نعمانی (ولادت ضلع اعظم گڑھ ۱۸۵۷ء وفات ۱۹۱۴ء) آپ مؤرخ، فلسفی، نقاد معلم اور محدث تھے۔ آپ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں سیرۃ النبیؐ سرفہرست ہے۔ حالؔی: خواجہ الطاف حسین، تخلص حالی۔ ولادت پانی پت ۱۸۳۷ء وفات ۱۹۱۴ء۔ مرزا غالب کے خاص شاگرد۔ حیاتِ جاوید، یادگارِ غالب، حیاتِ سعدی کے علاوہ دیگر کتب بالخصوص طویل نظم "مسدس" ان سے یادگار ہیں۔ دیوانِ جُزو و کُل: یعنی اِس کائنات کی کتاب۔ وجود: ہستی۔ فرد: بے مثال۔ سرودِ رفتہ: ماضی کا گیت، علوم و فنون۔ نغمے: سریلی آوازیں (مراد ان علوم سے جدید علوم نکلے ہیں)۔ علومِ نو: جدید دور کے علوم اور فنون۔ تہذیب: موجودہ دور کا تمدن۔ قافلہ ہائے کہن: پرانے قافلے، اسلامی تہذیب کا شاندار ماضی۔ موجِ نسیم: صبح کی نرم ہوا کی لہر۔ آبروئے مرد: دلیر اور غیرت مند آدمی کی عزت۔ مردانِ کار: باعمل اور جدوجہد کرنے والے دلیر۔ چرخِ لاجورد: نیلا آسمان۔ دیرینہ: پرانے۔ خزاں: مراد زوال۔ گلشن: باغ، قوم۔ ہم نبرد: جنگ کرنے والی۔ بے تاب: بے چین۔ غمّاز: چغلی کھانے والا/والی، بھید کھول دینے والا۔ غمِ پنہاں: چھپا ہوا دکھ۔ آہِ سرد: ٹھنڈی آہ، جو غم کی نشانی ہے۔ کیفیت: حالت۔ اوراق: جمع ورق، درخت کے پتے۔ شجر: درخت۔ چمنستاں: باغ، قوم۔ سرمایہ: پونجی۔ گداز: پگھلنے یا پگھلانے کی کیفیت۔ نوائے درد: مراد ایسا بیان جس میں تاثیر تھی۔ رونا: ماتم کرنا، غم کا اظہار کرنا۔ اہلِ گلستاں: قوم کے افراد۔ سُوئے فردوس: جنت کی طرف۔ رہ نوَرد: مسافر، راستہ چلنے والا۔

☆ اب کسے اتنا ہوش ہے کہ وہ مالی سے پوچھے کہ بلبل نے کیا کہا اور پھول نے کیا سنا اور صبح کی ہوا نے کیا کیا۔

اِرتقا

ستیزہ کار رہا ہے اَزل سے تا اِمروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بُولہبی

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرِشت اس کی ہے مشکل کشی، جفا طلَبی

سکُوتِ شام سے تا نغمۂ سحرگاہی
ہزار مرحلہ ہائے فُغانِ نیم شبی

کشاکشِ زم و گرما، تپ و تراش و خراش ☆
ز خاکِ تیرہ دُروں تا بہ شیشۂ حلَبی

مقامِ بست و شکست و فشار و سوز و کشید ☆☆
میانِ قطرۂ نیساں و آتشِ عِنَبی

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملّتِ عربی

''مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند ☆☆☆
ستارہ می شکنند، آفتاب می سازند''

ارتقا: درجہ بدرجہ ترقی کرنا، بلندی کی طرف بڑھنا۔ ستیزہ کار: لڑنے جھگڑنے والا۔ تا امروز: آج تک۔ چراغِ مصطفوی: محمد مصطفیٰ کا چراغ، یعنی حق کا چراغ۔ شرارِ بولہبی: ابولہب (کفر اور باطل) کی چنگاریاں/آگ۔ حیات: زندگی۔ شعلہ مزاج: آگ کی سی طبیعت، عمل میں سرگرم رہنے والی۔ شور انگیز: جذبے اُبھارنے والی۔ مشکل کشی: مشکلیں برداشت کرنے کی حالت۔ جفا طلبی: مراد خوشی سے سخت قسم کی جدوجہد اور عمل کرنا۔ سکوت: خاموشی۔ نغمۂ سحرگاہی: صبح کی وقت کا ترانہ یعنی صبح۔ ہزار: یعنی بیشمار۔ مرحلہ ہا: جمع مرحلہ، منزلیں۔ فغانِ نیم شبی: آدھی رات کے وقت اللہ کے حضور عاجزی و فریاد کرنے کی حالت۔ کشاکش: کھینچا تانی، ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنا۔ پیہم: لگاتار۔ تب و تاب: گرمی اور تپش یعنی جوش، ولولے اور جذبے۔ ملّتِ عربی: مسلمان قوم۔

☆ کالے باطن والی مٹی (مٹی) سے لے کر حلبی شیشے تک (حلب، ملک شام کا ایک شہر جہاں مٹی سے دواؤں کے ذریعہ شیشہ بنایا جاتا تھا) سردی اور گرمی (کے موسموں) کی باہمی کھینچا تانی، یعنی مختلف اثرات، تپش اور چھیلنے اور کُھرچنے کا عمل (جاری ہے)

☆☆ قطرۂ نیساں (موسمِ بہار کی بارش جس سے انگور کی بیل پھوٹتی ہے) اور انگوری آگ یعنی شراب کے درمیان باندھنے (یعنی قطرے کا بیل میں بند ہونا) اور توڑنے اور دبانے/ دباؤ ڈالنے اور جلانے اور کھینچنے کا سلسلہ (جاری ہے)

☆☆☆ یہ جو شراب بنانے/ بیچنے والے انگور کے دانے کو پانی بناتے ہیں (یعنی شراب) تو وہ (دراصل) ستارے توڑ کر سورج بناتے ہیں (سورج: شراب کی چمک اور گرمی مراد ہے)۔ (یہ شعر فرح اللہ شوستری کا ہے)

صِدّیقؓ

اِک دن رسُولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مال دار

ارشاد سُن کے فرطِ طَرب سے عُمرؓ اُٹھے
اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صِدّیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

لائے غرَضکہ مال رسُولِ امیںؐ کے پاس
ایثار کی ہے دست نِگر ابتدائے کار

پُوچھا حضُور سرورِ عالَمؐ نے، اے عُمر!
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

رکّھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تُو نے کیا؟
مُسلِم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملّتِ بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں وہ رفیقِ نبوّت بھی آگیا
جس سے بِنائے عشق و محبت ہے اُستوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرِشت
ہر چیز، جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپِ قمر سُم و شُتر و قاطر و حمار

بولے حضورؐ، چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر!
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار!

پروانے کو چراغ ہے، بُلبل کو پھول بس
صِدّیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

صِدّیقؓ: حضرت ابوبکر صدّیقؓ عبداللہ نام ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، خلیفۂ اوّل۔ سوا دو برس خلافت کی۔ ۶۳ برس کی عمر میں جمادی الثانی ۱۳ھ/ ۶۳۴ء میں وفات پائی۔ اصحابؓ: جمع صاحب، دوست،

بیحد خوشی، غم: حضرت عمرؓ عمر نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب۔ حضور اکرمؐ کے ساتھی، صحابی۔ فرطِ طرب: بیحد خوشی۔ عُمرؓ: حضرت عمرؓ عمر نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب۔ آپ کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں رسول اکرمؐ کے خاندان سے ملتا ہے۔ خلیفۂ دوم۔ آپ کے لیے خود نبی اکرمؐ نے مسلمان ہونے کی دعا کی۔ بہترین حکمران، مدبر، سیاستدان، منتظم اور سپہ سالار تھے۔ آپ کو ایک پارسی غلام فیروز نے شہید کیا۔ حملے کے بعد تین دن تک بیمار رہ کر ہفتہ کے روز یکم محرم ۲۴ھ/ ۶۴۴ء کو فوت ہوئے۔ بڑھ کر قدم رکھنا: مراد آگے نکل جانا۔ راہوار: تیز چلنے والا گھوڑا یا خچر۔ ایثار: کسی کے لیے تکلیف اُٹھانا، قربانی کا جذبہ۔ دست نگر: دوسرے کا محتاج۔ ابتدائے کار: کام کا آغاز/ شروع۔ سرورِ عالمؐ: دنیا/ کائنات کے سردار۔ جوشِ حق: حق کا جذبہ۔ خویش: اپنے، عزیز، رشتہ دار۔ اقارب: جمع الجمع قریب، قریبی رشتہ دار۔ حق گزار: حق ادا کرنے والا۔ نصف مال: آدھی پونجی/ دولت۔ فرزند و زن: یعنی بال بچے اور بیوی۔ حق: یعنی حصہ۔ ملّتِ بیضا: روشن قوم، ملتِ اسلامیہ۔ رفیقِ نبوت: یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ بنائے عشق: محبت کی بنیاد۔ اُستوار: مضبوط۔ وفا سرشت: جس کے مزاج/ فطرت میں وفاداری ہو۔ چشمِ جہاں: مراد دنیا والوں کی نگاہ/ نظر۔ ملکِ یمین: دائیں ہاتھ کی جائداد، مراد غلام یا کنیز۔ درہم و دینار: سکوں کے نام۔ رخت و جنس: مراد ہر طرح کا ساز و سامان۔ اسپِ قمر سُم: گھوڑا جس کے سُم ہلال کی صورت کے ہوں، چوڑے اور خوبصورت۔ شتر: اونٹ۔ قاطر: خچر۔ حمار: گدھا۔ فکرِ عیال: بال بچوں کا خیال۔ رازدار: حقیقت سے واقف۔ دیدۂ مہ و انجم: چاند اور ستاروں کی آنکھیں۔ فروغ گیر: روشنی حاصل کرنے والی۔ باعثِ تکوینِ روزگار: کائنات کے وجود میں آنے کا سبب۔ بس: کافی، بہت۔

تہذیبِ حاضر

تضمین بر شعرِ فیضی

حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیبِ حاضر میں
بھڑک اُٹھا بھبُوکا بن کے مُسلم کا تنِ خاکی

کِیا ذرّے کو جگنو دے کے تابِ مستعار اس نے
کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلوہ فرما کی

نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی، یہ بیداری، یہ آزادی، یہ بے باکی

تغیر آگیا ایسا تدبّر میں، تخیل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی

کِیا گُم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن
مناظر دِل کُشا دِکھلا گئی ساحر کی چالاکی

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

فروغِ شمعِ نَو سے بزمِ مُسلم جگمگا اُٹھی
مگر کہتی ہے پروانوں سے میری کُہنہ اِدراکی

"تو اے پروانہ! ایں گرمی ز شمعِ محفلے داری
چو من در آتشِ خود سوز اگر سوزِ دلے داری" ☆

فیضی: ابوالفیض نام، فیضی تخلص، شیخ مبارک ناگوری کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کے وزیر ابوالفضل کا بڑا بھائی (۱۵۴۷ء-۱۵۹۵ء، وفات آگرہ) دربارِ اکبر کا ملک الشعراء شہزادوں کا اتالیق رہا، اس کی مثنویاں، دیوان اور قرآن کریم کی بے نقط تفسیر سواطع الالہام مشہور ہیں۔ تہذیبِ حاضر: موجودہ دور کا تمدن جو یورپی تہذیب سے متاثر ہے۔ بھڑک اُٹھنا: آگ کا تیز جلنا۔ بھبوکا: آگ کا شعلہ۔ تنِ خاکی: مٹی کا جسم۔ تاب مستعار: ادھار کی مانگی ہوئی چمک۔ شوخی: شرارت، چالاکی۔ آفتاب جلوہ فرما: روشنی پھیلانے والا سورج۔ انداز: طور طریقے۔ رعنائی: خوبصورتی، خود کو سجانا۔ بیدار: جاگنے کا عمل۔ آزادی: یعنی ہر لحاظ سے آزاد ہونا۔ بیباکی: بے خوفی۔ تغیر: تبدیلی۔ تدبر: سوچ بچار، غور و فکر۔ تخیل: مراد خیالات۔ جگر چاکی: دل کا پھٹنا، یعنی کلیوں کی پتیوں کا بکھرنا۔ تازہ پرواز: نیا نیا اُڑنے والا، نئی نسل، نوجوان نسل جو تہذیبِ حاضر سے متاثر ہے۔ گم کرنا: کھو دینا، بھلا دینا۔ اپنا آشیاں: گھونسلا، مراد اپنی تہذیب۔ مناظر: جمع منظر، نظارے۔ ساحر: جادوگر یعنی نئی تہذیب۔ حیاتِ تازہ: نئی زندگی/ تہذیب۔ لذتیں: جمع لذت، مزے۔ رقابت: دشمنی، حسد۔ خود فروشی: اپنی عزت کا خیال نہ کرنے کی حالت۔ ناشکیبائی: بے صبری۔ ہوسناکی: حرص اور لالچ۔ فروغ: روشنی۔ شمعِ نو: مراد نئی تہذیب۔ جگمگانا: چمکنا۔ بزمِ مُسلم: مسلم قوم کے افراد۔ پروانے: مراد نئی تہذیب کے عاشق۔ کہنہ ادراکی: پرانی قوتِ فہم یعنی مختلف تجربوں سے گزرا ہوا شعور۔

☆ اے پروانے! تو جو جل رہا ہے تو محفل کی شمع کی تپش سے جل رہا ہے اگر تجھ میں ذرا سی دل کی تپش (جذبۂ عشق) ہے تو پھر میری طرح اپنی آگ میں جل جا۔

والدہ مرحومہ کی یاد میں

ذرّہ ذرّہ دہر کا زندانیِ تقدیر ہے
پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے
آسماں مجبور ہے، شمس و قمر مجبور ہیں
انجمِ سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں
ہے شکست انجام غنچے کا سبُو گلزار میں
سبزہ و گُل بھی ہیں مجبورِ نمُو گلزار میں

نغمۂ بلبل ہو یا آوازِ خاموشِ ضمیر
ہے اسی زنجیرِ عالَم گیر میں ہر شے اسیر

آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ سرِّ مجبوری عیاں
خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیلِ رواں
قلبِ انسانی میں رقصِ عیش و غم رہتا نہیں
نغمہ رہ جاتا ہے، لُطفِ زیر و بم رہتا نہیں
علم و حکمت رہزنِ سامانِ اشک و آہ ہے
یعنی اِک الماس کا ٹکڑا دلِ آگاہ ہے

گرچہ میرے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں
آنکھ میری مایہ دارِ اشکِ عُنّابی نہیں

جانتا ہوں آہ، مَیں آلامِ انسانی کا راز
ہے نوائے شِکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز

میرے لب پر قصّۂ نیرنگیِ دَوراں نہیں
دل مرا حیراں نہیں، خنداں نہیں، گِریاں نہیں

پر تری تصویر قاصد گریۂ پیہم کی ہے
آہ! یہ تردید میری حکمتِ مُحکم کی ہے

گریۂ سرشار سے بنیادِ جاں پائندہ ہے
درد کے عرفاں سے عقلِ سنگدل شرمندہ ہے

موجِ دُودِ آہ سے آئینہ ہے روشن مرا
گنجِ آب آورد سے معمور ہے دامن مرا

حیرتی ہُوں میں تری تصویر کے اعجاز کا
رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

رفتہ و حاضر کو گویا پا بپا اس نے کِیا
عہدِ طفلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کِیا

جب ترے دامن میں پَلتی تھی وہ جانِ ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں

اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیِ گُفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ گوہر بار کے

عِلم کی سنجیدہ گفتاری، بڑھاپے کا شعور
دُنیوی اعزاز کی شوکت، جوانی کا غرور

زندگی کی اَوج گاہوں سے اُتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم

بے تکلّف خندہ زن ہیں، فکر سے آزاد ہیں
پھر اُسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار

خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دُعائے نیم شب میں کس کو مَیں یاد آؤں گا!

تربیت سے تیری مَیں انجم کا ہم قسمت ہُوا
گھر مِرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہُوا

دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دِین و دُنیا کا سبق تیری حیات

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
مَیں تری خدمت کے قابل جب ہُوا تو چل بسی

وہ جواں، قامت میں ہے جو صورتِ سروِ بلند
تیری خدمت سے ہُوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند

کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا
وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا

تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہے وہ
صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ

تُخم جس کا تُو ہماری کِشتِ جاں میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ اُلفت اور مُحکم ہو گئی

آہ! یہ دُنیا، یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر!

کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دُخترانِ مادرِ ایّام ہیں!

کُلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت

موت ہے ہنگامہ آرا قُلزُمِ خاموش میں
ڈُوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

نَے مجالِ شکوہ ہے، نَے طاقتِ گفتار ہے
زندگانی کیا ہے، اِک طوقِ گُلو افشار ہے!
قافلے میں غیرِ فریادِ درا کچھ بھی نہیں
اِک متاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

ختم ہو جائے گا لیکن امتحاں کا دَور بھی
ہیں پسِ نُہ پردۂ گردُوں ابھی دَور اور بھی
سینہ چاک اس گلِستاں میں لالہ و گُل ہیں تو کیا
نالہ و فریاد پر مجبور بُلبل ہیں تو کیا
جھاڑیاں، جن کے قفس میں قید ہے آہِ خزاں
سبز کر دے گی اُنھیں بادِ بہارِ جاوِداں
خفتہ خاکِ پے سِپَر میں ہے شرار اپنا تو کیا
عارضی محمل ہے یہ مُشتِ غبار اپنا تو کیا
زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹُوٹنا جس کا مقدّر ہو یہ وہ گوہر نہیں

زندگی محبوب ایسی دیدۂ قُدرت میں ہے
ذوقِ حفظِ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے
موت کے ہاتھوں سے مِٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات

ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اَجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں

آہ غافل! موت کا رازِ نہاں کچھ اور ہے
نقش کی ناپائداری سے عیاں کچھ اور ہے

جنتِ نظّارہ ہے نقشِ ہَوا بالائے آب
موجِ مُضطر توڑ کر تعمیر کرتی ہے حباب

موج کے دامن میں پھر اُس کو چُھپا دیتی ہے یہ
کتنی بیدردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے یہ

پھر نہ کر سکتی حباب اپنا اگر پیدا ہَوا
توڑنے میں اُس کے یوں ہوتی نہ بے پروا ہَوا

اس روِش کا کیا اثر ہے ہیئتِ تعمیر پر
یہ تو حجت ہے ہَوا کی قُوّتِ تعمیر پر

فطرتِ ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

آہ سیمابِ پریشاں، انجمِ گردُوں فروز
شوخ یہ چنگاریاں، ممنونِ شب ہے جن کا سوز

عقل جس سے سر بہ زانو ہے وہ مدّت ان کی ہے
سرگزشتِ نوعِ انساں ایک ساعت ان کی ہے

پھر یہ انساں، آں سُوئے افلاک ہے جس کی نظر
قُدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر

جو مثالِ شمع روشن محفلِ قُدرت میں ہے
آسماں اِک نقطہ جس کی وسعتِ فطرت میں ہے

جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتاب ہے
جس کا ناخن سازِ ہستی کے لیے مِضراب ہے

شعلہ یہ کمتر ہے گردُوں کے شراروں سے بھی کیا
کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا

تُخمِ گُل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب ہے
کس قدر نشو و نُما کے واسطے بے تاب ہے

زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے
خود نُمائی، خود فزائی کے لیے مجبور ہے

سردیِ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

پھول بن کر اپنی تُربت سے نِکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اُس قُوّتِ آشُفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردنِ گردُوں میں جو اپنی کمند

موت، تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اِک پیغام ہے

خوگرِ پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
موت اس گلشن میں جُز سنجیدنِ پَر کچھ نہیں

کہتے ہیں اہلِ جہاں دردِ اجل ہے لادَوا
زخمِ فُرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شِفا

دل مگر، غم مرنے والوں کا جہاں آباد ہے
حلقۂ زنجیرِ صبح و شام سے آزاد ہے

وقت کے افسُوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں
وقت زخمِ تیغِ فُرقت کا کوئی مرہم نہیں

سر پہ آ جاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں
اشکِ پیہم دیدۂ انساں سے ہوتے ہیں رواں

ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرِشک آباد سے

آدمی تابِ شکیبائی سے گو محروم ہے
اس کی فطرت میں یہ اک احساسِ نامعلوم ہے

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

رختِ ہستی خاک، غم کی شعلہ افشانی سے ہے
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے

آہ، یہ ضبطِ فُغاں غفلت کی خاموشی نہیں
آگہی ہے یہ دل آسائی، فراموشی نہیں

پردۂ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
داغ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح

لالۂ افسردہ کو آتش قبا کرتی ہے یہ
بے زباں طائر کو سرمستِ نوا کرتی ہے یہ

سینۂ بُلبل کے زِنداں سے سرود آزاد ہے
سیکڑوں نغموں سے بادِ صبحدَم آباد ہے

خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رُودبار
ہوتے ہیں آخر عُروسِ زندگی سے ہمکنار

یہ اگر آئینِ ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح

دامِ سیمینِ تخیّل ہے مرا آفاق گیر
کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو مَیں نے اسیر

یاد سے تیری دلِ درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دُعاؤں سے فضا معمور ہے

وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
جلوہ گاہیں اُس کی ہیں لاکھوں جہانِ بے ثبات

مختلف ہر منزلِ ہستی کی رسم و راہ ہے
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں گاہ ہے

ہے وہاں بے حاصلی کِشتِ اجل کے واسطے
سازگار آب و ہوا تُخمِ عمل کے واسطے

نورِ فطرت ظُلمتِ پیکر کا زِندانی نہیں
تنگ ایسا حلقۂ افکارِ انسانی نہیں

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثلِ ایوانِ سحَر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

والدہ مرحومہ: ماں جس پر اللہ کی رحمت ہوئی، یعنی علامہ کی اپنی والدہ جن کی وفات پر علامہ نے یہ نظم کہی۔ دہر: زمانہ۔ زندانیِ تقدیر: مقدر کا قیدی یعنی تقدیر کے حکم کے بغیر کچھ نہ کرنے کے قابل انسان۔ مجبوری و بیچارگی: ناچاری اور بے بسی کی حالت۔ تدبیر: کوشش، منصوبہ۔ شمس و قمر: سورج اور چاند، یعنی پوری کائنات۔ انجم: جمع نجم، ستارے۔ سیماب پا: پارے کے پاؤں جیسا، نہ ٹھہرنے والا۔ رفتار: چلنے کی حالت۔ شکستِ انجام: جس کی

اخیر ٹوٹ جانا/ بکھر جانا ہو۔ سبُو: پیالہ، یعنی خود کلی۔ گلزار: پھولوں کا باغ۔ نمو: اُگنا، بڑھنا پھولنا۔ ضمیر: باطن، دل۔ زنجیر عالمگیر: دنیا کے پاؤں کی بیڑی۔ اسیر: قیدی۔ سِرّ: بھید۔ اشک: آنسو۔ خشک ہو جانا: مراد ختم جانا۔ سیلِ رواں: بہتا ہوا طوفان۔ رقصِ عیش و غم: کبھی سکھ اور خوشیاں، کبھی دُکھ اور مصیبتیں۔ زیر و بم: نچلے اور اونچے سُر۔ رہزن: لوٹ لینے والا/ والی۔ اشک و آہ: رونے فریاد کرنے کی حالت۔ الماس: ہیرا۔ دلِ آگاہ: علم و حکمت والا، کائنات کی حقیقتوں سے باخبر دل۔ شبنم کی شادابی: اوس کی سی تری، یعنی آنسو (جنھیں بہائے)۔ مایہ دار: پونجی رکھنے والی۔ اشکِ عنابی: سرخ آنسو۔ آلامِ انسانی: انسان کو پہنچنے والے صدمے (آلام جمع الم یعنی دکھ تکلیف)۔ نوائے شکوہ: گلے/ شکایت کی آواز یعنی گلہ۔ فطرت کا ساز: مزاج (جسے شکوے شکایت کی عادت نہیں)۔ لب: ہونٹ، یعنی زبان۔ نیرنگیِ دوراں: زمانے کی ہر وقت بدلتی صورتیں۔ خنداں: ہنسنے والا۔ گریاں: رونے والا۔ پر: لیکن۔ تیری تصویر: یعنی علامہ کی والدہ مرحومہ کی تصویر۔ گریۂ پیہم: مسلسل/ لگاتار رونے کی حالت۔ تردید: کسی بات کا رد/ غلط قرار دینا۔ حکمتِ محکم: مضبوط عقل و دانش۔ گریۂ سرشار: دل کھول کر رونے کی کیفیت۔ بِنائے جاں: روح/ زندگی کی بنیاد۔ پائندہ: مضبوط، برقرار رہنے والی۔ درد کا عرفاں: دکھ کا احساس/ خیال۔ موجِ دودِ آہ: آہوں کے دھوئیں کی لہر، مراد آہیں۔ آئینہ: یعنی دل۔ گنجِ آب آورد: وہ خزانہ جسے پانی لایا ہو، یعنی آنسوؤں کی جھڑی۔ معمور: بھرا ہوا۔ حیرتی: حیرانی میں ڈوبا ہوا۔ اعجاز: کرامت۔ وقت کی پرواز کا رخ بدل ڈالا: یعنی مستقبل کے بارے میں سوچنے کی بجائے (بچپن وغیرہ کی یادیں) ماضی کی یادوں میں کھو جانے کی حالت کر دی۔ رفتہ: گزرا ہوا، ماضی۔ حاضر: موجودہ، زمانہ حال۔ پا بپا: مراد ساتھ ملے ہوئے۔ عہدِ طفلی: بچپن کے دن۔ جانِ ناتواں: کمزور/ نومولود جان۔ محرم: واقف، جاننے والی۔ شوخیِ گفتار: یعنی دل کش شاعری/ شعر۔ بے بہا: بہت قیمتی۔ چشمِ گوہر بار: موتی برسانے والی آنکھ۔ علم: دانائی۔ سنجیدہ گفتاری: بات چیت میں احتیاط کا اور بڑوں کا سا طریقہ۔ بڑھاپے کا شعور: بوڑھے ہونے کا احساس۔ دنیوی اعزاز: دنیا کی عزت۔ شوکت: شان، دبدبہ۔ غرور: فخر، گھمنڈ۔ اوج گاہ: بلند مرتبہ۔ صحبتِ مادر: ماں کے ساتھ ہونا/ رہنا۔ طفلِ سادہ: بے سمجھ سا بچہ، بھولا بھالا بچہ۔ بے تکلف: بناوٹ/ ظاہر داری کے بغیر۔ خندہ زن: ہنسنے والا۔ کھویا ہوا فردوس: یعنی بچپن کی بھولی بھالی معصوم زندگی (جو اب میسر نہیں)۔ آباد ہیں: رہ رہے ہیں۔ خاکِ مرقد: قبر کی مٹی، مراد قبر۔ تربیت: زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھانا۔ انجم کا ہم قسمت: مراد ستاروں کی طرح بلند مقدر والا۔ اجداد: جمع جد، باپ دادا، پرانے بزرگ۔ سرمایۂ عزت: شان اور مرتبے کی دولت۔ دفترِ ہستی: زندگی کی کتاب۔ زرّیں ورق: سنہری ورقوں/ صفحوں والی۔ سراپا: مکمل۔ دین و دنیا کا سبق: دین اور دنیا کے مطابق تربیت۔ خدمت گر: خدمت کرنے والی۔ تُو چل بسی: تُو فوت ہو گئی۔ وہ جواں: اشارہ ہے علامہ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد مرحوم کی طرف (۱۸۵۸ء۔۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء)۔ قامت: قد کاٹھ

صورتِ سروِ بلند: اونچے لمبے سرو کی طرح۔ بہرہ مند: حصہ پانے والا۔ کاروبارِ زندگانی: زندگی کے کام کاج۔ ہم پہلو: مراد ساتھ چلنے والا۔ تیری تصویر: بالکل تیرے جیسا، تیرے مزاج جیسا۔ طفلک: بے دست و پا: بے بس / عاجز چھوٹا سا بچہ۔ صبح و مسا: صبح اور شام یعنی ہر وقت۔ تخم: بیج، دانہ۔ کشتِ جاں: روح کی کھیتی، جان۔ شرکتِ غم: دکھ میں برابر کا شریک ہونے کی حالت۔ الفت: محبت۔ محکم: پکی۔ ماتم خانہ: یعنی دکھوں کا گھر۔ برنا: جوان۔ پیر: بوڑھا۔ طلسمِ دوش و فردا: یعنی وقت کی گردش / چکر۔ مشکل: یعنی مصیبتوں کے سبب مشکل۔ آساں: یعنی مرنے پر آدمی مشکلوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ گلشنِ ہستی: زندگی کا باغ، یعنی زندگی۔ مانندِ نسیم: ہوا کی طرح۔ ارزاں: کم قیمت۔ زلزلے: بھونچال۔ آلام: جمع الم، مصیبتیں۔ دختران: جمع دختر، بیٹیاں۔ مادرِ ایام: زمانے کی ماں، یعنی زمانہ۔ کلبہ: جھونپڑی۔ دشت و در: جنگل اور بیابان۔ ہنگامہ آرا: شور و غوغا مچانے والی۔ قلزم: سمندر۔ سفینے: کشتیاں۔ آغوش: گود۔ مجالِ شکوہ: شکایت کی طاقت۔ طاقتِ گفتار: بولنے کی ہمت۔ طوقِ گلو افشار: گلا گھونٹنے والا لوہے کا حلقہ۔ غیر: سوائے۔ فریادِ درا: کوچ کی گھنٹی کی آواز۔ متاع: دولت، پونجی۔ دیدۂ تر: یعنی روتی آنکھیں۔ امتحاں: آزمائش۔ پس: پیچھے۔ پردۂ گردوں: آسمان کی تہیں، یعنی تو آسمان۔ سینہ چاک: زخمی دل والا۔ قفس: پنجرہ۔ بادِ بہار جاوداں: ہمیشہ کے لیے قائم رہنے والی بہار کی ہوا۔ سبز کرنا: ترو تازہ کرنا۔ خفتہ: سویا ہوا۔ خاکِ رہ سپر: راستے میں اڑنے والی مٹی۔ شرار: چنگاری۔ عارضی: وقتی۔ محمل: کجاوہ۔ مشتِ غبار: مراد جسم۔ انجام: اخیر۔ خاکستر: راکھ۔ گوہر: موتی۔ دیدۂ قدرت: قدرت کی نگاہ۔ محبوب: پیاری۔ ذوق: شوق۔ حفظِ زندگی: زندگی کی حفاظت۔ فطرت: مزاج، خمیر۔ نقش: تحریر، نشان۔ نظامِ کائنات: دنیا کا انتظام، بندوبست۔ اجل: موت۔ خلل: گڑبڑ۔ رازِ نہاں: چھپا ہوا بھید۔ ناپائداری: کمزوری۔ جنت نظارہ: دیکھنے میں بہشت کے نظاروں کی طرح دل کش۔ نقشِ ہوا بالائے آب: چلنے سے پانی پر بننے والی لکیریں۔ مضطر: بے چین۔ حباب: بلبلہ۔ بیدردی: ظلم، سختی۔ روش: طریقہ، چلن۔ ہیئت: ڈھانچا۔ فطرتِ ہستی: وجود / کائنات کا مزاج۔ شہیدِ آرزو: خواہش / خواہشات کا مارا ہوا، اچھی سے اچھی تخلیق کا خواہشمند۔ خوب تر پیکر: مراد اچھے سے اچھا جسم پیدا کرنا۔ سیماب پریشاں: پھیلنے والا / منتشر پارا، مراد ستارے۔ انجم گردوں فروز: آسمان کو روشن کرنے والے ستارے۔ شوخ: مراد دل کش۔ چنگاریاں: یعنی ستارے۔ ممنونِ شب: رات کا احسان مند۔ سوز: مراد روشنی۔ سر بزانو: غور و فکر میں ڈوبی ہوئی۔ سرگزشت: ماجرا، قصہ۔ نوعِ انساں: مراد تمام انسان۔ ساعت: پل، گھڑی۔ آں سوئے افلاک: آسمانوں کے اُس پار / دوسری طرف۔ قدسی: فرشتہ۔ مقاصد: جمع مقصد، ارادے، غرضیں۔ پاکیزہ تر: زیادہ صاف ستھری۔ محفلِ قدرت: مراد کائنات، دنیا۔ بیتاب: بے چین، بیقرار۔ مضراب: لوہے کا چھلا جس سے ساز چھیڑا جاتا ہے۔ کمتر: زیادہ کم یا تھوڑا۔ کم بہا: تھوڑی قیمت / قدر والا۔ تخمِ گل: پھول کا بیج۔ دانہ: بیج۔ مستور: چھپا ہوا۔ خودنمائی: اپنا آپ دکھانا،

مراد اپنی حقیقت ظاہر کرنا۔ خود فزائی: اپنے آپ کو پھیلانا۔ سردیِ مرقد: قبر کی ٹھنڈک۔ تُربت: قبر مراد زمین
میں سے۔ لحد: قبر یعنی مٹی۔ قوتِ آشفتہ: بکھری ہوئی طاقت۔ شیرازہ بند: جمع کرنے والی۔ ڈالتی ہے: یعنی یہ
طاقت۔ کمند: رسی کا پھندا کسی جگہ لٹکا کر اس کے ذریعہ اوپر چڑھنا۔ تجدیدِ مذاقِ زندگی: زندگی کی لذت کو تازہ
کرنا۔ خوگر: عادی۔ سنجیدنِ پر: پر تولنا (اڑنے کے لیے)۔ دردِ اجل: موت کا درد۔ زخمِ فرقت: جدائی کا زخم۔
حلقۂ زنجیرِ صبح و شام: صبح و شام کا تسلسل مراد وقت۔ افسوں: جادو۔ نالۂ ماتم: سوگ میں آہ و زاری۔ زخمِ تیغِ
فرقت: جدائی کی تلوار کا زخم۔ ناگہاں: اچانک۔ اشکِ پیہم: مسلسل بہنے والے آنسو۔ دیدۂ انساں: انسان کی
آنکھ۔ ربط: تعلق۔ سرشک آباد: مراد راستہ، ذریعہ۔ تاب: قوت۔ شکیبائی: صبر۔ نامعلوم: جو واضح نہ ہو، جس کا
پتا نہ چلے۔ جوہرِ انساں: انسان کی اصل یعنی روح۔ عدم: فنا، نیستی۔ رختِ ہستی: زندگی کا ساز و سامان۔ شعلہ
افشانی: شعلے بکھیرنا۔ سرد: ٹھنڈی، بجھی ہوئی۔ ضبطِ فغاں: آہ و زاری پر قابو پانے / روکنے کی حالت۔ آگہی:
شعور، واقفیت۔ دل آسائی: دل کا سکون / قرار۔ فراموش: بھولنے کی حالت۔ پردۂ مشرق: مراد سورج نکلنے کی
جگہ۔ جلوہ گر: یعنی ظاہر۔ آفاق: جمع افق، دور کے آسمانی کنارے مراد آسمان۔ آتش قبا: آگ جیسا سُرخ
لباس، لالہ کا سُرخ رنگ مراد ہے۔ طائر: پرندہ۔ بے زباں: جس میں بولنے کی قوت نہ ہو۔ سرمستِ نوا:
چہچہانے میں بےحد مصروف۔ سرود آزاد ہے: چہچہانے کی آواز (سینے سے) باہر نکل رہی ہے۔ بادِ صبحدم: صبح کی
ہوا۔ آباد ہے: یعنی اس میں پرندوں کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رودبار: لالہ کے
باغ میں پہاڑ اور دریا کے کنارے پر سوئے ہوئے، مراد پھول، سبزہ وغیرہ۔ عروسِ زندگی: زندگی کی دلہن، مراد
تر و تازگی جو صبح شبنم کے سبب پھولوں وغیرہ میں پیدا ہوتی ہے۔ ہمکنار: بغل گیر۔ آئینِ ہستی: کائنات کا نظام /
بندوبست۔ مرقد: قبر۔ انجام: اخیر۔ دامِ سیمینِ تخیل: چاندی کے تاروں سے بنا ہوا شاعرانہ خیالات کا جال یعنی
دل کو بھانے / موہ لینے والے۔ آفاق گیر: دنیا پر چھا جانے والا / والے۔ اسیر: قیدی، مراد (یادکو) نظم کی صورت
دے دی ہے۔ درد آشنا: غم سے واقف۔ معمور: بھرا ہوا۔ فرائض: جمع فریضہ، وہ کام جن کا کرنا ضروری ہو۔
تسلسل: لگاتار ہونے کی کیفیت۔ حیات: زندگی۔ جلوہ گاہ: مراد ظاہر ہونے کی جگہ۔ جہانِ بے ثبات: فانی
دنیا۔ رسم و راہ: طور طریقے۔ آخرت: دوسری دنیا جہاں مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا۔ جولاں گاہ: دوڑنے
کی جگہ، میدان۔ بے حاصلی: فصل نہ ہونے کی کیفیت، بے نتیجہ ہونا۔ کشتِ اجل: موت کی کھیتی۔ تخمِ عمل: (نیکی
یا برائی) عمل کا بیج۔ نورِ فطرت: قدرت کا نور / روشنی۔ ظلمتِ پیکر: جسم کی تاریکی۔ زندانی: قیدی۔ حلقۂ دائرہ
مہتاب: چاندنی، چاند۔ تابندہ تر: زیادہ چمکدار۔ سفر: مراد زندگی۔ مثلِ ایوانِ سحر: صبح کے محل کی طرح، مراد صبح
کی روشنی کی طرح۔ فروزاں: روشن۔ خاکی شبستاں: مٹی کا شبستان (رات گزارنے کی جگہ) یعنی قبر۔ لحد: قبر۔
شبنم افشانی: اوس بکھیرنا۔ سبزۂ نورستہ: تازہ تازہ اُگا ہوا سبزہ۔ اس گھر: یعنی (ماں کی) قبر۔

شُعاعِ آفتاب

صبح جب میری نگہ سَودائیِ نظّارہ تھی
آسماں پر اک شُعاعِ آفتاب آوارہ تھی

مَیں نے پوچھا اُس کرن سے "اے سراپا اضطراب!
تیری جانِ ناشکیبا میں ہے کیسا اضطراب

تُو کوئی چھوٹی سی بجلی ہے کہ جس کو آسماں
کر رہا ہے خرمنِ اقوام کی خاطر جواں

یہ تڑپ ہے یا ازل سے تیری خُو ہے، کیا ہے یہ
رقص ہے، آوارگی ہے، جستجو ہے، کیا ہے یہ؟"

"خفتہ ہنگامے ہیں میری ہستیِ خاموش میں
پرورش پائی ہے مَیں نے صبح کی آغوش میں

مُضطرب ہر دَم مری تقدیر رکھتی ہے مجھے
جستجو میں لذّتِ تنویر رکھتی ہے مجھے

برقِ آتش خُو نہیں، فطرت میں گو ناری ہوں مَیں
مہرِ عالم تاب کا پیغامِ بیداری ہوں مَیں
سُرمہ بن کر چشمِ انساں میں سما جاؤں گی مَیں
رات نے جو کچھ چھپا رکّھا تھا، دِکھلاؤں گی مَیں

تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟"

شعاع: کرن۔ آفتاب: سورج۔ سَودائی: شیدائی، دیوانی۔ آوارہ: گھومنے پھرنے والا/والی۔ سراپا اضطراب: بہت بے چین۔ ناشکیبا: بے صبر، بیقرار۔ خرمنِ اقوام: قوموں کی فصل کا ڈھیر، مراد قومیں۔ خاطر: واسطے، لیے۔ خو: عادت۔ رقص: ناچ۔ آوارگی: یونہی چلنے پھرنے کی حالت۔ جستجو: تلاش۔ خفتہ: سویا ہوا/ہوئے۔ ہستی: وجود، زندگی۔ آغوش: گود۔ لذتِ تنویر: روشنی پھیلانے کا مزہ۔ برقِ آتش خو: آگ کا مزاج رکھنے والی بجلی۔ ناری: آگ سے بنی ہوئی۔ مہرِ عالم تاب: دنیا کو روشن کرنے والا سورج۔ بیداری: جاگنا، عمل اور جدوجہد کے لیے تیار ہونا۔ سما جانا: داخل ہو جانا، جگہ پا لینا۔ جویائے ہشیاری: بیدار ہونے/جاگنے کا خواہشمند۔ ذوق: شوق۔

عُرفی

محل ایسا کیا تعمیر عُرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

فضائے عشق پر تحریر کی اُس نے نوا ایسی
میسّر جس سے ہیں آنکھوں کو اب تک اشکِ عُنّابی

مرے دل نے یہ اک دن اُس کی تُربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامانِ بیتابی

مزاجِ اہلِ عالم میں تغیر آگیا ایسا
کہ رخصت ہو گئی دنیا سے کیفیّت وہ سیمابی

فُغانِ نیم شب شاعر کی بارِ گوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشمِ محفل آشنائے لطفِ بے خوابی

کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت رُبا کیونکر

گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

صدا تربت سے آئی "شکوۂ اہلِ جہاں کم گو

☆ نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

☆☆ حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی"

عُرفیؔ: مشہور فارسی شاعر جمال الدین، تخلص عرفی (وفات ۹۹۹ھ)۔ ۳۶ یا ۳۷ برس کی عمر پائی۔ شیراز سے برصغیر پاک و ہند چلا آیا۔ یہاں اس کی قدر ہوئی۔ عبدالرحیم خان خاناں کے دربار میں جگہ پائی۔ تصدُّق: قربان، صدقے۔ حیرت خانہ: یعنی فلسفے کا خیالی محل۔ سینا: بو علی سینا، مشہور فلسفی ابوعلی الحسین بن عبداللہ بن سینا۔ ولادت مقام بخارا ۹۸۰ء۔ ۱۸ برس کی عمر میں بغداد میں شاہی طبیب بنا۔ ہمدان میں ۱۰۳۷ء میں وفات پائی۔ فارابی: محمد بن محمد طرخان ابونصر الفارابی، اسلامی دنیا کا مشہور فلسفی۔ ترکی کے شہر فاراب میں پیدا ہوا۔ وفات بمقام دمشق ۹۵۰ء۔ نوا: نغمہ، شاعری۔ اشک عنابی: سُرخ آنسو (جو جذباتِ عشق کے ترجمان ہیں)۔ تُربت: قبر۔ ہنگامۂ عالم: دنیا کی رونق۔ تغیر: تبدیلی۔ کیفیت: حالت۔ سیمابی: پارے کی طرح کی یعنی بیقراری۔ فغانِ نیم شب: آدھی رات کو آہ و فریاد کرنے کی حالت۔ بارِ گوش: کانوں پر بوجھ۔ چشم: آنکھ۔ آشنائے لطفِ بیخوابی: جاگتے رہنے کے مزے سے واقف۔ شعلۂ فریاد: آہ و فغاں کو شعلہ کہا ہے۔ ظلمت رُبا: تاریکی دور کرنے والا۔ گراں: بوجھل۔ شب پرست: مراد راتوں کو گہری نیند سونے والے، غفلت کے مارے۔ آسماں تابی: آسمان کو روشن کرنے کا عمل۔ صدا: آواز۔ شکوۂ اہلِ جہاں: دنیا والوں کے بارے میں شکایت۔ کم گو: مت کہہ، مت کر۔

☆ (عرفیؔ کا شعر ہے): جب تو لوگوں میں گیت / گانا سننے کا ذوق شوق کم دیکھے تو پھر گانا ذرا تیکھے سُروں میں گانا شروع کر دے۔

☆☆ اور جب کجاوہ بوجھل لگنے لگے تو حُدی (وہ گانا جو اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے گایا جاتا ہے) زیادہ تیز آواز میں گانا شروع کر دے۔

ایک خط کے جواب میں

ہَوس بھی ہو تو نہیں مجھ میں ہمّتِ تگ و تاز
حصولِ جاہ ہے وابستۂ مذاقِ تلاش

ہزار شُکر، طبیعت ہے ریزہ کار مری
ہزار شُکر، نہیں ہے دماغ فتنہ تراش

مرے سخن سے دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز
جہاں میں ہوں مَیں مثالِ سحاب دریا پاش

یہ عُقدہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہوں
کہ فیضِ عشق سے ناخن مرا ہے سینہ خراش

ہَوائے بزمِ سلاطیں دلیلِ مُردہ دِلی
کِیا ہے حافظِ رنگیں نوا نے راز یہ فاش

"گرت ہواست کہ با خضر ہم نشیں باشی
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش"☆

ایک خط ......: علاّمہ نے خط لکھنے والے کا نام ظاہر نہیں کیا۔ اس نے علاّمہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حاکمانِ وقت، بالخصوص چیف جسٹس وغیرہ سے تعلقات قائم کریں، تاکہ ان (علاّمہ) کی وکالت خوب بڑھے۔ ہمتِ تگ وتاز: بھاگ دوڑ کی طاقت / حوصلہ۔ حصولِ جاہ: مرتبہ / عہدہ حاصل کرنے کا عمل۔ وابستہ: بندھا ہوا، متعلق۔ مذاقِ تلاش: ڈھونڈنے اور پانے کا ذوق شوق۔ ریزہ کار: مراد گہرے / عمدہ شعری مضامین باندھنے والا۔ فتنہ تراش: فتنہ کھڑا کرنے یا جوڑ توڑ کی سیاست کرنے والا۔ سخن: شاعری۔ دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز: مراد دلوں میں زندہ جذبے پیدا ہوتے ہیں۔ سحاب: بادل۔ دریا پاش: دریا بکھیرنے یعنی بہت پانی برسانے والا۔ عقدہ ہائے سیاست: سیاست کی گتھیاں / الجھنیں۔ فیضِ عشق: عشق کی بدولت۔ سینہ خراش: سینہ چھیلنے والا۔ ہوائے بزمِ سلاطیں: حاکموں کی محفل / دربار کی حرص۔ مردہ دلی: دل کا جذبوں / زندگی سے محروم ہونا۔ حافظ: ایران کا مشہور شاعر حافظ شیرازی۔ رنگیں نوا: دل کش شعر کہنے والا۔

☆ اگر تجھے یہ خواہش ہے کہ تو خضر کے ساتھ بیٹھے (محبوبِ حقیقی کا قرب حاصل ہو) تو سکندر (حاکمانِ دنیا) کی نظروں سے اسی طرح چھپا ہوا رہ جس طرح آبِ حیات، سکندر سے دُور / چھپا ہوا رہا۔

نانک

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی
آہ! بدقسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر
آشکار اُس نے کِیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفے پر ناز تھا
شمعِ حق سے جو منوّر ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی
آہ! شُودر کے لیے ہندوستاں غم خانہ ہے
دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے
برہَمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

بُت کدہ پھر بعد مُدّت کے مگر روشن ہُوا
نورِ ابراہیمؑ سے آزر کا گھر روشن ہُوا
پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

نانک: سکھوں کے مشہور گرو، تلونڈی ضلع لاہور کے ایک کھتری خاندان میں پیدا ہوئے (۱۴۶۹ء) وفات موضع کرتار پور (۱۵۳۹ء) ساری عمر توحید اور مساوات کا درس دیا۔ گوتم: گوتم بدھ، بدھ مذہب کے بانی جن کے پیرو چین، جاپان، کوریا وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں (بدھ بمعنی روشن ضمیر) اصلی نام سدھارتھ سالِ ولادت ۵۶۸ قبل مسیح کے لگ بھگ ہے۔ یہ آٹھ باتیں ان کے مذہب کی بنیاد ہیں: صحیح ایمان، صحیح ارادہ، صحیح گفتار، صحیح عمل، صحیح پیشہ، صحیح کوشش، صحیح فکر اور صحیح توجہ۔ قدر پہچاننا: کسی کی اہمیت اور خوبیوں کا اعتراف کرنا۔ گوہرِ یک دانہ: مراد بہت قیمتی موتی۔ آوازِ حق: خدا کی توحید کی آواز۔ شیرینی: مٹھاس۔ شجر: درخت۔ آشکار: ظاہر۔ خیالی فلسفہ: وہ فلسفہ جس کی بنیاد صرف فرضی باتوں پر ہو۔ منور: روشن۔ بارشِ رحمت: رحمت ہونے کو یہ کہا۔ شودر: ہندوؤں کی سب سے گھٹیا چوتھی ذات جسے ہندو ناپاک سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کو قریب نہیں آنے دیتے۔ غم خانہ: دکھوں کا گھر۔ دردِ انسانی: انسانوں کے ساتھ ہمدردی۔ بستی: ملک (ہندوستان)۔ بیگانہ: بے خبر، ناواقف۔ برہمن: ہندوؤں کی پہلی اور سب ذاتوں سے اعلیٰ ذات، مذہبی پیشوا۔ سرشار: مست، نشے میں۔ مئے پندار: غرور کی شراب، غرور۔ شمعِ گوتم: مراد گوتم کا مذہب۔ جل رہی ہے: مراد پھیلا ہوا ہے۔ محفلِ اغیار: غیروں کی بزم یعنی یہ مذہب ہندوستان سے شروع ہوا لیکن یہاں سے چین، جاپان کا رخ کر گیا۔ بتکدہ: بتوں کا گھر، ہندوستان۔ نورِ ابراہیمؑ: حضرت ابراہیمؑ کی روشنی، توحید کی تعلیم۔ آزر: حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا بہت بڑا بت تراش، بت پرست، بت گر (حضرت ابراہیمؑ کا والد یا چچا تھا)۔ پنجاب: پاکستان کا موجودہ بڑا صوبہ جس کے ایک قصبے میں گرو نانک پیدا ہوئے۔ مردِ کامل: یعنی گرو نانک۔ خواب سے جگانا: بے خبری اور غفلت دور کرنا۔

کفر و اسلام

(تضمین بر شعرِ میر رضی دانش)

ایک دن اقبالؔ نے پوچھا کلیمِ طور سے
اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیِ سینا چمن

آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن

تھا جوابِ صاحبِ سینا کہ مسلم ہے اگر
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر
منتظر رہ وادیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن

عارضی ہے شانِ حاضر، سطوتِ غائب مدام
اس صداقت کو محبت سے ہے ربطِ جان و تن

شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا
"شمع خود را می گدازد درمیانِ انجمن ☆
نورِ ما چوں آتشِ سنگ از نظر پنہاں خوش است" ☆☆

دانش: میر رضی، دانش تخلص، مشہد کا رہنے والا تھا۔ شاہ جہان بادشاہ کے دور میں ہندوستان آیا۔ دارا شکوہ کی ملازمت میں رہا۔ ایک موقع پر دارا شکوہ نے اس کے ایک شعر پر اسے ایک لاکھ روپیہ دیا۔ کلیم طور: مراد حضرت موسیٰؑ، کلیم اللہ۔ نقشِ پا: پاؤں کے نشان۔ وادیِ سینا: اس پہاڑ کی وادی جہاں حضرت موسیٰؑ نے خدا کا جلوہ دیکھا۔ چمن: یعنی چمن کی طرح ہے۔ آتشِ نمرود: نمرود کی جلائی ہوئی آگ، مراد کفر اور باطل۔ شعلہ ریز: شعلے گرانے والی، یعنی کفر و باطل برقرار ہیں۔ پنہاں: چھپا ہوا۔ سوزِ کہن: پرانی تپش، پرانا جلوہ۔ صاحبِ سینا: مراد حضرت موسیٰؑ۔ غائب: جو موجود نہ ہو۔ حاضر: جو موجود ہو۔ شیدائی: عاشق۔ ذوقِ حاضر: موجود کا شوق، یعنی موجودہ دنیا کے معاملات (کفر اور باطل سے متعلق)۔ ایمانِ خلیل: حضرت ابراہیمؑ کا سا ایمان، جو نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ میں بیٹھ گئے اور وہ بحکمِ خداوندی گلزار بن گئی۔ خاکستر: راکھ۔ پیرہن: لباس۔ دیوانہ: سودائی۔ وادیِ فاراں: عرب کی وہ پہاڑی جہاں سے اسلام کا ظہور ہوا، مراد کعبہ۔ خیمہ زن: تنبو لگانے والا، مراد بیٹھنے والا۔ عارضی: وقتی، تھوڑی دیر کی۔ شانِ حاضر: آنکھوں کے سامنے موجود کی عزت و شوکت۔ سطوت: دبدبہ، شان۔ مدام: ہمیشہ ہمیشہ کی۔ محبت: عشق، جذبۂ عشق۔ ربطِ جان و تن: جسم اور جان کے تعلق جیسا (تعلق)۔

☆ شمع محفل میں خود کو پگھلاتی ہے (حاضر کی طرف اشارہ ہے)۔

☆☆ ہماری روشنی کا، پتھر کی آگ کی طرح (جو پتھر میں چھپی ہوتی ہے) نظروں سے اوجھل رہنا ہی بہت اچھا ہے۔

بلالؓ

لِکھا ہے ایک مغربیِ حق شناس نے
اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولاں گہِ سکندرِ رومی تھا ایشیا
گردُوں سے بھی بلند تر اُس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کِیا جو پورس و دارا نے، خام تھا
دنیا کے اُس شہنشہِ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا
آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اُسے پہچانتا نہیں
لیکن بلالؓ، وہ حبَشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوّت سے مُستنیر
جس کا امیں ازل سے ہُوا سینۂ بلالؓ
محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسوَد و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر
اقبالؔ! کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہُوا، حبَشی کو دوام ہے

بلالؓ: حضرت بلالؓ حضور اکرمؐ کے ایک خاص صحابی اور مؤذن جو حبشی غلام تھے۔ حق شناس: یعنی حقیقت بیان کرنے / سچی بات کہنے والا، اشارہ ہے لیمیوئل آسکر مینم ڈورچ کی طرف یہودی نسل کا جرمن فاضل (۱۸۲۹ء۔ انتقال اسکندریہ، ۱۸۷۳ء)۔ جولاں گہ: جولان گاہ، دوڑنے کی جگہ، میدان۔ سکندرِ رومی: مشہور یونانی بادشاہ سکندرِ اعظم (۳۵۵ ق م۔ ۳۲۳ ق م)۔ ایشیا: براعظم ایشیا جس میں چین، جاپان، عرب، پاکستان، ہندوغیرہ شامل ہیں۔ بلندتر: زیادہ اونچا۔ دعویٰ کرنا: اپنے آپ کو طاقتور ظاہر کرنا۔ پورس: ہندوستان کا مشہور راجا جسے سکندر نے وادیٔ سندھ میں شکست دی تھی۔ دارا: قدیم ایران کا مشہور بادشاہ دارایوش / دارا سوم۔ سکندر کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا اور سکندر اس کے ملک فارس پر قابض ہو گیا۔ خام: کچا، بے حقیقت۔ شہنشہِ انجم سپاہ: ایسا شاہنشاہ جس کی فوج ستاروں کی طرح لاتعداد ہو۔ فلک: آسمان۔ نیل فام: نیلے رنگ کا۔ حبشی زادہ: حبشی نسل کا، سیاہ فام نسل۔ نورِ نبوت: حضور اکرمؐ کی روشنی / اسلام کی محبت، اذان۔ مستنیر: روشن۔ سینہ: مراد دل۔ اس صدا: یعنی اذان۔ شاہنشہ و فقیر: مراد بلند مرتبہ اور حقیر سبھی لوگ۔ اسود: سیاہ، کالا۔ احمر: سُرخ۔ اختلاط: ملاپ، مراد نماز میں کھڑے ہوتے وقت کسی رنگ، نسل یا مرتبے کا فرق نہیں رہتا۔ ہم پہلو: یعنی کندھے کے ساتھ کندھا ملانے والا۔ نوائے جگر گداز: دل کو جذبۂ عشق کی گرمی سے پگھلانے والی آواز۔ گوش: کان۔ چرخِ پیر: بوڑھا آسمان۔ فیضِ عام: سب کو فائدہ پہنچانے کی کیفیت۔ رومی: یعنی سکندرِ رومی / یونانی۔

مسلمان اور تعلیمِ جدید

تضمین بر شعرِ ملک قُمی

مُرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلمِ شوریدہ سر
لازم ہے رہرو کے لیے دُنیا میں سامانِ سفر

بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تغیر آ گیا
تھے جو گراں قیمت کبھی، اب ہیں متاعِ کس مخر

وہ شعلۂ روشن ترا، ظلمت گریزاں جس سے تھی
گھٹ کر ہُوا مثلِ شرر تارے سے بھی کم نُور تر

شیدائیِ غائب نہ رہ، دیوانۂ موجود ہو
غالب ہے اب اقوام پر معبودِ حاضر کا اثر

ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بار آور تری
فرسُودہ ہے پھندا ترا، زِیرک ہے مُرغِ تیز پر

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ مِلّت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نیشتر

رہبر کے ایما سے ہُوا تعلیم کا سودا مجھے
واجب ہے صحرا گرد پر تعمیلِ فرمانِ خضر

لیکن نگاہِ نکتہ بیں دیکھے زبُوں بختی مری
☆ ”رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر
☆☆ یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شد“

تعلیمِ جدید: دورِ حاضر کی تعلیم جس پر مغربی قوموں کی تعلیم کا اثر ہے۔ ملک قُمی: ایران کے مشہور شہر قُم کا رہنے والا تھا۔ ۱۵۷۹ء میں دکن پہنچا جہاں ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور نے اسے درباری شاعر بنایا۔ وفات ۱۶۱۵ء مُرشد: رہنما، پیر۔ شوریدہ سر: دیوانہ، جس کا دماغ کام نہ کر رہا ہو۔ رہرو: راہ رو، مسافر۔ سامانِ سفر: زادِ رہ، سفر۔ تغیر: انقلاب۔ گراں قیمت: بہت مہنگی۔ متاعِ کس مخر: ایسی شے جسے کوئی نہ خریدے۔ شعلۂ روشن تر: مراد عربی، فارسی اور مشرقی علوم کی تعلیم۔ ظلمت: تاریکی، جہالت۔ گریزاں: دوڑ جانے/ دور ہونے والی۔ گھٹنا: کم ہونا۔ مثلِ شرر: چنگاری کی طرح۔ کم نُور تر: بہت کم روشنی والا۔ شیدائی غائب: آنکھوں سے اوجھل شے (غیروں کی تعلیم) کا دیوانہ عاشق۔ معبودِ حاضر: موجودہ دور کے معبود یعنی مال و دولت اور اہلِ حکومت جن کی اب لوگ گویا پوجا کرتے ہیں۔ بار آور: کامیاب، جس کا کوئی نتیجہ سامنے آئے۔ فرسودہ: گھسا ہوا، بہت پرانا۔ پھندا: جال۔ زیرک: چالاک، ہوشیار۔ مرغِ تیز پر: تیز اُڑنے والا پرندہ، یہاں کی دوسری قومیں جو تعلیم میں آگے تھیں۔ امراض: جمع مرض، بیماریاں۔ خونِ فاسد: گندا خون۔ نیشتر: رگ کو چھیڑ کر خون نکالنے والا اوزار۔ ایما: حکم، اشارہ۔ سودا: جنون، عشق۔ واجب: ضروری۔ صحرا گرد: ریگستانوں/ جنگلوں میں پھرنے والا۔ خضر: مراد رہنما۔ نکتہ بیں: بھیدوں کو جاننے والا، گہری باتوں سے آگاہ۔ زبوں بختی: بدنصیبی۔

☆ میں نے چاہا کہ میں پاؤں سے کانٹا نکال لوں کہ اتنے میں محبوب کا کجاوہ نظروں سے دور/ اوجھل ہو گیا۔

☆☆ میں نے ایک لمحہ غفلت سے کام لیا اور اس طرح میرا راستہ سو سال دُور ہو گیا۔ (یعنی ایک پل کی غفلت انسان کو مقصد سے بہت دور پھینک دیتی ہے)

پھولوں کی شہزادی

کلی سے کہہ رہی تھی ایک دن شبنم گلستاں میں
رہی مَیں ایک مدت غنچہ ہائے باغِ رضواں میں
تمھارے گُلِستاں کی کیفیت سرشار ہے ایسی
نِگہ فردوس در دامن ہے میری چشمِ حیراں میں
سُنا ہے کوئی شہزادی ہے حاکم اس گلستاں کی
کہ جس کے نقشِ پا سے پھول ہوں پیدا بیاباں میں
کبھی ساتھ اپنے اُس کے آستاں تک مجھ کو تُو لے چل
چُھپا کر اپنے دامن میں برنگِ موجِ بو لے چل

کلی بولی، سریر آرا ہماری ہے وہ شہزادی
درخشاں جس کی ٹھوکر سے ہوں پتھر بھی نگیں بن کر
مگر فطرت تری اُفتندہ اور بیگم کی شان اونچی
نہیں ممکن کہ تُو پہنچے ہماری ہم نشیں بن کر
پہنچ سکتی ہے تُو لیکن ہماری شاہزادی تک
کسی دُکھ درد کے مارے کا اشکِ آتشیں بن کر
نظر اُس کی پیامِ عید ہے اہلِ مُحرّم کو
بنا دیتی ہے گوہر غم زدوں کے اشکِ پیہم کو

غنچہ ہائے باغِ رضواں: بہشت کی کلیاں۔ کیفیت: حالت، صورتِ حال۔ سرشار: مست کر دینے والی۔ نگہ: نگاہ۔ فردوس در دامن: جس کے دامن میں جنت ہو۔ چشمِ حیراں: حیرت اور تعجب میں ڈوبی ہوئی آنکھ/ آنکھیں۔ نقشِ پا: پاؤں کے نشان۔ آستاں: دہلیز، دربار۔ بہ رنگِ موجِ بو: خوشبو کی لہر کی طرح۔ سریر آرا: یعنی تخت نشین۔ درخشاں: چمکدار، روشن۔ ٹھوکر: پاؤں کی ضرب۔ نگیں: تر شا ہوا ہیرا جو انگوٹھی میں لگایا جاتا ہے اُفتندہ: گرنے والی۔ شان اونچی ہونا: بلند مرتبہ/بڑی عزت والا ہونا۔ ہم نشیں: ساتھ بیٹھنے والی، ساتھی۔ دکھ درد کا مارا: غموں دکھوں کا شکار۔ اشکِ آتشیں: آگ کی طرح گرم آنسو، پُرسوز آنسو۔ پیامِ عید: مراد خوشیوں کا پیغام۔ اہلِ مُحرم: یعنی غموں دکھوں کے ستائے ہوئے لوگ۔ غم زدہ: غموں کا مارا ہوا۔ اشکِ پیہم: لگاتار بہتے ہوئے آنسو۔

تضمین بر شعرِ صائبؔ

کہاں اقبالؔ تُو نے آ بنایا آشیاں اپنا
نوا اس باغ میں بُلبل کو ہے سامانِ رُسوائی

شرارے وادیِ ایمن کے تُو بوتا تو ہے لیکن
نہیں ممکن کہ پھُوٹے اس زمیں سے تُخمِ سِینائی

کلی زورِ نفَس سے بھی وہاں گُل ہو نہیں سکتی
جہاں ہر شے ہو محرومِ تقاضائے خود افزائی

قیامت ہے کہ فطرت سو گئی اہلِ گلستاں کی
نہ ہے بیدار دل پیری، نہ ہمّت خواہ برنائی

دلِ آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں
نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکَر خائی

نہیں ضبطِ نوا ممکن تو اُڑ جا اس گلستاں سے
کہ اس محفل سے خوشتر ہے کسی صحرا کی تنہائی

''ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تابِ حُسنِ صحرائی'' ☆

صائب: فارسی کا مشہور شاعر مرزا محمد علی، تخلص صائب۔ تبریز میں پیدا ہوا۔ آخر میں اصفہان چلا گیا جہاں ۱۶۶۹ء میں فوت ہوا۔ ضخیم کلیات اس سے یادگار ہے۔ سامانِ رسوائی: ذلت کا باعث۔ شرارے وادیِ ایمن کے: مراد ایسے اشعار جو دلوں میں اسلام سے محبت، حرارت اور جوش وولولہ پیدا کرتے ہیں۔ پھوٹنا: بیج کا اُگ کر زمین سے باہر آنا۔ تخمِ سینائی: مراد اسلام کی اشاعت بڑھنے کا عمل۔ زورِ نفس: بہت تیز پھونک۔ گُل ہونا: کھل کر پھول بننا۔ تقاضائے خود افزائی: خود کو آگے بڑھانے (ترقی) کی خواہش۔ قیامت ہے: بہت دکھ کی بات ہے۔ فطرت سو جانا: انسان کا بالکل بے حس ہو جانا۔ اہلِ گلستاں: ملت کے لوگ۔ بیدار دل: جہد وعمل کے جذبوں سے پُر دل۔ پیری: بڑھاپا، مراد بوڑھی نسل کے لوگ۔ ہمت خواہ: ہمت چاہنے والی۔ برنائی: جوانی، جوان نسل۔ دلِ آگاہ: باخبر دل، قومی و مذہبی تقاضوں سے باخبر۔ خوابیدہ: سویا ہوا۔ نوا گر: نغمہ گانے والا یعنی شاعر۔ زہر اب: زہر ملا پانی، زہر۔ شکر خائی: شکر چبانا، دل کش اور شیریں اشعار کہنا۔ ضبطِ نوا: آواز/ نغمے یا چھپانے کو روکنے کا عمل۔ ممکن: جو ہو سکے، ہو سکنے والی بات۔ محفل: بزم، انجمن، قوم۔ خوشتر: زیادہ اچھی۔ تنہائی: اکیلا پن۔

☆ بہتر تو یہی ہے کہ لیلیٰ بیابان میں اپنا جلوہ دکھائے کیونکہ شہر کی تنگ جگہ (یعنی تنگ دل لوگ) صحرائی حسن کو برداشت نہیں کر سکتی (لوگ قدر نہیں کر سکتے)۔

فردوس میں ایک مکالمہ

ہاتِف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز
حالؔی سے مخاطب ہوئے یوں سعدؔیِ شیراز

اے آنکہ ز نورِ گُہرِ نظمِ فلک تاب
دامن بہ چراغِ مہ و اخترزدہ ای باز! ☆

کچھ کیفیتِ مسلمِ ہندی تو بیاں کر
واماندۂ منزل ہے کہ مصروفِ تگ و تاز

مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ اس کی رگوں میں؟
تھی جس کی فلک سوز کبھی گرمیِ آواز

باتوں سے ہُوا شیخ کی حالؔی مُتاَثّر
رو رو کے لگا کہنے کہ ''اے صاحبِ اعجاز

جب پیرِ فلک نے ورَق ایّام کا اُلٹا
آئی یہ صدا، پاؤ گے تعلیم سے اعزاز

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو مِلی، طائرِ دِیں کر گیا پرواز

دِیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی
فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر، زمیں تاز

مذہب سے ہم آہنگیِ افراد ہے باقی
دِیں زخمہ ہے، جمعیّتِ مِلّت ہے اگر ساز

بنیاد لرز جائے جو دیوارِ چمن کی
ظاہر ہے کہ انجامِ گلستاں کا ہے آغاز

پانی نہ مِلا زمزمِ ملّت سے جو اس کو
پیدا ہیں نئی پود میں اِلحاد کے انداز

یہ ذکر حضورِ شہِ یثربؐ میں نہ کرنا
سمجھیں نہ کہیں ہند کے مسلم مجھے غمّاز

"خُرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں بافت ازاں پشم کہ رشتیم"
(سعدیؒ)

☆☆

مکالمہ: باہم گفتگو/بات چیت کرنا۔ ہاتف: غیب کا فرشتہ، غیبی آواز۔ حالیؔ: اُردو کے مشہور شاعر اور غالبؔ کے

شاگرد خاص مخاطب ہونا: بات کرتے وقت دوسرے کو متوجہ کرنا۔ سعدیِ شیراز: فارسی کے مشہور شاعر، گلستان اور بوستان جیسی بین الاقوامی شہرت کی مالک کتابوں کے مصنف کا نام شرف الدین، لقب مصلح، تخلص سعدی، شیراز میں ولادت ۱۱۹۳ء میں ہوئی۔ مدرسۂ نظامیہ بغداد میں تعلیم پائی۔ ۳۰ برس سے زیادہ کا عرصہ سفر و سیاحت میں گزارا۔ وفات ۱۲۹۱ء بمقام شیراز۔ آپ کا مدفن "سعدیہ" کہلاتا ہے۔ کیفیت: حالت، صورتِ حال۔ مسلمِ ہندی: ہندوستان کے مسلمان۔ بیاں کر: بتا۔ واماندۂ منزل: منزل سے پیچھے رہا ہوا۔ مصروفِ تگ و تاز: بھاگ دوڑ یعنی جدو جہد میں لگا ہوا۔ مذہب کی حرارت: اسلام کا پر جوش جذبہ۔ فلک سوز: آسمان کو جلانے والی۔ گرمیِ آواز: آواز میں ایسی حرارت جو دلوں کو پگھلا دے۔ شیخ: مراد شیخ سعدی۔ صاحبِ اعجاز: معجزہ دکھانے والا، ایسا شاعر جس کا کلام کرامت کی طرح ہے۔ پیرِ فلک: آسمان کا بوڑھا، یعنی آسمان (جو بہت قدیم ہے)۔ ورق ایام کا الٹا: زمانے کے ورق بدلے یعنی انقلاب آیا۔ اس دور کے ہندستان کے حالات۔ صدا: آواز۔ اعزاز: عزت، شان۔ عقیدہ: مذہبی خیال/ اعتقاد۔ تزلزل: مراد تبدیلی، انقلاب۔ طائرِ دیں کر گیا پرواز: یعنی دین سے محبت ختم ہو گئی۔ زمیں گیر: زمین پکڑنے والی، پست۔ زمیں تاز: یعنی صرف دنیا کے مادی فائدے حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے والے۔ ہم آہنگیِ افراد: اہلِ قوم کا آپس میں خیالات کا اتفاق۔ زخمہ: مضراب، لوہے کا چھلا جس سے ساز بجایا جاتا ہے۔ جمعیتِ ملت: قوم کا جماعت کی صورت میں ہونا۔ لرزنا: ہلنا۔ انجام: اخیر۔ زمزم: کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان واقع چشمہ جو حضرت اسمٰعیلؑ کی شیر خوارگی کے زمانے میں، پیاس کے مارے ان کے ایڑیاں رگڑنے سے زمین سے جاری ہوا تھا اور آج بھی اس کا پانی حاجی اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ زمزمِ ملت: مراد قوم کی طرف سے تلقین و تعلیم۔ الحاد: اللہ کے وجود سے انکار۔ ذکر: بات۔ حضور: خدمت میں۔ شہِ یثربؐ: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ غمّاز: چغلی کھانے والا۔

☆ اے وہ شخص (حالیؔ) تو نے آسمان کو چمکانے والی اپنی شاعری کے موتی کی روشنی سے چاند اور ستاروں کا چراغ بجھا دیا ہے۔

☆☆ جو کانٹا ہم نے بویا ہے اس سے کھجور کا پھل حاصل نہیں کیا جا سکتا، اس اُون سے، جو ہم نے کاتی ہے ریشم نہیں بنا جا سکتا۔

مذہب

تضمین بر شعرِ میرزا بیدلؔ

تعلیم پیرِ فلسفۂ مغربی ہے یہ
ناداں ہیں جن کو ہستیِ غائب کی ہے تلاش

پیکر اگر نظر سے نہ ہو آشنا تو کیا
ہے شیخ بھی مثالِ برہمن صنم تراش

محسوس پر بنا ہے علومِ جدید کی
اس دور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش

مذہب ہے جس کا نام، وہ ہے اک جنونِ خام
ہے جس سے آدمی کے تخیل کو انتعاش

کہتا مگر ہے فلسفۂ زندگی کچھ اور
مجھ پر کیا یہ مرشدِ کامل نے راز فاش

"با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است
ہر چند عقلِ کُل شدہ ای بے جنوں مباش"

میرزا بیدل: میرزا عبدالقادر، تخلص بیدل۔ عظیم آباد میں ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ برصغیر کے مشہور فارسی شاعروں میں سے ہیں۔ ۱۱۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ پیرِ فلسفۂ مغربی: یورپ کا سب سے بڑا فلسفی/فلسفہ دان۔ ہستیِ غائب: مراد خدا کا وجود۔ پیکر: جسم، وجود۔ نظر سے آشنا ہونا: سامنے نظر آنا۔ شیخ: مسلمانوں کا مذہبی رہنما/پیشوا۔ برہمن: ہندوؤں کا مذہبی پیشوا۔ صنم تراش: بت گھڑنے والا۔ محسوس: جو نظر آئے یا انسانی حواس اسے پالیں۔ بِنا: بنیاد۔ عقائد: جمع عقیدہ، مذہبی اعتقادات/خیالات۔ پاش پاش: ٹکڑے ٹکڑے۔ جنونِ خام: کچی دیوانگی، یعنی عقل کے خلاف، حماقت۔ تخیل: ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات جنھیں لفظوں میں بیان کیا جائے۔ انتعاش: بلند ہونے کی کیفیت۔ مرشدِ کامل: یعنی میرزا بیدل۔ فاش کرنا: کھولنا، ظاہر کرنا۔

☆ جو بھی کمال حاصل ہو اس کے ساتھ کسی قدر دیوانگی/ذہنی انتشار رہنا اچھا ہے۔ اگرچہ تو عقلِ کل (پورے طور پر عقل) ہی کیوں نہ بن گیا ہو پھر بھی دیوانگی کے بغیر مت رہ۔

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

اِک نوجوان صورتِ سیماب مُضطرب
آکر ہُوا امیرِ عساکر سے ہم کلام

اے بو عبیدہ رُخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکُوں کا جام

بے تاب ہو رہا ہُوں فراقِ رسُولؐ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہُوں مَیں حضورِ رسالت پناہؐ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام

بولا امیرِ فوج کہ "وہ نوجواں ہے تُو

پِیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام

پُوری کرے خدائے محمدؐ تری مُراد

کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام!

پہنچے جو بارگاہِ رسُولِ امیںؐ میں تُو

کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کِیا ہے خدائے غیور نے

پُورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے"

جنگ یرموک: یرموک دمشق کے قریب ایک میدان کا نام ہے جس میں ۱۳ھ میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ اسلامی فوج تیس ہزار، سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ جب کہ رومی فوج دو لاکھ تھی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ صف بستہ: قطار باندھے ہوئے۔ جوانانِ تیغ بند: تلواروں سے مسلح فوجی۔ عروس: دلہن۔ زمینِ شام: مملک شام کی سرزمین (شام ایک عرب ملک)۔ صورتِ سیماب مضطرب: پارے کی طرح بے قرار۔ امیر: سردار، سالار۔ عساکر: جمع عسکر، فوجیں۔ ہم کلام: کسی دوسرے کے ساتھ بات کرنے والا۔ ابوعبیدہؓ: اسلامی فوج کے سپہ سالار۔ عامر نام ابوعبیدہ کنیت، امین الامت لقب۔ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا، صحابی تھے، مختلف جنگوں میں شریک ہوئے اور فتح پائی۔ ۱۸ھ میں ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں بعمر ۵۸ برس، بمقام جابیہ فوت ہوئے۔ رخصتِ پیکار: لڑنے کی اجازت۔ لبریز ہونا: بھر جانا۔ جام: پیالہ۔ فراق: دوری۔ دَم: پَل، گھڑی، لمحہ۔ حرام: مراد بے مزہ۔ حضورِ رسالت پناہؐ میں: حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں۔ ذوق وشوق: جذبۂ جہاد۔ پُرنم ہونا: آنسو آنا۔ تیغ بے نیام: ننگی تلوار، کاٹ ڈالنے والی تلوار۔ پیروں: جمع پیر، بوڑھے، بڑی عمر کے، بزرگوں۔ عشق: حضور اکرمؐ سے محبت اور جہاد کا جذبہ۔ خدائے محمدؐ: یعنی خدا تعالیٰ۔ مُراد: آرزو، خواہش۔ بارگاہ: دربار۔ رسولِ امیںؐ: حضور اکرمؐ جنھیں امین کہا جاتا ہے۔ پس از سلام: سلام کے بعد۔ غیور: غیرت مند۔

مذہب

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسُولِ ہاشمی

اُن کی جمعیّت کا ہے مُلک و نسَب پر انحصار
قُوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیّت تری

دامنِ دیں ہاتھ سے چھُوٹا تو جمعیّت کہاں
اور جمعیّت ہوئی رُخصت تو مِلّت بھی گئی

قیاس کرنا: دو چیزوں کو ایک جیسا سمجھنا۔اقوامِ مغرب: یورپ کی قومیں۔خاص: خاصیت کی۔ترکیب: بناوٹ۔ رسولِ ہاشمیؐ: حضرت محمدؐ جو حضرت ہاشم کی اولاد سے تھے۔جمعیّت: جماعت کی صورت۔مُلک: جغرافیائی حدود پر مشتمل خطۂ زمین۔انحصار: دارومدار۔مستحکم: مضبوط، محکم۔جمعیّت کہاں: یعنی جمعیت ختم۔رخصت ہونا: مراد ختم ہونا۔مِلّت بھی گئی: قوم کا وجود بھی مٹ گیا۔

پیوستہ رہ شجر سے، اُمیدِ بہار رکھ

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے

ہے لازوال عہدِ خزاں اُس کے واسطے
کچھ واسطہ نہیں ہے اُسے برگ و بار سے

ہے تیرے گُلِستاں میں بھی فصلِ خزاں کا دَور
خالی ہے جَیبِ گُل زرِ کامل عیار سے

جو نغمہ زن تھے خَلوَتِ اوراق میں طیُور
رُخصت ہوئے ترے شجَرِ سایہ دار سے

شاخِ بُریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تُو
ناآشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

ملّت کے ساتھ رابطۂ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجَر سے، اُمیدِ بہار رکھ!

پیوستہ رہنا: وابستہ یا ساتھ ملے رہنا۔شجر: درخت، قوم۔ڈالی: ٹہنی۔فصل: موسم۔ہری ہونا: تروتازہ/سرسبز ہونا۔
سحاب: بادل۔بہار: موسمِ بہار۔لازوال: ختم نہ ہونے والا۔عہد: زمانہ، موسم۔برگ و بار: پتے اور پھل
سرسبزی۔جیبِ گُل: پھول کی تھیلی، مراد مسلمان۔زرِکامل عیار: کسوٹی پر پورا اترنے والا، خالص سونا، مراد
ایمان۔نغمہ زن: چہچہانے والے۔خلوتِ اوراق: پتوں کی تنہائی۔طیور: جمع طائر، پرندے یعنی وہ پرانے
مسلمان جو اپنے جذبوں اور عمل سے باغِ اسلام کی رونق کا باعث تھے۔شجرِ سایہ دار: گھنے پتوں کے سبب سایہ
رکھنے والا درخت، مراد ملت، قوم۔شاخِ بریدہ: درخت کی کٹی ہوئی ٹہنی، مراد قوم سے کٹا ہوا فرد۔سبق اندوز:
سبق/عبرت حاصل کرنے والا۔ناآشنا: بے خبر، ناواقف۔قاعدۂ روزگار: زمانے کا دستور/طور طریقہ۔رابطۂ
استوار: مضبوط تعلق۔شجر: مراد قوم۔

شبِ معراج

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات

رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

شبِ معراج: ۲۶ اور ۲۷ ویں رجب کی درمیانی رات جس میں حضور اکرمؐ حضرت جبرئیل کی معیت میں بُراق پر سوار ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اخترِ شام: شام / رات کا ستارہ۔ سحر کا رات کو سجدہ کرنا: مراد وہ رات اتنی منوّر تھی کہ صبح کی روشنی اس کے سامنے ہیچ تھی۔ رہِ یک گام: ایک قدم کا راستہ، بہت تھوڑا فاصلہ۔ عرشِ بریں: خدا تعالیٰ کا عرش / تخت۔

پھول

تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاکِ بلبل کی
تُو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفُو کر لے

تمنّا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بہ گِل بھی ہے
انھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تُو کر لے

تنک بخشی کو اِستغنا سے پیغامِ خجالت دے
نہ رہ منّت کشِ شبنم، نِگوں جام و سبو کر لے

نہیں یہ شانِ خود داری، چمن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے، کوئی زیبِ گلو کر لے

چمن میں غنچۂ گُل سے یہ کہہ کر اُڑ گئی شبنم
مذاقِ جورِ گُل چیں ہو تو پیدا رنگ و بو کر لے

اگر منظور ہو تجھ کو خزاں ناآشنا رہنا
جہانِ رنگ و بو سے، پہلے قطعِ آرزو کر لے

اسی میں دیکھ، مُضمَر ہے کمالِ زندگی تیرا
جو تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رُو کر لے

دلِ صد چاک: سیکڑوں، بہت سے سوراخوں والا یا زخمی دل۔ رفو کرنا: ٹانکا لگانا۔ گلزارِ ہستی: وجود کا باغ، دنیا۔ کانٹوں میں اُلجھنا: مراد مشکلات کا مقابلہ کرنا۔ خُو: عادت۔ زندگی کرنا: زندگی گزارنا۔ صنوبر: سرو کی ایک قسم، یہ درخت بہار اور خزاں میں آزادی کی نوید ہے۔ پا بہ گِل: جس کے پاؤں / جڑیں مٹی میں دھنسے ہوں۔ تنگ بخشی: تھوڑا یا ضرورت سے کم دینے کی کیفیت یا استغنا: بے نیازی، بے پروائی۔ خجالت: شرمندگی۔ منت کش: احسان اُٹھانے والا۔ نگوں: اُلٹا۔ سبو: پیالہ۔ خودداری: غیرت، دوسروں کا احسان نہ اُٹھانے کا عمل۔ دستار: پگڑی۔ زیبِ گلو کرنا: گلے کا ہار بنا لینا۔ غنچۂ گل: پھول کی کلی۔ مذاق: ذوق شوق۔ جورِ گل چیں: پھول توڑنے والے کا ظلم / سختی۔ رنگ و بو: رنگ اور خوشبو۔ خزاں ناآشنا: جس پر خزاں نہ آئے، جو کبھی نہ مُرجھائے۔ جہانِ رنگ و بو: یہ مادی دنیا، کائنات۔ قطعِ آرزو: خواہش ختم کر لینا۔ مضمر: چُھپا ہوا۔ کمال: ترقی، خوبی۔ زینتِ دامن: پلّو کی سجاوٹ، گلے کا ہار۔ آئینہ رُو: مراد حسین عورت۔

شیکسپیئر

شفقِ صبح کو دریا کا خرام آئینہ
نغمۂ شام کو خاموشیِ شام آئینہ

برگِ گل آئنۂ عارضِ زیبائے بہار
شاہدِ مے کے لیے حجلۂ جام آئینہ

حسن آئینۂ حق اور دل آئینۂ حسن
دلِ انساں کو ترا حسنِ کلام آئینہ

ہے ترے فکرِ فلک رس سے کمالِ ہستی
کیا تری فطرتِ روشن تھی مآلِ ہستی

تجھ کو جب دیدۂ دیدار طلب نے ڈھونڈا
تابِ خورشید میں خورشید کو پنہاں دیکھا

چشمِ عالم سے تو ہستی رہی مستور تری
اور عالم کو تری آنکھ نے عریاں دیکھا

حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
رازداں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا

شیکسپیئر: ولیم شیکسپیئر، انگریزی زبان کا مشہور ترین ڈرامہ نگار اور شاعر (۲۶ اپریل ۱۵۶۴ء ۔ ۱۶۱۶ء) مشہور ڈرامے: ہیملٹ، رومیو جولیٹ، میکبتھ...... **شفق**: سُرخی۔ **خرام**: چلنا، بہنا۔ **آئینہ**: یعنی پانی میں آسمانی سُرخی نظر آتی ہے۔ **نغمۂ شام**: شام کا ترانہ، یعنی شام / رات۔ **برگِ گل**: پھول کی پتی۔ **عارضِ زیبا**: خوبصورت گال۔ **شاہد**: حسین، محبوب۔ **حجلہ**: سجا ہوا چھپر کھٹ (دلہن کے لیے) جام کے لیے تشبیہ۔ **آئینۂ حق**: یعنی حُسن کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا پتا چلتا ہے۔ **حُسنِ کلام**: دل کش شاعری۔ **فکرِ فلک رس**: آسمان تک پہنچنے والا یعنی بلند تخیل۔ **کمالِ ہستی**: زندگی / وجود کی تکمیل یا ہنر۔ **فطرتِ روشن**: ایسا مزاج / تخلیقی قوت جس کی روشنی میں انسانی جذبوں کا پتا چلے۔ **مآل**: انجام، اخیر۔ **دیدۂ دیدار طلب**: دیکھنے کی خواہشمند نگاہیں۔ **تابِ خورشید**: سورج کی روشنی۔ **پنہاں**: چھپا ہوا۔ **مستور**: چھپی ہوئی۔ **عُریاں**: ظاہر۔ **حفظِ اسرار**: بھیدوں کی حفاظت یعنی بھید ظاہر نہ ہونے دینا۔ **سوا**: ذہن۔ **راز داں...... ایسا**: یعنی شیکسپیئر جس نے قدرت (Nature) کے مظاہر کا گہرا مشاہدہ کیا۔

میں اور تُو

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تُو قتیلِ شیوۂ آزری

میں نوائے سوختہ در گلو، تو پریدہ رنگ، رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو، تُو حدیثِ ماتمِ دلبری

مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفَسِ عدم
ترا دل حرم، گرَوِ عجم، ترا دیں خریدۂ کافری

دَمِ زندگی رَمِ زندگی، غمِ زندگی سَمِ زندگی
غمِ رم نہ کر، سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قُوّتِ حیدری

کوئی ایسی طرزِ طواف تُو مجھے اے چراغِ حرم بتا!
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرِشتِ سمندری

گِلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی 'ہَری، ہَری'

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اَسَدُ اللّٰہی، وہی مرحبی، وہی عنتری

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تُو نے عطا کِیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

کلیم کا: یعنی حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ جیسا. قرینہ: ڈھنگ، شعور. خلیل: حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ. جادوئے سامری: سامری کا جادو/فریب، حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر اس پر کچھ جادو کیا، جس سے وہ بولنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہہ کر اس کی پوجا کروائی کہ یہ خدا ہے. قتیل: مارا ہوا، ہلاک. شیوہ: طریقہ، انداز، عادت. آزری: آزر ہونا، یعنی بت تراش، مراد فرقوں کے بت. نوائے سوختہ درگلو: جس کے گلے میں (سوزِ دل کے سبب) آواز جل کر رہ گئی ہو. پریدہ رنگ: جس کے چہرے کا رنگ (غم سے) اُڑا ہوا ہو. رمیدہ بو: اُڑی ہوئی خوشبو والا، دکھوں کا مارا. حکایتِ غمِ آرزو: تمنا کے غم کی داستان/کا بیان. حدیثِ ماتمِ دلبری: محبوب کی جدائی کے دکھ کا بیان. مرا عیش غم: میری خوشی بھی غم ہی ہے. مرا شہد سم: میرا شہد زہر کی صورت ہے. مری بود: میرا وجود، میری ہستی. ہم نفسِ عدم: فنا کی ساتھی، یعنی فنا، نیستی. حرم: کعبہ، اسلامی تہذیب. گروِ عجم: یعنی غیر اسلامی تہذیب کا شیدائی. خریدۂ کافری: کفر کا خریدا ہوا، جسے کفر نے خرید لیا ہو. دمِ زندگی رمِ زندگی: زندگی کا ہر سانس زندگی کی دوڑ، یعنی ختم ہوتا ہے. غمِ زندگی سمِ زندگی: زندگی کا دکھ زندگی کے لیے زہر ہے. غمِ رم: زندگی کی دوڑ کا دکھ. شانِ قلندری: بے نیازی کی شان/آبرو. شرر: مراد عشقِ حقیقی کی چنگاری. فقر و غنا: غریبی اور امیری. قوتِ حیدریؓ: حضرت علیؓ کی سی کفر و باطل کو فنا کرنے والی طاقت (آپ فقر و مفلسی کی بنا پر جو کی روٹی کھایا کرتے تھے). طوف: طواف، کسی چیز کے اردگرد چکر لگانا. پتنگ: پتنگا، عاشق. سرشتِ سمندری: سمندر کی سی فطرت (سمندر: چوہے کی قسم کا ایک جانور جو آگ میں رہتا ہے) مراد عشق کی گرمی. جفائے وفا نما: ایسی سختی جو بظاہر وفا/رفاقت معلوم ہو. حرم: مراد اسلام، اہلِ حرم: مسلمان. بری بری: توبہ ہے توبہ، توبہ توبہ. ستیزہ گاہ: میدانِ جنگ. پنجہ فگن: پنجے میں پنجہ ڈال کر لڑنے والا. اسداللّٰہی: خدا کے شیر (حضرت علیؓ کا لقب) کی سی. مرحبی: مرحب (ایک یہودی پہلوان) سے تعلق رکھنے والی۔ یہ جنگِ خیبر (۶۲۸ء) میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا. عنتری: عنتر جیسی (مرحب کا بھائی، یہ یہودی پہلوان بھی حضرت علیؓ کے ہاتھوں مذکورہ جنگ میں مارا گیا). شہِ عرب و عجم: عرب اور عجم کے بادشاہ، حضور نبی کریمؐ. گدا: فقیر، بھک منگا/منگے، مراد مسلمان. دماغِ سکندری: سکندرِ رومی/اعظم جیسا دماغ، مراد عقلمندی کے جذبے

اَسیری

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدَف سے ارجمند

مُشکِ اَذفر چیز کیا ہے، اک لہو کی بوند ہے
مُشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قُدرت، مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفَس سے بہرہ مند

"شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند" ☆

اعتبار افزا: عزت / ساکھ بڑھانے والی. فطرت بلند ہونا: انسانی سرشت کا پاک نفس اور اعلیٰ سوچ رکھنے والی ہونا. قطرۂ نیساں: موسمِ بہار کی بارش کا قطرہ جو سیپی کے منہ میں پڑ کر موتی بنتا ہے. صدف: سیپی. ارجمند: قیمت / قدر والا. مشک اذفر: خالص اور تیز خوشبو والی مشک. اک لہو کی بوند: ہرن کی ناف سے نکلے ہوئے خون کی جمی ہوئی خوشبودار بوند. نافۂ آہو: ہرن کی ناف. تربیت: زندگی گزارنے کے طور طریقے سکھانے کا عمل. طائر: پرندہ / پرندے. دام: جال. قفس: پنجرہ. بہرہ مند: حصہ پانے والا / والے.

☆ (یہ شعر حافظؔ کا ہے): کوّے اور چیل کے بازو پر پنجرے میں بند کرنے اور شکار کرنے کے لائق نہیں ہیں یہ خوش بختی تو شہباز اور شاہین جیسے پرندوں کے لیے لکھی گئی ہے۔

دریُوزۂ خلافت

اگر مُلک ہاتھوں سے جاتا ہے، جائے
تُو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی

خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

''مرا از شکستن چناں عار ناید ☆
کہ از دیگراں خواستن مومیائی''

دریوزۂ خلافت: خلافت کی بھیک، اشارہ ہے خلافت کمیٹی کی طرف جس کا اجلاس دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک وفد انگلستان بھیج کر حکومت برطانیہ سے کہا جائے کہ وہ ''خلافت'' کو ختم نہ کرے۔ مولانا شوکت اور ان کے بھائی مولانا محمد علی جوہر اس تحریک کے نگران تھے۔ ہاتھوں سے جانا: اپنے قبضے سے نکل کر دوسروں کے قبضے میں جانا۔ احکامِ حق: خدا نے جو حکم دیے ہیں۔ بے وفائی: یعنی عمل نہ کرنے کی حالت۔ آگہی: آگاہی، واقفیت، باخبری۔ خلافت: مسلمانوں کا طرزِ حکومت، جس کا سربراہ خلیفہ کہلاتا ہے۔ گدائی: بھیک مانگنا۔ لہو سے خریدنا: یعنی باقاعدہ جہاد کر کے حاصل کرنا۔ ننگ: ذلت کا باعث، رسوائی۔ پادشائی: بادشاہت، حکمرانی، حکومت۔

☆ (یہ شعر عمادی کا ہے۔ اصل شعر میں ''عار'' کی بجائے ''درد'' اور ''دیگراں'' کی بجائے ''ناکساں'' ہے)
مجھے ہڈی ٹوٹنے پر اتنی شرم نہیں آتی (اتنی تکلیف نہیں ہوتی) جتنی دوسروں (یا گھٹیا لوگوں) سے مومیائی مانگنے پر آتی ہے/ہوتی ہے۔

ہمایوں

(مسٹر جسٹس شاہ دین مرحوم)

اے ہمایوں! زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی

گرچہ تھا تیرا تنِ خاکی نزار و دردمند
تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند

کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا
شعلۂ گردُوں نورد اِک مُشتِ خاکستر میں تھا

موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں
شب کی خاموشی میں جُز ہنگامۂ فردا نہیں

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

ہمایوں: میاں محمد شاہ دین، ہمایوں تخلص (۱۲ اپریل ۱۸۶۸ء۔ ۲ جولائی ۱۹۱۸ء) پنجاب کے میاں خاندان سے

تعلق تھا۔ شاعری کرتے تھے۔ مجموعۂ کلام ''جذباتِ ہمایوں'' ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے بشیر احمد نے رسالہ ''ہمایوں'' نکالا۔ اُس کے لیے علامہ نے یہ نظم لکھی۔ سراپا سوز: پورے طور پر/ مجسم جذبوں کی گرمی والی۔ چنگاری: شرارہ، ہمایوں کی طرف اشارہ ہے جن کی زندگی قومی خدمات کے حوالے سے مشعلِ راہ ہے۔ چراغِ انجمن افروز: محفل کو روشن کرنے والا دیا، مراد بیحد مفید۔ تنِ خاکی: جسم نزار: کمزور، دُبلا پتلا۔ طبعِ بلند: یعنی بلند ارادوں والی طبیعت۔ ناتواں پیکر: پتلا دبلا/ کمزور بدن۔ شعلہ گردوں نورد: آسمان طے کرنے/ آسمان پر پھرنے والا شعلہ۔ مشتِ خاکستر: مٹھی بھر راکھ/ مٹی یعنی جسم۔ شب کی خاموشی میں جُز ہنگامۂ فردا نہیں: رات کی خاموشی میں آنے والے کل کی رونق اور چہل پہل کے سوا کچھ نہیں، یعنی موت کے بعد ایک نئی زندگی ہے۔ یہ شامِ زندگی: یعنی موت۔ صبحِ دوامِ زندگی: زندگی ہمیشہ رہنے کی صبح۔
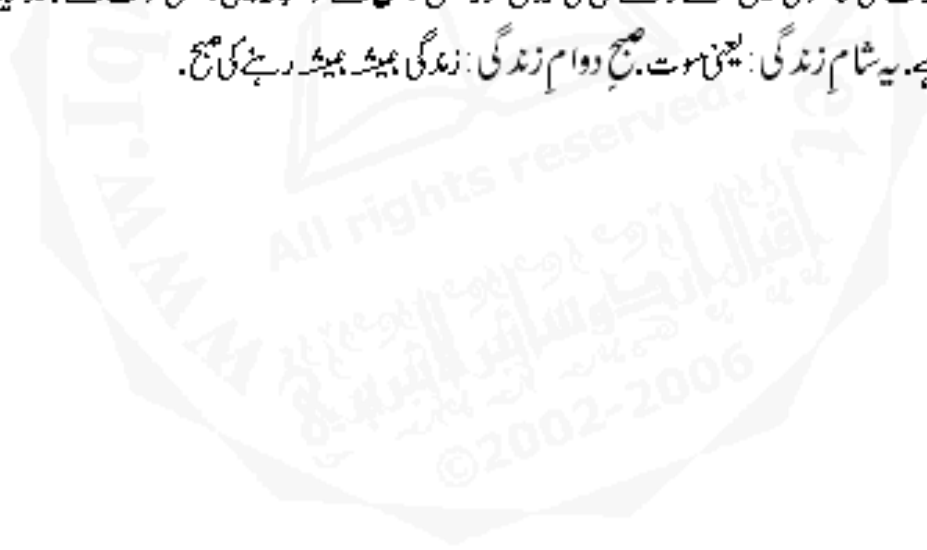
خضرِ راہ

شاعر

ساحلِ دریا پہ مَیں اک رات تھا محوِ نظر
گوشۂ دل میں چھُپائے اک جہانِ اضطراب

شب سکُوت افزا، ہَوا آسودہ، دریا نرم سَیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب

جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شِیر خوار
موجِ مُضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب

رات کے افسُوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجُمِ کم ضَو گرفتارِ طلسمِ ماہتاب

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانندِ سحر رنگِ شباب

کہہ رہا ہے مجھ سے، اے جویائے اَسرارِ ازل!
چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالَم بے حجاب

دل میں یہ سُن کر بپا ہنگامۂ محشر ہُوا
مَیں شہیدِ جستجو تھا، یوں سخن گُستر ہُوا

اے تری چشمِ جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش

'کشتیِ مسکین' و 'جانِ پاک' و 'دیوارِ یتیم'
علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تُو صحرا نوَرد
زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

زندگی کا راز کیا ہے، سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجواں اقوامِ نَو دولت کے ہیں پَیرایہ پوش

گرچہ اسکندر رہا محرومِ آبِ زندگی
فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ ناؤ نوش

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیؐ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

آگ ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے!

جوابِ خضر

صحرانوردی

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے
یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل

اے رہینِ خانہ تُو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

ریت کے ٹیلے پہ وہ آہُو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل

وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردُوں سے جبینِ جبرئیلؑ

وہ سکُوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہُوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ

اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں
اہلِ ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل

تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
اور آبادی میں تُو زنجیریِ کشت و نخیل

پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی

زندگی

برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

تُو اسے پیمانۂ اِمروز و فردا سے نہ ناپ
جاوِداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زِندوں میں ہے
سِرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شِیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوّتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹّی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

قُلزمِ ہستی سے تُو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تُو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

زندگی کی قُوّتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے

سُوئے گردُوں نالۂ شب گیر کا بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے، تُو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

سلطنت

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ 'اِنَّ المُلُوک'
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادُوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری

از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن
تا تراشی خواجہ ے از برَہمن کافر تری

ہے وہی سازِ کُہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گُلِستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفَس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

سرمایہ ومحنت

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا، ہے یہ پیامِ کائنات

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دستِ دولت آفریں کو مُزد یوں مِلتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تُو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات

نسل، قومیّت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کے بنائے مُسکرات

کٹ مَرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سُکر کی لذّت میں تُو لُٹوا گیا نقدِ حیات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز ہے

ہمّتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

نغمۂ بیداریِ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خواب آورِ اسکندر و جم کب تلک

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہُوا
آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام
دُوریِ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک

باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار
زخمِ گُل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک!

کِرمکِ ناداں! طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلّی زار میں آباد ہو

دُنیائے اِسلام

کیا سُناتا ہے مجھے تُرک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مِینا گداز

حکمتِ مغرب سے مِلّت کی یہ کیفیّت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو
مُضطرب ہے تُو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

گُفت رومی "ہر بِنائے کُہنہ کآباداں کنند" ۲
می ندانی "اوّل آں بنیاد را ویراں کنند"

"مُلک ہاتھوں سے گیا مِلّت کی آنکھیں کُھل گئیں"
حق تُرا چشمے عطا کردست غافل در نگر ۳

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مُورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر ۴

ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
مُلک و دولت ہے فقط حِفظِ حرم کا اک ثمر

ایک ہوں مُسلم حَرَم کی پاسبانی کے لیے
نِیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں، مِٹ جائے گا
تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گُہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مُقدّم ہو گئی
اُڑ گیا دُنیا سے تُو مانندِ خاکِ رہ گزر

تا خلافت کی بِنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہُشیار باش
اے گرفتارِ ابُوبکرؓ و علیؓ ہُشیار باش ۵

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تُو نے دیکھا سطوَتِ رفتارِ دریا کا عُروج
موجِ مُضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حُرّیّت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تُو اُس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر، دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دَور کی دُھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردُوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رُسوائیِ تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر 'لَا یُخلِفُ المِیعَاد' دار ۲

خضرِ راہ... شاعر

خضرِ راہ: اس نظم میں اُس دَور کے مسلمانوں کی زبوں حالی کو بذریعہ سوالات پیش کیا ہے۔ خلافت کا خاتمہ اور عربوں کی ترکوں سے غدّاری وغیرہ اس نظم کا پس منظر ہیں۔ یہ نظم ۱۹۲۱ء میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ نظم پڑھتے وقت علاّمہ اور سامعین پر گریہ طاری رہا۔ ساحلِ دریا: سمندر یا دریا کنارہ۔ محوِ نظر: دیکھنے/ نظارہ کرنے میں مصروف۔ گوشہ: کونا۔ جہانِ اضطراب: بےچینی کی دنیا یعنی بے حد بے چینی۔ سکوت افزا: خاموشی بڑھانے والی۔ آسودہ: آرام کرنے والی، یعنی بند۔ نرم سیر: آہستہ آہستہ بہنے والا۔ تصویرِ آب: پانی کا عکس/ تصویر۔ گہوارہ: پنگوڑا، جھولا۔ طفلِ شیر خوار: دودھ پینے والا بچہ۔ موجِ مضطر: بے

قرالبر۔مستِ خواب: نیند میں ڈوبی ہوئی۔افسوں: جادو۔طائر: پرندہ/پرندے۔آشیانوں: گھونسلوں۔اسیر: قیدی، یعنی بند۔انجمِ کم ضو: تھوڑی روشنی والے ستارے۔گرفتارِ طلسمِ ماہتاب: چاندنی/چاند کے جادو میں بندھے ہوئے، چاندنی میں ان کی روشنی ماند پڑ گئی تھی۔ پیکِ جہاں پیما: دنیا بھر میں گھومتے پھرنے والا قاصد، نامہ بر۔رنگِ شباب: جوانی کی سی تازگی۔جویا: تلاش کرنے والا، جاننے کا خواہشمند۔اسرارِ ازل: قدرت کے بھید (یہ کائنات وغیرہ کیا ہے)۔چشمِ دل: مراد بصیرت کی آنکھ، بصیرت۔تقدیرِ عالم: دنیا/کائنات کی حقیقتیں۔ ہنگامۂ محشر بپا ہونا: قیامت کا سا شور اُٹھنا/پیدا ہونا۔شہیدِ جستجو: تلاش کا مارا ہوا، حقیقت جاننے کا بیحد خواہشمند۔سخن گستر: بات کرنے والا۔چشمِ جہاں بیں: ایسی آنکھ/نگاہ جس نے دنیا کو خوب دیکھا ہو۔سوتے ہیں خموش: یعنی ابھی برپا نہیں ہوئے۔کشتیِ مسکین: ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔حضرت خضر اور حضرت موسیٰؑ ایک غریب کی کشتی میں سوار ہوئے تو خضرؑ نے اس کشتی میں سوراخ کیا۔حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ بادشاہ کے آدمی بیگار میں کشتیاں پکڑ رہے تھے، سوراخ اس لیے کیا تا کہ اس غریب کی کشتی بچ جائے۔جانِ پاک: اسی مذکورہ سفر میں خضرؑ نے ایک نوجوان کو قتل کر دیا، جس پر حضرت موسیٰؑ معترض ہوئے، خضرؑ نے جواب دیا کہ یہ نوجوان ملحد تھا اور ماں باپ مومن، اس کی کوشش تھی کہ والدین بھی ملحد ہوں، اس لیے اسے قتل کر دیا۔دیوارِ یتیم: اسی طرح ایک بستی سے گزرتے ہوئے لوگوں سے کھانا مانگا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ کچھ آگے بڑھے تو ایک مکان جس کی دیوار گرنے والی تھی حضرت خضر نے اس کی مرمت کر دی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کے باپ کا خزانہ دفن ہے اگر دیوار گر جاتی تو لوگ یہ خزانہ اٹھا لے جاتے، اس کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ دیوار بنائی۔علمِ موسیٰؑ: حضرت موسیٰؑ کی بصیرت اور معجزے۔حیرت فروش: بیحد حیران (تینوں واقعات کے پیشِ نظر)۔صحرا نورد: جنگلوں/ریگستانوں میں گھومتے پھرنے والا۔بے روز و شب و فردا و دوش: دن، رات، آنے والے کل اور گزرے ہوئے کل کے بغیر، یعنی وقت کی قید سے آزاد۔زندگی کا راز: زندگی کی حقیقت/اصلیت۔خروش: شور، ٹکراؤ۔خرقۂ دیرینہ چاک ہونا: پرانی گدڑی کا پھٹ جانا، مراد اپنے پرانے طور طریقے اور خصوصیات چھوڑ دینا۔نوجواں: یعنی نئی نسل کے لوگ۔اقوامِ نو دولت: وہ قومیں جنھیں نئی دولت ہاتھ لگی ہو۔پیرایہ پوش: یعنی نقالی/پیروی کرنے والا/والے۔اسکندر: سکندر رومی۔آبِ زندگی: آبِ حیات جسے پینے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔فطرتِ اسکندری: سکندر کا سا مزاج، فتوحات، بادشاہت۔گرمِ ناؤ نوش: پینے پلانے میں مصروف۔ہاشمی: مراد عرب حکمران جنھوں نے ۱۹۱۶ء میں ترکوں کے ساتھ غداری کی جس سے ترکی خلافت ختم ہو گئی۔بیچتا ہے: اشارہ ہے عربوں کی اسی غداری کی طرف۔ناموسِ دینِ مصطفیٰ: حضور اکرمؐ کے دین/اسلام کی عزت۔خاک و خون میں ملنا: بری طرح تباہ ہونا۔سخت کوش: بیحد

محنتی جفاکش۔ آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نمرود ہے: اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی آگ کی طرف اولادِ ابراہیم یعنی مسلمان اور نمرود یعنی یہ جنگ چھیڑنے والی یورپی قومیں۔ مقصود ہے: ارادہ/ خواہش ہے۔

جوابِ خضر... صحرا نوردی

صحرا نوردی: جنگلوں/ بیابانوں میں چلنے پھرنے کی حالت۔ تگاپوئے دمادم: لگاتار بھاگ دوڑ۔ رہینِ خانہ: گھر میں پڑا رہنے والا، جدوجہد نہ کرنے والا۔ سماں: منظر۔ فضائے دشت: جنگل کا ماحول۔ بانگِ رحیل: کوچ کرنے/ روانہ ہونے کی آواز/ کا اعلان۔ آہو: ہرن۔ بے پروا خرام: بے خوفی اور مزے سے چلنا۔ خضر: موجود رہنا، سفر کی ضد۔ بے برگ و ساماں: ساز و اسباب کے بغیر۔ بے سنگ و میل: مسافت کے تعین کے بغیر۔ نمود: ظاہر۔ اخترِ سیماب پا: پارے کے سے پاؤں والا یا ہلتے رہنے والا ستارہ۔ بامِ گردوں: آسمان کی چھت۔ جبین: پیشانی۔ سکوتِ شامِ صحرا: ریگستان میں شام کے وقت کی خاموشی۔ خلیل: حضرت ابراہیمؑ، جنھوں نے سورج، چاند وغیرہ کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ میرے خدا ہیں لیکن جب وہ غروب ہو گئے تو آپ نے فرمایا: غروب ہونے والے میرے خدا نہیں ہو سکتے اور یوں خدائے واحد پر ان کا ایمان پکا ہوا۔ مقامِ کارواں: قافلے کا پڑاؤ ڈالنا۔ سلسبیل: بہشت کا ایک چشمہ/ نہر۔ تازہ ویرانہ: نئی غیر آباد جگہ۔ سودائے محبت: محبت کا مارا ہوا، دیوانہ عاشق۔ زنجیری کشت و نخیل: کھیتی اور کھجور کے درختوں سے دلچسپی میں پھنسا ہوا۔ پختہ تر: زیادہ پکا۔

زندگی

برتر از سود و زیاں: فائدے اور نقصان سے بالاتر۔ تسلیمِ جاں: جان/ زندگی خدا کی راہ میں قربان کرنا۔ پیمانۂ امروز و فردا: مراد وقت/ زماں کا پیمانہ۔ پیمانہ: ناپنے کا آلہ۔ پیہم دواں: مسلسل/ لگاتار حرکت میں رہنے والی۔ ہر دم جواں: ہمیشہ ترو تازہ رہنے والی۔ آپ پیدا کر: یعنی جدوجہد اور عمل سے خود بنا۔ زندوں میں ہونا: جوش و جذبہ اور ولولہ والا ہونا۔ سرِ آدم: انسان کی حقیقت/ بھید۔ ضمیر: باطن، بھید، باطنی قوت۔ "کن فکاں": قرآنی حوالہ، کائنات پیدا کرتے وقت خدا نے فرمایا "ہو جا اور وہ ہو گئی" یعنی کائنات وجود میں آ گئی۔ کوہ کن: پہاڑ کھودنے والا، فرہاد شیریں کا عاشق۔ جوئے شیر: دودھ کی ندی۔ تیشہ: پتھر کاٹنے والا لوہے کا اوزار۔ سنگِ گراں: بھاری پتھر مراد پہاڑ جسے فرہاد نے کاٹا۔ جوئے کم آب: تھوڑے پانی والی ندی۔ بحرِ بیکراں: وسیع سمندر جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔ قوتِ تسخیر: فتح کرنے یا اپنا تابع بنانے کی طاقت۔ مٹی کا پیکر: انسانی جسم۔ نہاں: چھپی ہوئی۔ قلزمِ ہستی: وجود کا سمندر، کائنات۔ اُبھرنا: اونچا آنا۔ مانندِ حباب: بلبلے کی طرح۔ زیاں خانہ: نقصان کا گھر۔ خام: کچا، جذبۂ عمل سے خالی۔ پختہ: پکا ہوا، عمل اور جدوجہد کرنے والا۔ شمشیرِ بے زنہار: ایسی تلوار جس سے بچنا ممکن نہ ہو۔ مرنے کی تڑپ: جہاد میں شہید ہونے کی خواہش۔ پیکرِ خاکی: مٹی کا ڈھانچہ،

انسانی جسم۔ جاں: روح، جذبۂ عشق۔ پھونک ڈالنا: جلا ڈالنا، مٹا ڈالنا۔ مستعار: دوسروں سے اُدھار مانگے ہوئے۔ خاکستر: راکھ۔ قوتِ پنہاں: چھپی ہوئی طاقت۔ یہ چنگاری: یعنی زندگی کی قوت۔ فروغِ جاوداں: ہمیشہ ہمیشہ کی روشنی جو کبھی ختم نہ ہو۔ خاکِ مشرق: مراد مشرق میں واقع ممالک، ایشیا۔ بدخشاں: افغانستان کا ایک شہر جہاں کے لعل مشہور ہیں۔ لعلِ گراں: قیمتی لعل (ایک قیمتی پتھر)۔ سوئے گردوں: آسمان کی طرف۔ نالۂ شب گیر: رات کے وقت بلند ہونے والی گریہ وزاری۔ سفیر: ایلچی۔ راز داں: واقفِ حال۔ یہ گھڑی: یہ دور۔ محشر: قیامت۔ عرصۂ محشر: قیامت کا میدان۔ پیش کر: سامنے لا۔ عمل: اچھے/ نیک کام۔ دفتر: کتاب، مراد نامۂ اعمال۔

سلطنت

رمز: اشارہ، بھید، حقیقت۔ "اِنّ الملوک": سورۂ النمل، آیت ۳۴: جب بادشاہ کسی گاؤں/ قصبے میں داخل ہوتے ہیں (یعنی فتح کرنے کے بعد) تو اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ اقوامِ غالب: غلبے والی/ حکمران قومیں۔ جادوگری: جادو/ دھوکے فریب کا انداز۔ خواب: یعنی غفلت۔ سُلا دینا: ایسا چکر دینا کہ وہ جدوجہد نہ کر سکے۔ ساحری: جادوگری۔ محمود: مراد سلطان محمود غزنوی جسے اپنے غلام ایاز سے بہت محبت تھی۔ ایاز: محمود غزنوی کا غلامِ خاص۔ حلقۂ گردن: گردن میں ڈالا ہوا لوہے کا حلقہ جو غلاموں کی پہچان تھا۔ سازِ دلبری: محبوب یا پیارا ہونے کا باجا۔ اسرائیل: حضرت موسیٰؑ کی قوم۔ خون جوش میں آجانا: غیرت کے سبب طیش میں آنا۔ سامری: جس نے حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں سونے کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل سے اس کی پوجا کروائی تھی۔ زیبا: لائق، موزوں۔ ذاتِ بے ہمتا: یعنی خدا تعالیٰ جس کا کوئی شریک نہیں۔ بتانِ آزری: آزر کے تراشے ہوئے بت، باطل چیزیں۔ سازِ کہن: پرانا باجا، مراد پرانا بادشاہت کا نظام۔ مغرب: یورپ۔ جمہوری نظام: عوام کی حکومت۔ غیر از: سوائے۔ نوائے قیصری: قیصر ہونے کی لے/ سُر، یعنی بادشاہت۔ دیوِ استبداد: ایک آدمی کی حکومت کا جن/ شیطان۔ جمہوری قبا: مراد عوام کی حکومت کا پردہ/ لباس۔ پائے کوب: ناچنے والا۔ نیلم پری: ہندوستان کے ایک قدیم راجا اندر کے دربار کی خوبصورت نیلی پری۔ مجلسِ آئین: قانون ساز اسمبلی۔ اصلاح و رعایات و حقوق: مراد ملک/ عوام کی بہتری کے لیے اصلاحات (Reforms)، دوسری قوموں کے لیے مختلف رعایتیں، عوام کے حقوق سے متعلق کمیٹیاں، انجمنیں۔ طبِ مغرب: یورپ کا طریقِ علاج/ دوائی۔ مزے میٹھے: بظاہر بڑی مزیدار دوائی یعنی دیکھنے میں جمہوری نظام بہت عمدہ ہے۔ خواب آوری: نیند لانا، غافل کر دینے کا عمل۔ گرمیِ گفتار: پُرجوش باتیں/ تقریریں۔ اعضا: جمع عضو، رکن، ممبر۔ مجالس: جمع مجلس، پارلیمنٹ، اسمبلیاں۔ سرمایہ دار: بہت دولت والے۔ جنگِ زرگری: یعنی مزید دولت حاصل کرنے کے لیے

بھاگ دوڑ۔سرابِ رنگ و بو: یعنی نظروں اور دل و دماغ کو فریب دینے والی سیاسی چالیں (جو جمہوری نظام کا
حصہ ہیں)۔قفس: پنجرہ۔آشیاں: گھونسلا۔

سرمایہ ومحنت

بندۂ مزدور: کارخانوں وغیرہ میں اُجرت پر کام کرنے والا۔ پیامِ کائنات: یعنی عالمی پیغام۔شاخِ آہو پر
برات ہونا: کچھ حاصل حصول نہ ہونا (یعنی سرمایہ دار کا مختلف بہانوں سے مزدور کو اس کا حق نہ دینا)۔دست:
ہاتھ۔دولت آفریں: دولت پیدا کرنے والا۔مُزد: مزدوری، اُجرت۔ساحرِ الموط: الموط کا جادوگر، حسن بن
صباح، اسماعیلی فرقہ کا داعی، قلعہ الموط پر ۴۸۳ھ میں اس نے ایک جنت بنائی جس میں خوبصورت عورتیں
رکھیں۔ جو لوگ مرید بنتے انھیں بھنگ پلا کر مدہوش کر کے جنت میں لے جاتے۔ چند روز وہاں رکھنے کے بعد
انھیں پھر بھنگ کے نشے میں گویا دنیا میں واپس لایا جاتا اور وہ دوبارہ جنت کے لالچ میں ان کے مخصوص مقاصد
کے لیے کام کرتے۔ ہلاکو خان تاتاری نے قلعہ فتح کر کے اس سلسلہ کو ختم کیا۔ حسن ۱۱۲۴ء میں فوت ہوا۔برگِ
حشیش: بھنگ کا پتا۔ بھنگ پلانے کی طرف اشارہ ہے۔شاخِ نبات: مصری کی ڈلی۔نسل: خاندان، قبیلہ۔
قومیت: یعنی ایک وطن کے لوگ ایک الگ قوم۔کلیسا: گرجا، مراد مذہبی نظریات، پوپ کی عوام پر حکومت
سلطنت: آمریت۔تہذیب: زندگی گزارنے کے طریقے، روایات اور ثقافت۔رنگ: انسانی رنگ جو ملکوں
کے موسم کے مطابق، کالا، زرد اور سُرخ وغیرہ ہوتا ہے ان کی بنا پر تعصب پیدا کیا جاتا ہے۔"خواجگی": آقائی،
حکمرانی۔مُسکرات: جمع مُسکر، نشہ لانے والی چیزیں۔کٹ مرا: لڑ کر جان دے دی۔خیالی دیوتا: مراد مذکورہ
نسلی اور قومی تعصبات۔شکر کی لذت: نشے کا مزہ۔نقدِ حیات: زندگی کی نقدی/دولت، زندگی۔چال: طریقہ،
رویہ۔بازی لے جانا: جیت جانا۔انتہائے سادگی: بیحد بھولا پن، کم سمجھی۔مات: شکست۔اُٹھ: ہوش کر، بیدار
ہو جا۔بزمِ جہاں: مراد دنیا۔انداز: طور طریقہ۔مشرق و مغرب: پوری دنیا۔تیرے دَور کا: مسلمانوں/اسلام
کی ترقی کے زمانے کا۔ہمت عالی: بلند حوصلہ/ارادہ۔غنچہ ساں: کلی کی طرح۔دامن: پلو۔نغمۂ بیداریِ جمہور:
عوام کی بیداری کا نعرہ (جمہوری نظام کے حوالے سے)۔سامانِ عیش: آرام اور راحت کی زندگی کا باعث۔
قصۂ خواب آور: نیند لانے والی کہانی۔اسکندر: سکندر رومی۔جم: جمشید، ایران کا قدیم بادشاہ۔آفتابِ تازہ:
نیا سورج (اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد زارِ روس کے خاتمے اور مزدور حکومت کے آغاز کی طرف
جس کا سربراہ لینن بنا۔ بطنِ گیتی: زمانے کا پیٹ، زمانے میں۔ڈوبے ہوئے تارے: مراد بادشاہتیں،
آمرانہ حکومتیں۔زنجیریں: رکاوٹیں۔دُوری: دور ہونے کی حالت۔باغبانِ چارہ فرما: علاج کرنے والا/
طبیب مالی، چارہ گر۔زخمِ گل: پھول یعنی مزدور کا زخم۔کرمک: چھوٹا سا کیڑا، پتنگا، مزدوری۔طواف: کسی شے

کے گرد چکر لگانے کا عمل۔ شمع: مراد سرمایہ دار۔ تجلی زار: روشنیوں کی کثرت کی جگہ، مستقبل۔ آباد ہونا: مراد مستقبل شاندار بنانا۔

دنیائے اسلام

ترک و عرب کی داستان: ترکوں کے ساتھ عربوں کی غداری کا ماجرا۔ اسلامیوں: یعنی مسلمانوں۔ تثلیث کے فرزند: عیسائی، یعنی انگریز حکمران (عیسائیوں کے نزدیک توحید خدا اعدی کی تین شاخیں ہیں۔ باپ: خدا، بیٹا: حضرت عیسٰی اور روح القدس: جبرئیل)۔ میراثِ خلیل: حضرت ابراہیمؑ کی خوبیاں یعنی اخلاق حسنہ۔ خشت: اینٹ۔ بنیادِ کلیسا: گرجے/عیسائیت کی بنیاد۔ خاکِ حجاز: حجاز کی مٹی۔ کلاہِ لالہ رنگ: سرخ رنگ کی ٹوپی، مراد پھندنے والی سرخ ٹوپی جو ترک پہنا کرتے تھے، قومی لباس چھوڑنے کی تحریک میں اسے بھی پہننا چھوڑ دیا تھا۔ سراپا ناز: پورے طور پر فخر والے، مسلمان۔ مے فروشان: جمع مے فروش، شراب بیچنے والے۔ فرنگستان: یورپ۔ پارس: فارس یعنی ایران۔ مئے سرکش: نافرمانی کی شراب، مراد غیر اسلامی تصورات۔ مینا گداز: صراحی کو پگھلا دینے والی، یعنی ایسا تمدن/تہذیب جو ایران کی اسلامی روایات کو ختم کر دے۔ حکمتِ مغرب: یورپ کی سیاسی چالبازی اور سیاست۔ کیفیت: حالت۔ گاز: گیس، تیزاب۔ مانندِ آب: پانی کی طرح۔ دانائے راز: صحیح صورت حال یا حقیقت سے باخبر۔ ملک ہاتھوں سے گیا: اشارہ ہے مسلمانوں کے قبضے سے دہلی، بغداد اور دمشق کے نکل جانے کی طرف۔ آنکھیں کھلنا: ہوش آجانا، سبق حاصل ہونا۔ مومیائی کی گدائی: ہڈی جوڑنے کی دوا کی بھیک، مراد مسلمانوں کا اپنی بری حالت سنوارنے کے لیے دوسرے ملکوں سے مدد مانگنا۔ شکست: ٹوٹنے/ہڈی ٹوٹنے کا عمل۔ ربط و ضبط: آپس میں اتفاق، اتحاد اور میل ملاپ۔ ملتِ بیضا: روشن قوم، ملتِ اسلامیہ۔ مشرق کی نجات: یعنی اسلامی ملکوں کی آزادی۔ ایشیا والے: ایشیا کے لوگ/قومیں۔ نکتہ: گہری اور اہم بات۔ حصارِ دیں: دین کا قلعہ، مراد اسلام کی طرف متوجہ ہو۔ ملک و دولت: ملک اور حکومت۔ حفظِ حرم: کعبہ کی حفاظت، مذہبی شعائر کی پابندی۔ حرم: اسلام۔ نیل: دریائے نیل، مصر کا مشہور دریا۔ بخاکِ کاشغر: کاشغر کی سرزمین، ترکستان کا ایک شہر۔ رنگ و خوں: نسل، قبیلہ، علاقائی تعصب۔ ترکِ خرگاہی: شاہی خیمے والا ترک، ترک قوم۔ اعرابی: عربوں کی بدو قوم۔ والا گہر: اعلیٰ خاندان/نسل والا۔ مقدم: افضل، بڑھ کر، بالاتر۔ خلافت کی بنا: صحیح اسلامی حکومت کی بنیاد۔ اسلاف کا قلب و جگر: پرانے مسلمانوں کا سا دل و دماغ، یعنی توحید اور اسلام سے محبت کا جوش و جذبہ۔ فریاد: احتجاج، شکایت۔ دل تھام کر: ذرا حوصلے اور صبر کے ساتھ۔ تاثیر: اثر کی کیفیت۔ سطوتِ رفتارِ دریا: دریا کے بہاؤ کی شان و شوکت، یعنی اسلام، دشمنوں کی سازشیں وغیرہ۔ عروج: بلندی، ترقی۔ موجِ مضطر: بے چین لہر، یعنی غیر مسلمانوں کی شورشیں۔ زنجیر: بیڑی،

یعنی ان کے لیے وبال جان. عام حریت: سب انسانوں کے لیے آزادی. تعبیر: خواب کی وضاحت، خواب کا نتیجہ. خاکستر: راکھ. سمندر: چوہے کی قسم کا ایک جانور جو آگ میں رہتا ہے اور جلتا نہیں، بعض کے نزدیک اگر وہ آگ سے باہر نکلے تو فوراً مر جاتا ہے. جہانِ پیر: بوڑھی دنیا. کھول کر آنکھیں: پوری توجہ اور غور کے ساتھ. آئینۂ گفتار: باتوں کا آئینہ، مراد بصیرت سے بھری باتیں. دھندلی سی: جو پوری طرح صاف نہ ہو. آنے والے دَور کی تصویر: مستقبل میں پیش آنے والے حالات و واقعات کا نقشہ / خاکہ. آزمودہ: آزمایا ہوا. گردوں: آسمان، تقدیر. تدبیر: انسانی کوششیں، غور و فکر. رسوائی: ذلت، بے بسی.

۱۔ کسی کا غلام بن کر یا بنے رہنے سے اپنی آزاد فطرت کو ذلیل نہ کر، اگر تو اپنا کوئی آقا بناتا ہے تو تو برہمن سے بھی بڑا کافر ہے۔

۲۔ مولانا رومی نے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب کسی پرانی عمارت کو رہنے کے لائق بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اس کی بنیادوں کو توڑا پھوڑا جاتا ہے۔ (رومی کا شعر دیوان میں ہے)

۳۔ خدا نے تجھے آنکھیں عطا کی ہیں، اے بے خبر ذرا دیکھ، توجہ کر۔

۴۔ اے پروں کے بغیر یعنی مجبور چیونٹی اپنی کوئی ضرورت کسی سلیمان (حاکمِ وقت) کے پاس مت لے کر جا۔

۵۔ اے (موجودہ دور کے مسلمان) تو جو چھپے ہوئے اور نمایاں / روشن میں فرق سے بے خبر ہے ذرا چوکنا ہو جا، اے کہ اس بحث میں الجھا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ تھے یا حضرت علیؓ تھے، چوکنا ہو جا یعنی بے جا قسم کی اور فرقہ پرستی کی بحثوں سے بچ کہ یہ تیری تباہی کا باعث ہوں گی۔

۶۔ تو اگر مسلمان ہے تو اپنے دل میں (عظمتِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی ترقی و سربلندی کی) آرزو زندہ رکھ اور اس قرآنی آیت کو ہر وقت اپنے سامنے رکھ کہ خدا تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (وعدہ یہ ہے کہ حق کا بول بالا ہوگا اور باطل مٹ جائے گا)

طلوعِ اِسلام

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تُنک تابی
اُفق سے آفتاب اُبھرا، گیا دورِ گراں خوابی

عُروقِ مُردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سِینا و فارابی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نُطقِ اعرابی

اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل!
''نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی''

تڑپ صحنِ چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
جُدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیمابی

وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینتِ برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

سرِشکِ چشمِ مُسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہؑ کے دریا میں ہوں گے پھر گُہر پیدا

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

ربود آں تُرکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را ۲
صبا کرتی ہے بُوئے گُل سے اپنا ہم سفر پیدا

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سَحَر پیدا

جہاں بانی سے ہے دُشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنّم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

خدائے لَم یزَل کا دستِ قُدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گُماں تُو ہے

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے

مکاں فانی، مکیں آنی، ازَل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوِداں تُو ہے

حنا بندِ عُروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تُو ہے

تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مُضمَر کا گویا امتحاں تُو ہے

جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوّت ساتھ جس کو لے گئی وہ اَرمغاں تُو ہے

یہ نکتہ سرگزشتِ ملّتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تُو ہے

سبَق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخُوّت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملّت میں گُم ہو جا
نہ تُورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی

میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک!
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

گمان آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ، فقرِ بُوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

ہُوئے احرارِ مِلّت جادہ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زِندانی

ثباتِ زندگی ایمانِ مُحکم سے ہے دُنیا میں
کہ اَلمانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تُورانی

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھُپ چھُپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیّت ہے
حذَر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نُوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

یقیں مُحکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مَردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نابے
دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفَق میں ڈُوب کر نکلے

ہُوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گُہر نکلے

غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اِکسیر گر نکلے

ہمارا نرم رَو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

حرم رُسوا ہُوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

زمیں سے نُوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈُوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈُوبے اِدھر نکلے

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قُوّت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ مِلّت ہے

تُو رازِ کُن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہوجا
خودی کا رازداں ہوجا، خدا کا ترجماں ہوجا

ہوَس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخُوّت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہوجا

یہ ہندی، وہ خُراسانی، یہ افغانی، وہ تُورانی
تُو اے شرمندۂ ساحل! اُچھل کر بے کراں ہوجا

غبار آلودۂ رنگ و نَسب ہیں بال و پر تیرے
تُو اے مُرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سِرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سَحر سے جاوِداں ہوجا

مَصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا

گزر جا بن کے سیلِ تُند رَو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وہ حکمت ناز تھا جس پر خرَدمندانِ مغرب کو
ہوَس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے

تدبّر کی فُسوں کاری سے مُحکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدّن کی بِنا سرمایہ داری ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نُوری ہے نہ ناری ہے

خروشِ آموزِ بلبل ہو، گرہ غنچے کی وا کر دے
کہ تُو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے

پھر اُٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہِ اَطلس قبایانِ تتاری ہے

۴
بیا پیدا خریدار ست جانِ ناتوانے را
"پس از مدّت گذار افتاد بر ما کاروانے را"

۵
بیا ساقی نواے مرغِ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد

۶
کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا
صداے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد

۷
سرت گردم تو ہم قانونِ پیشیں ساز دہ ساقی
کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد

۸
کنار از زاہداں برگیر و بے باکانہ ساغر کش
پس از مدت ازیں شاخِ کُہن بانگِ ہزار آمد

۹
بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور
تصرّف ہاے پنہانش بچشمم آشکار آمد

دگر شاخِ خلیلؑ از خونِ ما نم ناک می گردد

بازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد ۱۰

سرِ خاکِ شہیدے برگ ہاے لالہ می پاشم

کہ خونش با نہالِ ملّتِ ما سازگار آمد ۱۱

"بیا تا گُل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم

فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم" ۱۲

طلوع: سورج کا نکلنا، مراد (اسلام کی) اشاعت۔ تنک تابی: ہلکی روشنی، ٹمٹماہٹ۔ اُفق: آسمان کا کنارہ۔ آفتاب اُبھرا: سورج نکلا ہے۔ اشارہ ہے اس دَور کی طرف جب مسلمان غفلت کا شکار تھے کہ اچانک مصطفیٰ کمال اتاترک اُٹھے اور کفار کے بڑھتے قدم رک گئے۔ اس واقعے نے مسلمانوں میں ہمت پیدا کر دی۔ دَورِ گراں خوابی: گہری نیند سونے یعنی غفلت کا زمانہ۔ عروقِ مردہ: بے جان رگیں۔ مشرق: بالخصوص مسلم ممالک۔ خونِ زندگی دوڑا: بیداری کی لہر پیدا ہو گئی۔ سینا و فارابی: بوعلی سینا اور محمد بن طرخان ابونصر فارابی، دونوں مشہور فلسفی، مراد تمام فلسفی۔ مسلماں کر دیا: صحیح معنوں میں اسلام کا شیدائی بنا دیا۔ طوفانِ مغرب: یورپ کا ہنگامہ، اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی طرف جس نے مسلمانوں کو اپنا وجود برقرار رکھنے پر چوکنا کر دیا۔ تلاطم ہا: تلاطم کی جمع، تھپیڑے، پانی کی طغیانی۔ گوہر: موتی مراد مسلمان۔ سیرابی: تازگی، چمک دمک۔ درگاہِ حق: خدا کی بارگاہ/دربار۔ شکوہِ ترکمانی: ترکوں کا سا دبدبہ اور شوکت۔ ذہنِ ہندی: ہندوستان کے لوگوں کی سی دانائی اور بصیرت۔ نطقِ اعرابی: عربوں کی زبان یعنی عربوں کی سی فصاحت۔ غنچوں: کلیوں یعنی مسلمانوں۔ بلبل: مراد شاعر، خود علامہ اقبال۔ شاخسار: درخت کا اوپر کا حصہ جو بہت ٹہنیوں والا ہوتا ہے۔ تڑپ: بے چینی، جذبۂ عشق کے سبب بیقراری۔ تقدیرِ سیمابی: پارے کی طرح ہلتے رہنے کی حالت۔ چشمِ پاک بیں: صاف یا واضح دیکھنے والی آنکھ۔ برگستواں: گھوڑے کا ساز اور زین، مراد ظاہری سجاوٹ۔ جگر تابی: دل کی تڑپ، باطن کی بیقراری۔ ضمیر لالہ: یعنی مسلمان کا باطن/دل۔ آرزو: عظمتِ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کی خواہش۔ چمن

کا ذرّہ ذرّہ: یعنی ملّت کا ہر ہر فرد۔ شہید: مارا ہوا یعنی شیدائی۔ سرشک: آنسو۔ نیساں: بارش کا وہ قطرہ جو سیپی کے منہ میں پڑ کر موتی بنتا ہے۔ خلیل اللہ: خدا کا دوست، حضرت ابراہیمؑ کا لقب۔ دریا: یعنی مسلمان، ملت اسلامیہ۔ ملتِ بیضا: روشن قوم، ملتِ اسلامیہ۔ شیرازہ بندی: یعنی اتفاق، تنظیم اور اتحاد۔ شاخِ ہاشمی: یعنی مسلمان قوم، دنیائے اسلام۔ برگ و بر: پتے اور پھل، شادابی، یعنی پرانی عظمت اور دبدبہ۔ صبا: صبح کی نرم خوشگوار ہوا۔ بوئے گل: پھول کی خوشبو۔ ہم سفر: سفر کا ساتھی۔ عثمانیوں: ترک، جن کے جدِ بزرگ کا نام عثمان تھا۔ کوہِ غم ٹوٹنا: اشارہ ہے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی طرف جس میں بیشمار ترک مارے گئے تھے۔ خونِ صد ہزار انجم: لاکھوں ستاروں کا خون یعنی ان کا ڈوبنا، غروب ہونا۔ جہانبانی: دنیا پر حکومت کرنے کا طور طریقہ۔ جہاں بینی: دُنیا کے حالات و واقعات اور تقاضوں پر گہری نظر ہونا۔ دشوارتر: زیادہ مشکل۔ کار: کام۔ جگر خون ہونا: بیحد جدوجہد، تکالیف برداشت کرنا۔ چشمِ دل: بصیرت۔ ہزاروں سال: ایک طویل مدت تک۔ بے نوری: آنکھوں کا روشن نہ ہونا۔ نرگس: وہ پھول جسے اس کی شکل کی بنا پر آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ دیدہ ور: آنکھوں والا، صاحبِ نظر۔ نوا پیرا ہونا: چہچہانا، مراد جوش و جذبہ ابھارنے والے شعر کہنا۔ بلبل: شاعر۔ کبوتر: مشہور پرندہ، مراد کمزور اور محکوم مسلمان۔ شاہیں کا جگر: مراد شاہین کی سی جرات، دلیری اور بے خوفی۔ حدیث: بات۔ سوز و ساز: جلنے اور بنانے کی حالت۔ لم یزل: ہمیشہ باقی رہنے والا۔ دست: ہاتھ۔ قدرت: قوت، طاقت، اقتدار۔ یقیں پیدا کر: اپنی صلاحیتوں پر اعتماد پیدا کر۔ مغلوبِ گماں: شک اور بے اعتباری کا شکار۔ پرے ہے: یعنی بلند تر ہے۔ چرخ: آسمان۔ گردِ راہ: مسافر کے پاؤں کے پیچھے اُڑنے والی مٹی۔ مکیں: رہنے والا۔ آنی: وقتی، فانی۔ ازل تیرا ابد تیرا: یعنی وقت تیرے قبضے میں ہے۔ خدا کا آخری پیغام: قرآن مجید کو ماننے والا۔ حنا بندِ عروسِ لالہ: دُنیا کے باغ کی دلہن کو مہندی لگانے والا۔ خونِ جگر تیرا: تیری توحید پرستی اور حسنِ عمل یا جذبۂ جہاد۔ معمارِ جہاں: دنیا کی تعمیر کرنے والا، توحید پرستی کے سبب اسے امن و سکون کی دنیا بنانے والا۔ ممکناتِ زندگانی: انسانی زندگی کی فلاح و بہبود اور ترقی سے متعلق / ممکن ہو سکنے والی باتیں۔ جوہر مضمر: (دنیا میں) خدا تعالیٰ کی چھپی ہوئی نعمتیں۔ جہانِ آب و گل: پانی اور مٹی کی دنیا، یہ کائنات۔ عالمِ جاوید: ایسی دنیا جسے کبھی فنا نہیں، ابدی دنیا۔ نبوت: نبی ہونے کا مرتبہ۔ ارمغان: تحفہ۔ سرگزشت: ماجرا، واقعہ۔ پیدا: ظاہر۔ زمین ایشیا: براعظم ایشیا (چین، جاپان، عرب اور برصغیر)۔ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا: یعنی پھر سے سچائی، عدل و انصاف اور دلیری جیسی خوبیاں اپنا لے۔ امامت: پیشوائی، رہبری۔ مقصودِ فطرت: قدرت کی اصل غرض۔ رمزِ مسلمانی: مسلمان ہونے کی حقیقت / بھید۔ اخوت کی جہانگیری: دنیا میں انسانی بھائی چارے کا پھیلاؤ۔ بتانِ رنگ و خوں: رنگ، نسل، قبیلے وغیرہ کا تعصب۔ ملت میں گم ہو جا: اتحاد و اتفاق سے ایک قوم بن جا۔ نہ تُورانی نہ افغانی: یعنی علاقائی قومیتیں ختم ہو جائیں۔ میانِ شاخساراں: ٹہنیوں کے درمیان، یعنی

ایک ملت کی بجائے قبیلوں، خاندانوں کی باتیں۔ **صحبت**: باہم مل بیٹھنے کی حالت، حضوری۔ **پرواز**: اُڑنے کی قوت، بلندی کی طرف بڑھنے کی طاقت۔ **شاہین قہستانی**: پہاڑی علاقے کا شاہین، عقاب کی قسم کا ایک پرندہ جو تیز اور بلندی کی طرف اُڑتا ہے۔ **گمان آبادِ ہستی**: یہ دنیا جس میں رہنے والے وہم و گمان اور شک وشبہ کا شکار رہتے ہیں۔ **شب تاریک**: اندھیری رات۔ **قندیلِ رہبانی**: ترک دنیا کرنے والے (راہبوں) کا چراغ۔ **قیصر و کسریٰ کا استبداد**: مراد شخصی حکومتوں کا ظلم وستم۔ **زورِ حیدرؓ**: حضرت علیؓ کی قوت بازو۔ **فقر بوذرؓ**: حضرت ابوذر غفاریؓ کی صبر وقناعت جو مشہور ہے۔ **صدقِ سلمانیؓ**: حضرت سلمان فارسیؓ کی سچائی، حضور اکرمؐ کو آپؓ کی سچائی پر پورا بھروسا تھا۔ **احرارِ ملت**: قوم کے آزاد لوگ، یعنی مسلمان جو نسلی، قبائلی تعصبات سے آزاد ہیں۔ **جادہ پیما**: راستہ طے کرنے والا/والے، یعنی عمل میں سرگرم۔ **تجمل**: شان وشوکت۔ **تماشائی**: دیکھنے والا/والے۔ **شگافِ در**: دروازے کی پٹ کا چھوٹا سا سوراخ/رخنہ۔ **صدیوں**: بہت عرصے سے، سیکڑوں برسوں سے۔ **زندانی**: قیدی۔ **ثباتِ زندگی**: وجود یا زندگی کا پائدار ہونا، ہمیشہ قائم رہنا۔ **محکم**: مضبوط، پختہ، پکا۔ **المانی**: المان یعنی جرمنی کا رہنے والا۔ **پائندہ تر**: زیادہ قائم رہنے والا، زیادہ مضبوط۔ **تورانی**: توران/ترکی کا باشندہ۔ **انگارۂ خاکی**: انسان (اس کے دل کے سوز کی بنا پر انگارہ کہا)۔ **بال وپرِ روح الامیں**: حضرت جبرئیل کی سی قوت پرواز، محبوبِ حقیقی تک پہنچنے کی قوت۔ **شمشیریں**: تلواریں۔ **تدبیریں**: کوششیں، منصوبے۔ **ذوقِ یقیں**: پختہ پکا ایمان۔ **زنجیریں کٹ جانا**: ہر طرح کی رکاوٹیں/پابندیاں ختم ہو جانا، آزادی حاصل کرنا۔ **مردِ مومن**: پکے ایمان والا مسلمان۔ **ولایت**: مراد کسی بادشاہ کا ملک، حکومت، سلطنت۔ **علم اشیا**: کائنات کی اشیا کی حقیقت جاننے کا علم۔ **نکتہ ایماں**: ایمان کی گہری بات/حقیقت۔ **تفسیریں**: وضاحتیں، تشریحات۔ **براہیمی نظر**: حضرت ابراہیمؑ کی سی بصیرت۔ **تصویریں بنانا**: خاکہ/نقش بنانا۔ **تمیزِ بندہ وآقا**: غلام اور آقا میں فرق کرنا۔ **فسادِ آدمیت**: انسانیت کا بگاڑ/تباہی۔ **حذر**: بچو، ڈرو۔ **چیرہ دست**: زور/زبردستی سے کام نکالنے والا۔ **فطرت کی تعزیریں**: قدرت کی سزائیں۔ **خاکی**: مٹی کا بنا ہوا، انسان۔ **نوری**: فرشتہ۔ **لہو ٹپکنا**: قطرہ قطرہ خون گرنا۔ **یقیں محکم**: پکا ایمان۔ **عمل پیہم**: مسلسل اور لگاتار جدوجہد۔ **فاتح عالم**: دنیا کو فتح کرنے والی، انسانی دلوں پر قبضہ کرنے والی۔ **جہادِ زندگانی**: مراد زندگی کی کشاکش۔ **مردوں**: دلیروں، مجاہدوں۔ **شمشیریں**: تلواریں، شمشیر کی جمع۔ **عقابی شان سے**: مراد رعب ودبدبے سے، اشارہ ہے یونانیوں کے ترکوں پر حملے کی طرف۔ **بے بال وپر نکلے**: یعنی یونانی اس حملے میں شکست کھا گئے/ہار کھا گئے۔ **ستارے شام کے، خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے**: یعنی جس طرح آسمانی سرخی میں ستاروں کی روشنی ہلکی پڑ جاتی ہے اور سرخی ہٹتے ہی وہ چمکنے لگتے ہیں، اسی طرح ترک، یونانی لشکر کے اس حملے میں جوابی کارروائی کر کے سرخرو ٹھہرے۔ **زیرِ دریا تیرنے والے**: یونانیوں کی آبدوز کشتیاں جنھیں ترکوں نے ڈبو دیا تھا۔ **طمانچے**: تھپیڑے۔ **غبارِ رہ گزر**: راستے کی مٹی/خاک (یعنی یونانی)۔ **کیمیا**: زرسازی، خاص دوا

جو دھات کی ہیئت بدل دیتی ہے۔ جبینیں خاک پر رکھنے والے: اللہ کے حضور سجدے کرنے والے (ترک مسلمان)۔ اکسیر گر: کیمیا بنانے والے۔ نرم رو قاصد: آہستہ چلنے والا پیامی، یعنی پیدل ترکوں کے مقابلہ میں یونانی فوج جدید سازوسامان سے مسلح تھی۔ پیامِ زندگی لایا: مسلمانوں کی بیداری کا باعث بنا۔ خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں: مراد یونانی فوج جو فون اور ٹیلیگراف سے لیس تھی۔ وہ بے خبر نکلے: یعنی وہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے شکست کھا گئے۔ حرم رسوا ہوا: عربوں کی غداری کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے ترکوں سے کی۔ پیرِ حرم: یعنی حجاز کا گورنر شریف مکہ جس نے غداری کی۔ کم نگاہی: انجام کا خیال نہ کرنے کی حرکت۔ جوانانِ تتاری: ترکی فوج کے جوان۔ صاحب نظر: اہلِ نظر، بصیرت والے۔ زمیں سے: زمین کو خطاب کرتے ہوئے۔ نوریانِ آسماں پرواز: آسمانوں پر اُڑنے والے فرشتے۔ یہ خاکی: یہ مٹی کے بنے ہوئے، انسان یعنی ترک۔ زندہ تر: زیادہ جاندار، قوی، جذبوں والے۔ پائندہ تر: زیادہ بقا والے، زیادہ ثابت قدم۔ تابندہ تر: زیادہ روشن۔ صورتِ خورشید: سورج کی طرح۔ سرمایۂ تعمیرِ ملت: پوری قوم کی سربلندی اور ترقی کا باعث۔ یہی قوت: یعنی ہر فرد کا یقینِ محکم۔ صورت گر: یعنی بنانے والی۔ رازِ کن فکاں: "کن فکاں" یعنی اس کائنات کا بھید/ حقیقت۔ خودی: اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں اور شخصیت کا احساس۔ ترجماں: توحید خداوندی سے آگاہ ہو کر دوسروں کو بتانے والا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا: قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دینا۔ نوعِ انساں: مراد تمام انسان، انسانوں کی جماعت۔ اخوت کا بیاں ہو جا: بھائی چارے کا درس دینے والا بن جا۔ محبت کی زباں: باہمی اتفاق اور محبت کا پیغام۔ یہ ہندی...... تورانی: مراد مختلف تعصبات میں بٹے ہوئے۔ شرمندۂ ساحل: مراد خاص علاقے تک خود کو محدود کرنے والا۔ اُچھل کر: یعنی اس علاقائی نظریے سے ہٹ کر۔ بے کراں ہو جا: وسیع یعنی علاقائی حدود سے آزاد ہو کر پوری ملت اور انسانیت کی بات کرنے والا بن جا۔ غبار آلودۂ رنگ و نسب: تنگ نظری کی مٹی میں اٹا ہوا۔ بال و پر تیرے: تیری قوتیں اور صلاحیتیں۔ مرغِ حرم: یعنی مسلمان۔ اُڑنا: یعنی ارتقا کی فضا میں اُڑنے کا عمل۔ پر فشاں ہونا: پر پھڑپھڑانا تا کہ مٹی اور گرد جھڑ جائے۔ حلقۂ شام و سحر: مراد ہر قسم کے تعصبات وغیرہ۔ جاوداں: ہمیشہ کی زندگی پانے والا، بقا کا مالک۔ مصافِ زندگی: زندگی کا میدانِ جنگ، یعنی زندگی کی تگ و دو اور کشمکش۔ سیرتِ فولاد: فولاد کی سی خصلت/ خوبی، مصیبتوں میں بھی ثابت قدم رہنے کی عادت۔ شبستانِ محبت: مراد دنیا بھر کے مسلمانوں کی بزمِ محبت۔ حریر و پرنیاں: ریشم کی دو قسمیں، مراد نرم۔ سیلِ تند رو: پانی کا تیز چلنے والا طوفان۔ کوہ و بیاباں سے: پہاڑ اور اُجاڑ، یعنی مصیبتوں، تکلیفوں اور اسلام کے دشمنوں سے ٹکراتے ہوئے۔ گلستاں: باغ، یعنی مسلمانوں کی محفل/ جماعت۔ جوئے نغمہ خواں: گاتی ہوئی ندی، مراد فائدہ پہنچانے والا۔ سازِ فطرت: قدرت کا باجا/ سارنگی۔ نوا: لے، سُر۔ صیدِ زبوں: برے حالوں والا شکار۔ شہریاری: بادشاہت، ایک فرد کی حکومت۔ قیامت ہے: کتنے دکھ کی بات ہے۔ شکاری: ظلم و ستم کرنے والا۔ چیرہ کرنا:

چندھیا دینا۔ چمک: ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ تہذیبِ حاضر: موجودہ دور کا تمدن (رسم و رواج، اخلاقیات وغیرہ) جس پر یورپی تہذیب کی چھاپ ہے۔ صناعی: کاریگری۔ جھوٹے نگ: وہ نگینے جو اصلی نہ ہوں۔ ریزہ کاری: چھوٹے ریزوں کو جوڑ کر نگینہ بنانے کا کام۔ خردمندان: جمع خردمند، دانا، فلسفی۔ پنجۂ خونیں: خون سے لتھڑا ہوا ہاتھ۔ تیغِ کارزاری: جنگ کی تلوار۔ تدبیر: غور و فکر، سوچ بچار کرنے کی حالت۔ فسوں کاری: جادوگری۔ بِنا: بنیاد۔ سرمایہ داری: بہت زیادہ مالدار/ دولتمند ہونا۔ عمل: جدوجہد، انسانیت کی خیرخواہی کے لیے کام کرنا۔ نوری: نور سے بنا ہوا، فرشتہ یعنی نیک۔ ناری: آگ سے بنا ہوا، شیطان یعنی بُرا۔ خروش آموزِ بلبل: بلبل یعنی مسلمانوں کو باہمی اتفاق و محبت کی باتیں سکھانے والا۔ گرہ غنچے کی وا کر دے: کلی کی گانٹھ کھول دے یعنی مسلمانوں کا باہمی نفاق/ چپقلش دور کر دے۔ اس گلستاں: ملت اسلامیہ۔ جولانگہ: میدان جہاں گھوڑا/ گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ اطلس قبایانِ تتاری: چمکیلا لباس پہننے والے ترک، مراد ترک جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

۱۔ جب تو اپنے سننے والوں میں گیت سننے کا ذوق شوق نہ دیکھے تو پھر اپنی لے کو تیز اور مزید تیکھا کر دے۔

۲۔ اس شیرازی محبوب نے تبریز اور کابل کا دل اڑا لیا ہے (مصطفیٰ اتاترک نے اپنی جدوجہد اور سرگرمیوں سے اسلامی دنیا کے دل موہ لیے ہیں)

۳۔ ایک انسان کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ (آگے جواب ہے کہ یہ باتیں ہونی چاہئیں) بلند فطرتی اور وسیع النظری، خالص مسلک یعنی محبوبِ حقیقی کی محبت، جذبوں سے پُر دل/ پُر جوش دل، دنیوی حرص و ہوس سے پاک نگاہ اور جذبۂ عشق کے سبب بے چین روح۔

۴۔ (دوسرا مصرع نظیری نیشاپوری کا ہے جس میں "مدت" کی بجائے "عمرے" ہے) آکر کمزور جان کا خریدار پیدا ہو گیا ہے ایک مدت کے بعد ایک قافلہ ہماری طرف سے گزرا ہے (ترکوں کی طرف اشارہ ہے جن کے جہاد نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا)

۵۔ اے ساقی آ جا کر شاخوں پر سے پریشان حال پرندے کی چہکار سنائی دی ہے یعنی بہار آ گئی ہے، محبوب آ گیا اور جب محبوب آ گیا تو دل کو قرار آ گیا۔

۶۔ موسم بہار کے بادل نے وادی اور صحرا میں خیمے لگا لیے ہیں اور پہاڑ پر سے آبشاروں کے گرنے کی آواز آنے لگی ہے۔

۷۔ اے ساقی! تیرے قربان جاؤں تو بھی ذرا پہلے والا ساز چھیڑ دے کہ گیت گانے/ چہچہانے والے قطار در

قطار آ گئے ہیں۔ (قانون: باجے کی ایک قسم)

۸۔ زاہدوں/پرہیزگاروں سے کنارہ کشی کر لے اور بے خوف ہو کر جام چڑھا کیونکہ ایک مدت کے بعد اس پرانی چمن (یعنی ملتِ اسلامیہ سے بلبل کی آواز (ترکوں کا جہاد وغیرہ) سنائی دی ہے۔

۹۔ عاشقوں کو جنگ بدر (۲ھ/۶۲۳ء میں لڑی گئی) اور جنگ حنین (۸ھ/۶۲۹ء) کے سردار یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کی باتیں سنا جن کے باطنی تصرف میری آنکھوں کو صاف دکھائی دے رہے ہیں۔

۱۰۔ اب پھر شاخِ خلیل (حضرت ابراہیم کی اولاد ملتِ اسلامیہ) ہمارے خون سے تر و تازہ/سرسبز ہو رہی ہے یعنی محبت کی منڈی میں ہماری نقدی خالص اور کھری قرار پائی ہے۔

۱۱۔ میں اس شہید کی قبر پر لالہ کی پتیاں بکھیرتا ہوں جس کا خون ہماری ملت کے پودے کے لیے مفید ثابت ہوا۔

۱۲۔ (یہ حافظ شیرازی کا شعر ہے) آ کر ہم پھول بکھیریں اور شراب جام میں انڈیلیں، اس طرح آسمان کی چھت پھاڑ ڈالیں اور ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھیں (اس شعر سے گویا مسلمانوں کو محبت و اتفاق کا درس دیا ہے)

غزلیات

(۱)

اے بادِ صبا! کملی والےؐ سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے اُمّت بیچاری کے دِیں بھی گیا، دُنیا بھی گئی

یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دُور وصالِ بحر ابھی، تُو دریا میں گھبرا بھی گئی!

عزّت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محمل سے
محمل جو گیا عزّت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلا بھی گئی

کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیِ فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی

نکلی تو لبِ اقبالؔ سے ہے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

غزلیات: جمع غزل، شاعری کی ایک صنف/ ہیئت. کملی والا: حضور اکرمؐ (حضورؐ اکثر ایک کملی لپیٹے رکھتے تھے). دِیں قبضے سے جانا: یعنی مسلمانوں کا مذہب سے دُور ہو جانا. دنیا قبضے سے جانا: آزادی سے محروم ہو جانا. موج: لہر. پریشاں خاطر: جس کا دل بے چینی کا شکار ہو. وصال: ملاپ. بحر: سمندر. قیس: مجنوں. حجابِ محمل: کجاوے کا پردہ (لیلیٰ کا پردے میں بیٹھنا). ترک کرنا: چھوڑ دینا. تگ و دَو: بھاگ دوڑ، جد و جہد. آبروئے گوہر: موتی کی عزت، شان (قطرہ موتی بنا). آوارگی: بے مقصد اِدھر اُدھر گھومنا پھرنا. کشمکش: کھینچا تانی. صدا: آواز، شاعری.

یہ سرودِ قُمری و بلبل فریبِ گوش ہے
باطنِ ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے

تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے، ساری انجمن بے ہوش ہے

دہر کے غم خانے میں تیرا پتا ملتا نہیں
جُرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو رُوپوش ہے

آہ! دُنیا دل سمجھتی ہے جسے، وہ دل نہیں
پہلوئے انساں میں اک ہنگامۂ خاموش ہے

زندگی کی رہ میں چل، لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مِینا خانہ بارِ دوش ہے

جس کے دم سے دِلّی و لاہور ہم پہلو ہوئے
آہ، اے اقبالؔ! وہ بلبل بھی اب خاموش ہے

سرود: گانا، چہچہاہٹ۔ قُمری: فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ جس کی گردن میں ایک حلقہ بنا ہوتا ہے۔ فریبِ گوش: کانوں کے لیے دھوکا۔ باطن: ضمیر، اندر۔ ہنگامہ آبادِ چمن: باغ میں رونق/ چہل پہل برپا کرنے والا۔ پیمانہ:

شراب کا پیالہ۔ مے مغرب: یورپ کی شراب، یورپ کی تہذیب وتمدن جو مسلمانوں نے اختیار کی۔ خندہ زن: ہنسنے والا۔ ساقی: مراد انگریز حکمران۔ ساری انجمن بیہوش ہے: مراد انگریز کی سیاست نے پوری ملتِ اسلامیہ کو غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ دہر: زمانہ، دنیا۔ غم خانہ: دکھوں کا گھر۔ تیرا: یعنی خدا کا۔ جُرم: خطا، غلطی۔ آفرینش: مراد کائنات کا پیدا کرنا۔ رُوپوش: منہ چُھپانے والا، غائب، سامنے نظر نہ آنے والا۔ پہلو: بغل۔ ہنگامۂ خاموش: ایسا شور و غل جس کی آواز نہ ہو۔ بچ بچ کے چل: ہر معاملے میں پوری احتیاط سے کام لے۔ مینا خانہ: شراب کی بوتلوں کا ڈھیر۔ بار دوش: کندھے کا بوجھ، ذمہ داری۔ ہم پہلو ہونا: ساتھی ہونا۔ جس کے دم سے: جس کے سبب سے، اشارہ ہے میرزا ارشد گورگانی دہلوی کی طرف جن کی وجہ سے لاہور میں شعر و شاعری کا چرچا رہا۔ یہ شعر ان کی وفات پر کہا گیا۔
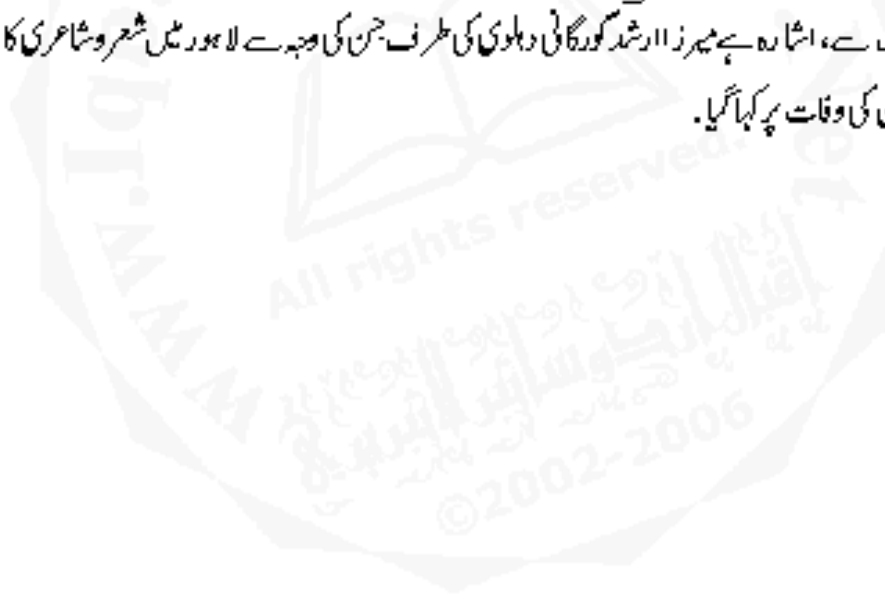
نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زُنّاریِ بُت خانۂ ایام ابھی

عذرِ پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات
تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی

ابرِ نیساں! یہ تنک بخشیِ شبنم کب تک
مرے کُہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

بادہ گردانِ عجم وہ، عرَبی میری شراب
مرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی

خبر اقبالؔ کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
نو گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

شوریدہ: دیوانی۔ خام: کچا، بے اثر۔ تھامنا: روک کے رکھنا۔ مصلحت اندیش: بھلائی / اپنی بھلائی کا سوچنے والی۔ بےخطر: بے خوف ہو کر۔ آتشِ نمرود: حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے بادشاہ نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ جس میں آپؑ کو ڈالا گیا اور جو خدا کے حکم سے گلزار بن گئی۔ عشق: اشارہ ہے حضرت ابراہیمؑ کی طرف جو محبوبِ حقیقی کے عشق سے سرشار تھے۔ محو: مصروف، ڈوبی ہوئی۔ تماشائے لبِ بام: چھت پر سے نظارہ کرنے کا عالم۔ فرمودۂ قاصد: یعنی حضور اکرمؐ نے جو کچھ فرمایا / حکم دیا۔ سبک گامِ عمل: (اس پر) تیزی سے عمل کرنے والا۔ معنیِ پیغام: (اس) حکم کی حقیقت / مطلب۔ دہر آشوبی: دنیا میں ہنگامے پیدا کرنا / انقلاب لانا۔ زناری: گلے میں دھاگا ڈالنے والا، مراد پوجا کرنے والا۔ بت خانۂ ایام: مراد زمانے / وقت کی گردش۔ عذرِ پرہیز: (شراب وغیرہ سے) بچنے کی معذرت / بہانہ۔ کاوش: فکر، خلش۔ سعیِ پیہم: لگاتار کوشش / جدوجہد۔ کم و کیف: کتنا اور کیسا۔ ترازو: یعنی کسوٹی، پیمانہ، میزان۔ شارِ سحر و شام: یعنی گردشِ وقت میں الجھے رہنا۔ ابرِ نیساں: موسمِ بہار کا بادل۔ تنک بخشی: بہت کم دینا۔ کہسار: جہاں بہت سی پہاڑیاں ہوں، پہاڑ۔ تہی جام: خالی پیالے والے۔ بادہ گردانِ عجم: یعنی غیر اسلامی شرب پینے والے، مراد غیر اسلامی درس گاہوں میں تعلیم پانے والے۔ عربی میری شراب: یعنی اسلامی خیالات کی حامل شاعری۔ ساغر: شراب کا پیالہ۔ مے آشام: شراب پینے والے (یعنی مغربی درسگاہوں کا مسلمان طالب علم)۔ نسیم: صبح کی ہوا۔ نوگرفتار: مراد بری عادتیں چھوڑ کر نیا نیا صحیح راستے پر چلنے والا۔ تہِ دام: جال کے نیچے۔

(۴)

پردہ چہرے سے اُٹھا، انجمن آرائی کر
چشمِ مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر

تُو جو بجلی ہے تو یہ چشمکِ پنہاں کب تک
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر

نفَسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر

ہو تری خاک کے ہر ذرّے سے تعمیرِ حرم
دل کو بیگانۂ اندازِ کلیسائی کر

اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا
ناز بھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر

پہلے خوددار تو مانندِ سکندر ہو لے
پھر جہاں میں ہوسِ شوکتِ دارائی کر

مِل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلیٰ اقبالؔ!
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

پردہ چہرے سے اُٹھا: اے محبوبِ حقیقی کھل کر سامنے آ/ اپنا دیدار کرا۔انجمن آرائی کر: پردے سے باہر نکل کر سامنے آ۔مہر و مہ و انجم: سورج اور چاند اور ستارے مراد کائنات۔تماشائی کر: دیکھنے والے بنا۔ چشمکِ پنہاں: انکھیوں سے (نظر چرا کر) دیکھنا۔ بے حجابانہ: کھلے طور پر۔شناسائی: واقفیت، دوستی۔نفسِ گرم: گرم سانس، عشق کی تپش۔اعجازِ حیات: زندگی/ زندہ کرنے کا معجزہ/ کرامت۔مسیحائی: مُردوں کو زندہ کرنے کا عمل۔طور: وادیِ ایمن کا پہاڑ، کوہِ طور۔دریوزہ گری: بھیک مانگنے کی کیفیت۔مثلِ کلیم: حضرت موسیٰ کی طرح ہستی: وجود۔شعلۂ سینائی: وہ روشنی (جلوہ) جو حضرت موسیٰ کو طورِ سینا پر نظر آئی۔خاک کا ہر ذرہ: یعنی جسم کا رُواں رُواں/ بال بال۔تعمیرِ حرم: اسلامی شعائر پر پورا عمل یا اسلام کی اشاعت و ترقی کے لیے جدوجہد۔ بیگانہ: اجنبی۔اندازِ کلیسائی: غیر اسلامی/ مغربی طور طریقے۔حد سے گزر رہا: اعتدال سے بڑھ جانا۔ناز: ادا، غمزہ باندازِ رعنائی: خوبصورتی/ حسن و جمال بھتا۔سکندر: سکندرِ رومی/ یونانی (۳۵۵ ق م۔۳۲۳ ق م)۔شوکتِ دارائی: ایران کے قدیم بادشاہ دارا کی سی شان۔منزلِ لیلیٰ: محبوب کا ٹھکانا۔بادیہ پیمائی: محبوب کی تلاش میں جنگلوں بیابانوں میں پھرنا۔

(۵)

پھر بادِ بہار آئی، اقبالؔ غزل خواں ہو
غنچہ ہے اگر گُل ہو، گُل ہے تو گُلستاں ہو

تُو خاک کی مُٹھی ہے، اجزا کی حرارت سے
برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو

تُو جنسِ محبت ہے، قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں سوداگر، اس دیس میں ارزاں ہو

کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لَے تیری
تُو نغمۂ رنگیں ہے، ہر گوش پہ عُریاں ہو

اے رہروِ فرزانہ! رستے میں اگر تیرے
گلشن ہے تو شبنم ہو، صحرا ہے تو طوفاں ہو

ساماں کی محبت میں مُضمَر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

غزل خواں: غزل پڑھنے والا، شعر کہنے والا۔ برہم ہو: بکھر جا۔ پریشاں ہو: پھیل جا۔ جنس: سودا۔ گراں: بھاری، زیادہ۔ کم مایہ: تھوڑی پونجی والا/والے۔ سوداگر: تاجر، سودا خریدنے، بیچنے والا۔ ارزاں: سستا یعنی تا کہ ہر ایک کے لیے قابل قبول ہو۔ مستور: چھپی ہوئی۔ لَے: سُر۔ نغمۂ رنگیں: یعنی دل کش شعر کہنے والا۔ گوش: کان، مراد سننے والے۔ عُریاں: ظاہر، یعنی جسے سب سنیں اور سمجھیں۔ فرزانہ: دانا، عقل مند۔ تن آسانی: آرام طلبی۔ غارت گر: تباہ کرنے والا، مراد دلچسپی نہ لینے والا۔

کبھی اے حقیقتِ منتظَر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

طرَب آشنائے خروش ہو، تُو نوَا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھُپا ہوا ہو سکُوتِ پردۂ ساز میں

تُو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں

دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کُہَن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

نہ کہیں جہاں میں اَماں مِلی، جو اَماں مِلی تو کہاں مِلی
مرے جُرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حُسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زُلفِ ایاز میں

جو میں سر بسجدہ ہُوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنَم آشنا، تجھے کیا مِلے گا نماز میں

حقیقتِ منتظر : جس حقیقت کا انتظار ہو، محبوبِ حقیقی. **لباسِ مجاز**: یعنی جسم والا وجود. **تڑپ رہے ہیں**: بے چین ہیں. **جبینِ نیاز**: عاجزی اور انکسار والی پیشانی. **طرب آشنائے خروش**: یعنی جذبہ عشق کی دھوم مچا دینے کے لطف سے آگاہ/واقف. **نوا**: گیت، نغمہ. **محرمِ گوش**: کانوں سے واقف، یعنی سنا جانے والا. **سرود**: گیت، گانا، نغمہ. **سکوت**: خاموشی. **پردۂ ساز**: ساز/باجے کی لے. **آئنہ**: مراد دل. **شکستہ ہونا**: عشق کی چوٹ کھانے کی حالت. **عزیز تر**: زیادہ پیارا/پسندیدہ. **آئنہ ساز**: خدا. **دم**: وقت. **طوف**: طواف، ارد گرد چکر کا ٹا لگانا. **کرمک**: چھوٹا کیڑا یعنی پتنگا. **اثر کہن**: پرانی تاثیر. **حکایت سوز**: جلنے کی داستان، جلنے کی کیفیت. **حدیثِ گداز**: پگھلنے کی بات. **جرمِ خانہ خراب**: گھر کو اُجاڑ دینے والا گناہ/خطا. **تر ے**: خدا کا. **عفوِ بندہ نواز**: ایسی معافی جو بندوں پر مہربانی کرنے والی ہے. **گرمیاں**: جذبے محبت کی تپش/حرارت. **شوخیاں**: ادائیں، دل موہ لینے والے ناز و ادا. **غزنوی**: مشہور بادشاہ محمود غزنوی جو اپنے غلام ایاز سے بہت محبت کرتا تھا، مراد عاشق. **خم**: زلفوں کا بل. **ایاز**: محمود غزنوی کا غلام خاص، مراد محبوب ہوا. **سر بسجدہ**: سجدے کی حالت. **صدا**: یعنی غیبی آواز/ضمیر کی آواز. **صنم آشنا**: بتوں کا عاشق، دنیاوی علائق کی محبت میں گرفتار. **کیا ملے گا؟**: یعنی اس حالت میں یہ بے فائدہ عمل ہے.

تہِ دام بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیرِ لبی رہی

ترا جلوہ کچھ بھی تسلّیِ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی

نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیبِ دَیر و حرم رہے
نہ رہی کہیں اسَدُ اللّٰہی، نہ کہیں ابو لہبی رہی

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں مَیں کہ نوَا مری عرَبی رہی

تہِ دام: جال کے نیچے جال میں پھنسے ہوئے۔ غزل آشنا: مراد چہچہانے والے۔ طائران: جمع طائر، پرندے فُغاں: فریاد، نالہ۔ نوائے زیرِ لبی: ہونٹوں میں دبی ہوئی آواز جسے سنا نہ جا سکے۔ جلوہ: تجلّی، دیدار، روشنی۔ تسلّی: اطمینان، سکون۔ دلِ ناصبور: بے صبر / بے قرار دل۔ گریۂ سحری: صبح سویرے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے اور رونے کی حالت۔ آہِ نیم شبی: آدھی رات کے وقت کی آہیں۔ نہ خدا رہا نہ صنم رہے: یعنی مذہب سے دُوری کا زمانہ ہے خدا اور بُت دونوں کی عبادت ختم ہو گئی۔ رقیبِ دَیر و حرم: مندر اور کعبہ کے مخالف۔ اسداللّٰہی: خدا کا شیر ہونے کی کیفیت، اسداللہ، حضرت علیؓ کا لقب جو اُن کی شجاعت اور دلیری کے سبب انھیں دیا گیا۔ ابولہبی: ابولہب کا سا انداز، ابولہب، حضور اکرمؐ کا چچا جو اسلام کا شدید دشمن تھا۔ ساز: باجا، مراد طبیعت۔ ستم رسیدہ: جس پر ظلم ہوا ہو۔ زخمہ ہائے عجم: غیر عربی مضرابیں یعنی غیر اسلامی خیالات۔ شہیدِ ذوقِ وفا: ساتھ نبھانے کے ذوق شوق کا مارا ہوا۔ نوا: آواز، شاعری۔ عربی: یعنی اسلام اور ملتِ اسلامیہ سے متعلق۔

(۸)

گرچہ تُو زندانیِ اسباب ہے
قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ

عقل کو تنقید سے فُرصت نہیں
عشق پر اَعمال کی بنیاد رکھ

اے مسلماں! ہر گھڑی پیشِ نظر
آیۂ 'لا یُخلِفُ المِیعَاد' رکھ

یہ 'لسان العصر' کا پیغام ہے
"اِنَّ وَعدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھ"

زندانیِ اسباب: وسیلوں اور ذریعوں کا قیدی۔ قلب: دل۔ آزاد رکھ: مادہ پرستی سے دُور رکھ۔ تنقید: کھوٹا کھرا پرکھنے کا انداز، نکتہ چینی۔ اعمال: جمع عمل، اچھے / نیک کام۔ پیشِ نظر: آنکھوں کے سامنے۔ آیہ: آیت، قرآنی فقرہ۔ لاَ یُخلِفُ المِیعَاد: اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (اچھے عملوں پر بخشش کا وعدہ)۔ لسان العصر: زمانے کی زبان، یعنی اکبر الہ آبادی۔ خان بہادر سید اکبر حسین اکبر، مقامِ ولادت الہ آباد (۱۸۴۶ء، انتقال ۱۹۲۱ء) اپنے دور میں جج رہے۔ ان کی مزاحیہ شاعری کو بہت شہرت حاصل ہے۔ اِنَّ وَعدَ اللّٰہِ حَقٌّ: بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

ظریفانہ

مشرق میں اصول دِین بن جاتے ہیں
مغرب میں مگر مشین بن جاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلّے
واں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں

⦿⦿

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈُھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روِشِ مغربی ہے مدِّ نظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گُناہ
یہ ڈراما دِکھائے گا کیا سِین
پردہ اُٹھنے کی مُنتظِر ہے نگاہ

ظریفانہ: یعنی مزاحیہ کلام جس میں ہنسی مذاق کی باتیں ہوں۔ مشرق: مشرقی ممالک، پاکستان، ہند اور عرب ممالک۔ مغرب: یورپ، یورپی ممالک۔ اصول: جمع اصل، مراد قاعدے ضابطے۔ دین بننا: دین کی سی حیثیت اختیار کر لینا۔ واں: وہاں، یورپ میں۔

فلاح: نجات، بہتری۔ روشِ مغربی: انگریزوں کے سے طور طریقے۔ مدِّ نظر: نگاہوں کے سامنے۔ وضعِ مشرق: مشرقی ملکوں کے طور طریقے۔ گناہ جاننا: بُرا جاننا۔ یہ ڈراما: لڑکیوں کا انگریزی پڑھنا اور مغربی روش اختیار کرنا۔ سِین: منظر، مراد انجام/نتیجہ۔ پردہ اُٹھنا: دو معنی بنتے ہیں (۱) سٹیج کا پردہ جس کے اٹھنے پر ڈراما شروع ہوتا ہے اور (۲) لڑکیوں کا نقاب اُتار دینا۔

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
"پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے"

◉◉

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ ہوش مند!
غیرت نہ تجھ میں ہوگی، نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دَور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہے گی

شیخ صاحب: مُلّا، مذہبی پیشوا۔ پردہ: عورتوں کا نقاب (نقاب اوڑھنے کی حالت)۔ حامی: طرف دار۔ جب مرد ہی زن ہو گئے: آدمیوں نے عورتوں کے سے طور طریقے اختیار کر لیے۔

کوئی دن کی: چند دنوں تک کی۔ مردِ ہوشمند: دانا۔ زن: عورت۔ اوٹ: پردہ، نقاب۔ عوض: بدلہ، بدلے میں۔
کونسل: مرکزی یا صوبائی قانون ساز ادارہ۔ ممبری: رکنیت، رکن ہونے کی کیفیت۔

تعلیمِ مغربی ہے بہت جُرأت آفریں
پہلا سبق ہے، بیٹھ کے کالج میں مار ڈینگ

بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط
آغا بھی لے کے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ

میرا یہ حال، بُوٹ کی ٹُو چاٹتا ہوں میں
اُن کا یہ حکم، دیکھ! مرے فرش پر نہ رینگ

کہنے لگے کہ اُونٹ ہے بھدّا سا جانور
اچھی ہے گائے، رکھتی ہے کیا نوک دار سینگ

⦿⦿

کچھ غم نہیں جو حضرتِ واعظ ہیں تنگ دست
تہذیبِ نو کے سامنے سر اپنا خم کریں

ردِّ جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا
تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

بستے ہیں: رہتے ہیں۔ آغا: مراد افغانی باشندہ، پٹھان۔ ہینگ: ایک درخت کا گوند جو کئی بیماریوں کے لیے مفید ہے اور دال وغیرہ میں ڈال کر پکایا جاتا ہے۔ بوٹ کی ٹُو: جوتے کا اگلا حصہ۔ بوٹ کی ٹُو چاٹنا: معشوق/حکمرانوں وغیرہ کی خوشامد کرنا۔ دیکھ: خبردار۔ رینگنا: فرش پر کیڑے کی طرح آہستہ آہستہ چلنا۔ بھدّا: بدصورت۔

حضرتِ واعظ: منبر پر چڑھ کر وعظ کرنے والا (''حضرت'' بطور تکلف کہا)۔ تنگ دست: مفلس، غریب۔ تہذیبِ نو: جدید معاشرہ جس پر انگریزی تہذیب کا اثر ہے۔ سر خم کرنا: سر جھکانا، دوسروں کی رضا پر راضی ہو جانا۔ ردِّ جہاد: جہاد کے خلاف، ایک مرزائی رہنما نے فتویٰ دیا تھا کہ اس دور میں جہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ تردیدِ حج میں: یعنی حج کی بھی ضرورت نہ رہنے کے متعلق۔ رقم کرنا: لکھنا۔

تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ!

دفعِ مرض کے واسطے پِل پیش کیجیے
تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض
دل چاہتا تھا ہدیۂ دِل پیش کیجیے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبَق
کہتا ہے ماسٹر سے کہ ''بل پیش کیجیے!''

⦿⦿

انتہا بھی اس کی ہے؟ آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں، رُومال، مفلر، پیرہن جاپان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسّال کابل سے، کفن جاپان سے

تہذیب کا مریض: برصغیر کا وہ شخص جس کے سر پر مغربی یعنی انگریزی تہذیب کا بھوت سوار ہو، مغرب زدہ۔ گولی: اُردو میں دوائی کی چھوٹی سی ٹکیا۔ دفعِ مرض: بیماری دور کرنا۔ پل: (Pill) انگریزی میں یعنی دوائی کی ٹکیا۔ خدمت استاد: یعنی اُستاد کا شاگردوں کو فائدہ پہنچانا۔ پس از سبق: سبق پڑھنے کے بعد۔ بل: (Bill) وہ چھوٹی پرچی جس پر کسی کام کی اُجرت یا چیز کی قیمت لکھی ہوتی ہے۔

پیرہن: قمیص، لباس۔ جاپان: مشہور ملک جہاں بدھ مذہب سرکاری مذہب ہے۔ غسّال: مُردے کو نہلانے والا۔ کفن: سفید لٹھے کا ٹکڑا جس میں لاش لپیٹی جاتی ہے۔

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے

واں کنٹر سب بلّوری ہیں یاں ایک پُرانا مٹکا ہے

اس دَور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی وہ رہ جائے گا

جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکّا اپنی ہَٹ کا ہے

اے شیخ و برہمن، سنتے ہو! کیا اہلِ بصیرت کہتے ہیں

گردُوں نے کتنی بلندی سے ان قوموں کو دے پٹکا ہے

یا باہم پیار کے جلسے تھے، دستورِ محبت قائم تھا

یا بحث میں اُردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے

مسکین: بے کس، محتاج، غریب۔ دل اٹکنا: محبت ہو جانا۔ کنٹر: ڈبا، ڈبے۔ بلوری: شیشے کا/ کے۔ مٹکا: مٹی کا گھڑا۔ اپنی راہ پر قائم: اپنے مقصد/ بات پر ڈٹا ہوا۔ ہَٹ کا پکا: ضدیا اصرار پر اَڑا رہنے والا۔ اہلِ بصیرت: دانا/ عقلمند لوگ۔ گردُوں: آسمان۔ دے پٹکنا: اوپر سے نیچے گرا دینا، زوال کا شکار کرنا۔ باہم پیار کے جلسے: آپس میں پیار محبت کے ساتھ محفلیں جمانے کا عمل۔ اُردو ہندی: مسلمان اُردو کو اور ہندو ہندی زبان کو ہندوستان کی قومی زبان کہتے تھے (یہی تکرار کا باعث تھا)۔ قربانی: عید قربان پر مسلمانوں کا بکرے کو ایک مخصوص طریقے سے ذبح کرنا۔ جھٹکا: سِکھ، جانور/ بکرے کی گردن پر ایک ہی ضرب لگا کر اسے جسم سے الگ کر دیتے ہیں۔

”اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے“
غالبؔ کا قول سچ ہے تو پھر ذکرِ غیر کیا
کیوں اے جنابِ شیخ! سُنا آپ نے بھی کچھ
کہتے تھے کعبے والوں سے کل اہلِ دَیر کیا
ہم پوچھتے ہیں مسلمِ عاشق مزاج سے
اُلفت بُتوں سے ہے تو برَہمن سے بَیر کیا!

◉◉

ہاتھوں سے اپنے دامنِ دُنیا نکل گیا
رُخصت ہُوا دِلوں سے خیالِ معاد بھی
قانونِ وقف کے لیے لڑتے تھے شیخ جی
پوچھو تو، وقف کے لیے ہے جائداد بھی!

”اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے“: یعنی کائنات میں جو کچھ نظر آ رہا ہے ”دیکھنے والا“ اور ”دیکھا گیا“ سب ایک ہے (وحدت الوجود کا نظریہ)۔ غالبؔ: اُردو اور فارسی کا مشہور شاعر اسد اللہ خان غالبؔ (ولادت ۱۷۹۷ء، بمقام آگرہ، وفات ۱۸۶۹ء دہلی)۔ قول: بات۔ جنابِ شیخ: مُلّا صاحب، مولوی صاحب۔ کعبے والے: مراد مسلمان۔ اہلِ دَیر: مندر والے، ہندو۔ عاشق مزاج: ہر کسی کو دل دے بیٹھنے والا، دل پھینک۔ بُت: پتھر کی مُورت، یہاں مراد حسین عورت / عورتیں۔ بَیر: دشمنی۔

ہاتھ سے دامنِ دُنیا نکل جانا: مراد دنیاوی خواہشات اور ضرورتیں پوری نہ ہونا۔ رخصت ہونا: نکل جانا، ختم ہو جانا۔ معاد: آخرت، عُقبیٰ۔ قانونِ وقف: ۱۹۱۲ء میں حکومت ہند کا منظور کردہ اولاد کے لیے جائداد وقف کرنے کا قانون۔

وہ مِس بولی اِرادہ خودکُشی کا جب کِیا میں نے
مہذّب ہے تو اے عاشق! قدم باہر نہ دھر حد سے
نہ جُرأت ہے، نہ خنجر ہے تو قصدِ خودکُشی کیسا
یہ مانا دردِ ناکامی گیا تیرا گزر حد سے
کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد دِلوا دو
کرائے پر منگالوں گا کوئی افغان سرحد سے

⦿⦿

ناداں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر
حاصل ہُوا یہی، نہ بچے مار پیٹ سے
مغرب میں ہے جہازِ بیاباں شُتر کا نام
تُرکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلِیٹ سے

مہذّب: تہذیب یافتہ، سلیقے اور سمجھ بوجھ والا۔ قدم باہر نہ دھر حد سے: یعنی اعتدال/ میانہ روی نہ چھوڑ۔ قصد: ارادہ۔ دردِ ناکامی: محبت میں کامیاب نہ ہونے کا دکھ۔ جانِ جہاں: دُنیا کی جان، دُنیا کی رونق، حسینۂ عالم۔ سرحد: یعنی صوبۂ سرحد جس کا صدر مقام پشاور ہے۔

قدر جاننا: کسی کی خوبیوں کو پوری طرح سمجھنا۔ اس قدر: اس حد تک، اتنا، اتنے۔ حاصل ہوا یہی: آخر یہی نتیجہ نکلا۔ جہازِ بیاباں: Ship of the desert ریگستان کا جہاز۔ شتر: اونٹ۔ تُرکوں: یعنی تُرک حکومت، تُرکی۔ فلیٹ: (Fleet)۔ جنگی جہازوں کا بیڑا۔

ہندوستاں میں جُزوِ حکومت ہیں کونسلیں
آغاز ہے ہمارے سیاسی کمال کا
ہم تو فقیر تھے ہی، ہمارا تو کام تھا
سیکھیں سلیقہ اب اُمَرا بھی 'سوال' کا

⦿⦿

ممبری اِمپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں
ووٹ تو مِل جائیں گے، پیسے بھی دِلوائیں گے کیا؟
میرزا غالبؔ، خُدا بخشے، بجا فرما گئے
''ہم نے یہ مانا کہ دِلّی میں رہیں، کھائیں گے کیا؟''

جُزو: حصہ۔ کونسلیں: جمع کونسل، صوبائی یا مرکزی قانون ساز ادارے۔ کمال: ترقی۔ فقیر: بھیک مانگنے والا، مفلس۔ سلیقہ: تمیز۔ سوال: کسی سے کچھ مانگنا، کونسل کا حکومت سے کسی بات کا جواب مانگنا۔

اِمپیریل کونسل: برصغیر میں انگریزی حکومت کے دوران بنائی جانے والی حکومت جسے وائسرائے کی کونسل کہا جاتا تھا۔ میرزا غالبؔ: اُردو، فارسی کے مشہور شاعر اسد اللہ خان غالب۔ کھائیں گے کیا: یعنی مفلسی کے سبب کھانے کو کچھ نہیں۔

دلیلِ مہر و وفا اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
نہ ہو حضور سے اُلفت تو یہ ستم نہ سہیں

مُصِر ہے حلقہ، کمیٹی میں کچھ کہیں ہم بھی
مگر رضائے کلکٹر کو بھانپ لیں تو کہیں

سَنَد تو لیجیے، لڑکوں کے کام آئے گی
وہ مہربان ہیں اب، پھر رہیں رہیں نہ رہیں

زمین پر تو نہیں ہندیوں کو جا ملتی
مگر جہاں میں ہیں خالی سمندروں کی تہیں

مثالِ کشتیِ بے حس مطیعِ فرماں ہیں
کہو تو بستۂ ساحل رہیں، کہو تو بہیں

مہر و وفا: محبت اور ساتھ نباہنا۔ حضور: مراد حاکم۔ مُصِر: اصرار کرنے والا، اپنی بات پر زور دینے والا۔ حلقہ کمیٹی: اپنے قریبی علاقے کے مختلف انتظامات کرنے کے لیے بنائی گئی سرکاری انجمن / ادارہ۔ کلکٹر: ضلع کا مالی افسر۔ ہندیوں: ہندوستان کے رہنے والے۔ جا: جگہ۔ کشتیِ بے حس: ایک جگہ کھڑی ہوئی کشتی۔ مطیعِ فرماں: حکم ماننے والا۔ بستۂ ساحل: کنارے سے بندھی ہوئی (کشتی)۔ بہیں: ہم روانہ ہوں یعنی کشتی چلے۔

فرما رہے تھے شیخ طریقِ عمل پہ وعظ
کُفّار ہند کے ہیں تجارت میں سخت کوش

مُشرک ہیں وہ جو رکھتے ہیں مُشرک سے لین دین
لیکن ہماری قوم ہے محرومِ عقل و ہوش

ناپاک چیز ہوتی ہے کافر کے ہاتھ کی
سُن لے، اگر ہے گوش مسلماں کا حق نیوش

اک بادہ کش بھی وعظ کی محفل میں تھا شریک
جس کے لیے نصیحتِ واعظ تھی بارِ گوش

کہنے لگا ستم ہے کہ ایسے قیود کی
پابند ہو تجارتِ سامانِ خُورد و نوش

میں نے کہا کہ آپ کو مشکل نہیں کوئی
ہندوستاں میں ہیں کلمہ گو بھی مے فروش

طریقِ عمل: عمل کرنے کا طریقہ/ انداز۔ وعظ: نصیحت کی بات۔ کفّار: جمع کافر، خدا کو نہ ماننے والے۔ سخت کوش: بہت محنت کرنے والے۔ محرومِ عقل و ہوش: جسے کوئی شعور اور سمجھ بوجھ نہ ہو۔ گوش: کان۔ حق نیوش: سچی بات سننے والا/ والے۔ بادہ کش: شراب پینے والا۔ بارِ گوش: کانوں کے لیے بوجھل یعنی ناپسند، ناگوار۔ سامانِ خورد و نوش: کھانے پینے کی چیزیں۔ کلمہ گو: کلمہ پڑھنے والے، مسلمان۔ مے فروش: شراب بیچنے والا/ والے۔

دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک
شیشۂ دیں کے عوض جام و سبو لیتا ہے

ہے مداوائے جنوں نشترِ تعلیمِ جدید
میرا سرجن رگِ ملّت سے لہو لیتا ہے

سبو: مٹکا، شراب کی صُراحی، مراد شراب۔ مداوا: علاج۔ نشتر: زخم چھیلنے یا رگ سے خون نکالنے کا اوزار۔ تعلیمِ جدید: موجودہ دور کی تعلیم جو دین سے دور کرتی ہے۔ سرجن: چیر پھاڑ کرنے والا ڈاکٹر، جراح۔ رگِ ملت سے لہو لینا: قوم کی شہ رگ (نئی نسل) سے خون لینا یعنی اس کے اسلامی جذبوں کو ختم کرنا۔

گائے اک روز ہوئی اُونٹ سے یوں گرمِ سخن
نہیں اک حال پہ دُنیا میں کسی شے کو قرار
مَیں تو بدنام ہُوئی توڑ کے رسّی اپنی
سُنتی ہوں آپ نے بھی توڑ کے رکھ دی ہے مُہار
ہند میں آپ تو از رُوئے سیاست ہیں اہم
ریل چلنے سے مگر دشتِ عرب میں بیکار
کل تلک آپ کو تھا گائے کی محفل سے حذَر
تھی لٹکتے ہُوئے ہونٹوں پہ صدائے زنہار
آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی
نہ رہا آئنۂ دِل میں وہ دیرینہ غبار
جب یہ تقریر سُنی اونٹ نے، شرما کے کہا
ہے ترے چاہنے والوں میں ہمارا بھی شمار
رشکِ صد غمزۂ اُشتر ہے تری ایک کُلیل
ہم تو ہیں ایسی کُلیلوں کے پُرانے بیمار
ترے ہنگاموں کی تاثیر یہ پھیلی بَن میں
بے زبانوں میں بھی پیدا ہے مذاقِ گفتار
ایک ہی بن میں ہے مدّت سے بسیرا اپنا
گرچہ کچھ پاس نہیں، چارا بھی کھاتے ہیں اُدھار

گوسفند و اُشتر و گاو و پلنگ و خرِ لنگ
ایک ہی رنگ میں رنگیں ہوں تو ہے اپنا وقار
باغباں ہو سبق آموز جو یک رنگی کا
ہمزباں ہو کے رہیں کیوں نہ طیورِ گلزار
دے وہی جام ہمیں بھی کہ مناسب ہے یہی
تُو بھی سرشار ہو، تیرے رُفقا بھی سرشار
''دلقِ حافظ بچہ ارزد بہ مَیَش رنگیں کُن ☆
وانگہش مست و خراب از رہِ بازار بیار''

گائے: اشارہ ہے برصغیر کے ہندوؤں کی طرف۔ اونٹ: یعنی مسلمان۔ گرمِ سخن ہوئی: خوب باتیں کرنے لگی۔ مُہار: اونٹ کی ناک میں ڈالی ہوئی رسّی۔ تکمیل از روئے سیاست: ملکی انتظام میں سوچ بچار کے لحاظ سے۔ حذر: کسی چیز سے بچنے کا عمل، خوف۔ صدائے زنہار: یعنی (بات چیت کرنے سے) انکار کی آواز۔ غبار: کدورت، رنج۔ رشکِ صد غمزۂ اشتر: اونٹ کے سیکڑوں ناز سے بڑھ کر۔ کلیل: اُچھل کود۔ بیار: عاشق۔ بن: جنگل، بیابان۔ مذاقِ گفتار: بات چیت کرنے کا ذوق شوق۔ گوسفند: بھیڑ۔ گاو: گائے۔ پلنگ: چیتا۔ خرِ لنگ: لنگڑا گدھا (سب سے مراد ہند کی مختلف قومیں)۔ ایک ہی رنگ میں رنگیں ہونا: ایک جیسا ہونا، برابر کے حقوق ہونا، باہمی اتحاد ہونا۔ وقار: ساکھ بھرم۔ باغباں: مالی، رکھوالا، رہنما۔ سبق آموز: سبق سکھانے والا۔ ہمزبان: آواز میں آواز ملانے والا، ساتھی۔ طیور: جمع طائر، پرندے۔ سرشار: مست۔

☆ حافظ کی گدڑی کی کیا قیمت پڑے گی یعنی کوئی قدر و قیمت نہیں، تو اسے شراب میں رنگ دے اس کے بعد اسے (حافظ کو) بازار سے مست اور دُھت پڑا ہوا لے آ۔ (حافظ شیرازی کا شعر ہے) دیوانِ حافظ کے تمام ایرانی، نولکشوری اور لاہوری ایڈیشنوں میں ''از سرِ بازار'' ہے۔

رات مچھر نے کہہ دیا مجھ سے

ماجرا اپنی ناتمامی کا

مجھ کو دیتے ہیں ایک بُوند لہو

صِلہ شب بھر کی تِشنہ کامی کا

اور یہ بِسوہ دار، بے زحمت

پی گیا سب لہو اسامی کا

◉◉

یہ آیۂ نو، جیل سے نازل ہُوئی مجھ پر

گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا

کیا خوب ہُوئی آشتیِ شیخ و برہمن

اس جنگ میں آخر نہ یہ ہارا نہ وہ جیتا

مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے 'بدری'

مسجد سے نکلتا نہیں، ضدّی ہے 'مسیتا'

ناتمامی: پوری نہ ہونے والی کوشش۔ شب بھر کی: پوری رات کی۔ تِشنہ کامی: پیاس۔ بِسوہ دار: کسی بڑے زمیندار کے ماتحت چھوٹا زمیندار۔ بے زحمت: کوئی تکلیف اٹھائے بغیر۔ اسامی: کسان، کھیتی باڑی کرنے والا۔

آیۂ نو: نئی آیت۔ جیل: قید خانہ، مراد یہ کہ کانگرس کے لیڈر مہاتما گاندھی نے جیل سے ایک بیان شائع کروایا کہ گیتا اور قرآن کی تعلیمات ایک جیسی ہیں۔ نازل ہونا: یہاں مراد وحی سے معلوم ہونا (طنزاً کہا ہے)۔ گیتا میں ...... گیتا: یعنی دونوں کتابوں میں فرق نہیں ہے۔ آشتی: ملاپ، صلح صفائی۔ بدری: ایک فرضی نام، ہندو۔ مسیتا: پنجابی لفظ مسیت بمعنی مسجد سے بنا ہے مسجدی، مسلمان۔

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ سَت
ہے یہی اک بات ہر مذہب کا تَت
چٹے بٹے ایک ہی تھیلی کے ہیں
ساہُو کاری، بِسوہ داری، سلطنت

⦿⦿

محنت و سرمایہ دُنیا میں صف آرا ہوگئے
دیکھیے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون
حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا 'وَقَد کُنتُم بِہٖ تَستَعجِلُون'
کُھل گئے' یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ 'یَنسِلُون'

سَت: سچائی۔تت: خلاصہ نچوڑ۔ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہونا: اصلیت میں ایک جیسے ہونا۔ساہوکاری: ہندو بنیے کی تجارت/بیوپار۔بسوہ داری: زمینداری۔

محنت: مراد مزدور طبقہ۔صف آرا ہونا: لڑنے/جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا۔تمناؤں کا خون ہونا: شکست کھانا، یا خواہشیں پوری نہ ہونا۔حکمت: دانائی، عقلمندی۔تدبیر: کوشش، سوچ بچار۔فتنہ: ہنگامہ، فساد۔آشوب خیز: خرابی اور بگاڑ پیدا کرنے والا۔"وَقَد کُنتُم بِہٖ تَستَعجِلُون": (قرآنی آیت) اور بے شک تم بڑی تیزی سے اس (عذاب) کی طرف بڑھ رہے ہو۔یاجوج اور ماجوج: دو ایسی قومیں جو پرانے زمانے میں قاریں میں گھس کر تباہی مچایا کرتی تھیں۔قرآن کریم میں ان کی بربادی سے متعلق پیش گوئی ہے۔یہاں مراد فسادی قومیں۔"یَنسِلُون": سورہ الانبیا ء آیت ۹۶ ترجمہ: یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ (اپنی کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی (جیسے پہاڑ اور ٹیلا) سے تیزی سے نکلتے معلوم ہوں گے۔

شام کی سرحد سے رُخصت ہے وہ رِندِ لم یزل
رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق

یہ اگر سچ ہے تو ہے کس درجہ عبرت کا مقام
رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رِواق

حضرتِ کرزن کو اب فکرِ مداوا ہے ضرور
حُکم بر داری کے معدے میں ہے دردِ لا یُطاق

وفد ہندُستاں سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب
کیا یہ چورن ہے پئے ہضمِ فلسطین و عراق؟

شام: ملک شام۔ رخصت ہوا: چلا گیا۔ رندلم یزل: ہمیشہ شراب پینے والا، مراد فرانس۔ انگریزوں نے ۱۹۱۹ء میں ترکوں کو شکست دے کر شریف مکہ کے بیٹے کو شام کا بادشاہ بنا دیا، عراق و فلسطین فرانس کے سپرد کیے، شامیوں نے ۱۹۲۵ء میں فرانس سے یہ علاقے آزاد کرا لیے۔ بالائے طاق رکھنا: نظر انداز کر دینا۔ کس درجہ: کس حد تک، مراد بہت۔ عبرت کا مقام: نصیحت اور تنبیہ حاصل کرنے کا موقع۔ نیلی رواق: نیلا آسمان۔ حضرتِ کرزن: لارڈ کرزن جو ہندوستان کا وائسرائے رہا اور اس موقع پر وہ برطانیہ کا وزیر خارجہ تھا۔ مداوا: علاج، چارہ۔ حکم برداری: سیاسی اصطلاح، مراد اقوام متحدہ کی طرف سے کسی یورپی ملک کو کسی ایشیائی ملک پر قبضہ کا اختیار دینا۔ دردِ لا یطاق: بہت شدید درد۔ وفد: کسی قوم کی نمائندگی کرنے والے چند لوگوں کی جماعت۔ سر آغا خان: فرقہ اسماعیلیہ کے مشہور لیڈر۔ چورن: ہاضمے کی دوا۔ پئے ہضمِ فلسطین و عراق: یعنی فلسطین اور عراق پر قبضہ کرنے کے لیے۔

تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز
دونوں یہ کہہ رہے تھے، مرا مال ہے زمیں

کہتا تھا وہ، کرے جو زراعت اُسی کا کھیت
کہتا تھا یہ کہ عقل ٹھکانے تری نہیں

پوچھا زمیں سے مَیں نے کہ ہے کس کا مال تُو
بولی مجھے تو ہے فقط اس بات کا یقیں

مالک ہے یا مزارعِ شوریدہ حال ہے
جو زیرِ آسماں ہے، وہ دھرتی کا مال ہے

مزارع: کھیتی باڑی کرنے والا۔ مالک: زمیندار۔ زراعت: کھیتی باڑی کا کام۔ عقل ٹھکانے نہ ہونا: بیوقوف/ ناسمجھ ہونا۔ شوریدہ حال: مراد مفلس، جس کی مالی حالت پتلی ہو۔ زیرِ آسماں: یعنی دُنیا میں۔

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے
میاں نجّار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

⦿⦿

کارخانے کا ہے مالک مُردکِ ناکردہ کار
عیش کا پُتلا ہے، محنت ہے اسے ناسازگار
حکمِ حق ہے لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار

نئی تہذیب: مغربی تہذیب سے متاثر موجودہ طرزِ زندگی۔ الکشن: (Election) الیکشن، انتخابات۔ ممبری: (Membership) رکن ہونا۔ کونسل: قانون بنانے کا مرکزی یا صوبائی ادارہ۔ صدارت: کسی انجمن وغیرہ کا صدر ہونا۔ میاں نجار: جناب بڑھئی (میاں بطورِ طنز) مراد انگریز حکمران۔ رندے: جمع رندہ، لکڑی چھیلنے / ہموار کرنے کا ایک اوزار۔

مردک: گھٹیا آدمی۔ ناکردہ کار: کوئی کام نہ کرنے والا، بیکار بیٹھا رہنے والا۔ حکمِ حق: خدا کا فرمان۔ ''لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ'': (سورہ النجم، آیت ۳۹) بے شک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ محنت کا پھل: محنت مزدوری کے نتیجے میں جو آمدنی ہو۔

سُنا ہے مَیں نے، کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں
پُرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دست کاروں کا
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا
کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا

دستکاری: ہاتھ کا صنعتی کام کرنے والا۔ کونسل ہال: بڑا کمرہ جس میں کونسل کا اجلاس ہوتا ہے۔ تکیہ: کسی قبرستان میں فقیر یا صوفی کی آرام کرنے کی جگہ۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
مَن اپنا پُرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

کیا خوب امیرِ فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تُو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

اقبالؔ بڑا اُپدیشک ہے مَن باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

مسجد تو بنا دی: اشارہ ہے لاہور میں شاہ عالمی چوک کے قریب واقع ایک چھوٹی مسجد کی طرف۔ متعلقہ زمین کے بارے میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں جھگڑا تھا۔ مسلمانوں نے راتوں رات وہاں مسجد بنا دی، یہ مسجد آج بھی موجود ہے۔ شب بھر میں: راتوں رات۔ مَن: دل۔ پاپی: گنہگار۔ برسوں میں: بہت مدت گزرنے پر بھی۔ نمازی بن نہ سکا: نماز ادا کرنے کی عادت نہ پڑی۔ امیرِ فیصل: شریف مکہ جس نے انگریزوں کے دمشق پر قابض ہونے کی خوشی میں چراغاں کیا۔ سنُوسی: سید محمد ادریس السنوسی، سنوسیہ تنظیم کے ایک بزرگ جنھوں نے اٹلی کا مقابلہ کرنے کے لیے ترکوں کے ساتھ مل کر ۱۹۱۱ء میں اپنے مریدوں کی ایک فوج تیار کی تھی۔ نام و نسب کا: اپنے نام اور خاندان کے لحاظ سے۔ حجازی: حجاز کا رہنے والا، مراد مسلمان۔ دل کا حجازی: دلی طور پر یعنی صحیح مسلمان۔ خونِ جگر: دل کا خون۔ آمیزش: ملاوٹ، مراد شامل ہونا۔ اشک: آنسو۔ پیازی: پیاز کا سا یعنی سرخ۔ اُپدیشک: نصیحتیں کرنے والا۔ موہ لینا: لبھا لینا، مائل کر لینا۔ گفتار: محض باتیں کرنے کا عمل۔